عصر حاضر میں غربت وافلاس کا خاتمہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

تحقیقی مقالہ برائے ایم فل (علومِ اسلامیہ)

مقالہ نگار

اویس رضا

ایم فل علومِ اسلامیہ

نگران مقالہ

ڈاکٹر حافظ راؤ فرحان علی

لیکچرار، شعبہ علومِ

اسلامیہ،

نمل اسلام آباد

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

اگست ۲۰۱۸ء

عصر حاضر میں غربت وافلاس کا خاتمہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

تحقیقی مقالہ برائے ایم فل (علومِ اسلامیہ)

مقالہ نگار

اویس رضا

ایم فل علومِ اسلامیہ

نگران مقالہ

ڈاکٹر حافظ راؤ فرحان علی

لیکچرار، شعبہ علومِ اسلامیہ،

نمل اسلام آباد

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

اگست ۲۰۱۸ء

اویس رضا©

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرستِ عنوانات

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	(باب اول)	
	غربت وافلاس: معانی ومفہوم اور عصر حاضر کی صورتحال	۱
فصل اول	غربت وافلاس: معانی ومفہوم	۲
فصل دوئم	غربت وافلاس کا عالمی منظر نامہ	۱۶
فصل سوئم	پاکستان میں غربت وافلاس کی بدتر صورتحال	۳۳
	(باب دوئم)	
	غربت وافلاس کے معاشرے پر بُرے اثرات	۴۶
فصل اول	غربت وافلاس کے معاشی اثرات	۴۷
فصل دوئم	غربت وافلاس کے معاشرتی اثرات	۵۴
فصل سوئم	غربت وافلاس کے اخلاقی اثرات	۶۳
	(باب سوئم)	
	غربت وافلاس دور کرنے کی خیراتی تدبیریں	۷۱
فصل اول	غربت وافلاس کا خاتمہ: اسلام کی بنیادی تعلیمات	۷۴
فصل دوئم	زکوۃ کا موثر نظام: غربت کے خاتمے کی نوید	۸۵
فصل سوئم	صدقات وخیرات کے ذریعے غربت وافلاس کا خاتمہ	۹۹

فصل چہارم	کفارات (ظہار ویمین وغیرہ) کے ذریعے غرباء کی امداد	۱۱۵

(باب چہارم)

	غربت وافلاس دور کرنیکی تمویلی صورتیں	۱۳۳
فصل اول	خود انحصاری کی ترغیبات اور روزگار کی فراہمی	۱۳۴
فصل دوئم	قرض حسنہ کی فراہمی اور روزگار کے مواقع	۱۵۸
فصل سوئم	تمویلی طریقوں(Financing Methods)کے ذریعے روزگار کی فراہمی	۱۷۴
خلاصہ		۱۹۳
	نتائج	۱۹۵
	سفارشات وتجاویز	۱۹۶
	فہرست آیات	۱۹۷
	فہرست احادیث	۲۰۰
	فہرست اعلام	۲۰۳
	فہرستِ اماکن	۲۰۴
	فہرستِ مصادر ومراجع	۲۰۶

منظوری فارم برائے مقالہ ودفاع مقالہ

(Thesis and Defense Approval form)

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالہ کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: **عصر حاضر میں غربت وافلاس کا خاتمہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں**

Eradication of Poverty and Pauperism in Contemporary Era in the light of the teachings of Islam

نام ڈگری: ایم فل علوم اسلامیہ

نام مقالہ نگار: اویس رضا

رجسٹریشن نمبر: 970-MPhil/IS/F14

ڈاکٹر حافظ راؤ فرحان علی
(نگران مقالہ)
نگران مقالہ کے دستخط ____________________

پروفیسر ڈاکٹر صفیانہ خاتون
(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز)
ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز کے دستخط ____________________

بریگیڈیئر محمد ابراہیم
(ڈائریکٹر جنرل)
ڈائریکٹر جنرل کے دستخط ____________________

تاریخ: ____________________

حلف نامہ فارم

(Candidate declaration form)

میں اویس رضا ولد محمد شفیق

رولنمبر: 438 رجسٹریشن نمبر: 970-MPhil/IS/F14

طالبعلم، ایم فل، شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل) اسلام آباد حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ مقالہ

بعنوان: **عصر حاضر میں غربت وافلاس کا خاتمہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں**

Eradication of Poverty and Pauperism in Contemporary Era in the light of the teachings of Islam.

ایم فل علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے، اور **ڈاکٹر حافظ راؤ فرحان علی** کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے، راقم الحروف کا اصل کام ہے، اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کروایا گیا ہے، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لئے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

نام مقالہ نگار: اویس رضا

دستخط مقالہ نگار: ______________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

انتساب

میں اپنی تمام علمی کاوشوں کو سرورِ کونین خاتم النبیین ﷺ کے نام منسوب کرتا ہوں جو تمام بنی نوانسان کیلئے معلم ہونے کا شرف رکھتے ہیں۔

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (القران)

اظہار تشکر

سب سے پہلے میں اللہ رب العزت کا شکر گزار ہوں۔ جس نے مجھے آج اس مقام پر پہنچایا کہ میں اس تحقیقی مقالے کو مکمل کرنے میں کامیاب ہوا ہوں۔ الحمد اللہ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات یکتا ہے جس کا کوئی ثانی نہیں ہے نہ ہمسر، وہ قادر و مطلق جو مغربین اور مشر قین کا رب ہے۔ تمام تر تعریفیں اسی کو زیب دیتی ہیں جو زمین کے سینے میں دفن خزانوں کے نام جانتا ہے۔

تحقیق ایک مشکل ترین کام ہے جس میں قدم بہ قدم رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ پروردگار عالم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس مرحلے پر مجھے اتنے مہربان و شفیق نگران ڈاکٹر حافظ راؤ فرحان علی کی رہنمائی ملی۔ جنہوں نے شفقت اور خلوص نیت سے قدم قدم پر میری رہنمائی کی اور جن کی بصیرت افروز مشوروں اور گراں قدر رہنمائی کے بغیر اس مطالعے کو مکمل کرنا نہ صرف دشوار بلکہ ناممکن تھا۔ ان کی حوصلہ افزائی اور رہنمائی میرے لئے مشعل راہ ثابت ہوئی۔ جس کی بدولت آج میں یہ تحقیقی مقالہ پیش کر سکا۔ اس کے ساتھ ہی میں تمام اساتذہ کرام کا بھی تہہ دل سے مشکور ہوں کہ جن کی توجہ اور خصوصی اعانت میرے لے تحقیق کے ہر منزل پر موجب ہمت افزائی اور مشعل راہ ثابت ہوئی۔

آخر میں، میں اپنے والدین، اپنی بہنوں اور بھائیوں کا از حد مشکور ہوں جن کی حوصلہ افزائی کی بدولت میں اس مقام پر پہنچا۔ اسکے علاوہ یونیورسٹی کے سٹاف، کا بھی بے حد مشکور ہوں جنہوں نے میرے ساتھ پورا پورا تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان اور نوازش ہے کہ اس نے مجھے ایسے قابل افراد کا ساتھ بخشا اور صلاحیت دی کہ میں اپنا کام مکمل کر سکوں۔

شکر گزار

اویس رضا

مقدمہ

دین اسلام نے زندگی کے ہر موقع پر انسان کی خود داری اور عزت نفس کا خیال رکھا ہے۔اسی لیے نبی کریم ﷺ نے امت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

((من بات کالّا من طلب الحلال بات مغفورا له)) (1)

"جو شخص رزق حلال کیلئے سر گرداں رہے اور اسی فکر میں پڑ کر سو رہے خدا اسے معاف فرمائے گا"۔

دوسری جانب غرباء و مساکین کو انکا حق دینے کی تلقین اور اس پر اجر و ثواب بھی واضح کر دیا۔ارشاد ربانی ہے۔

﴿ وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُمْ مِنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا﴾(2)

" اور اگر تقسیم (وراثت) کے موقع پر (غیر وارث) رشتہ دار اور یتیم اور محتاج موجود ہوں تو اسمیں سے کچھ انہیں بھی دے دو اور ان سے نیک بات کہو"۔

اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں۔اللہ تعالی نے ایمان والوں کو حکم دیا ہے کہ جب مال وراثت تقسیم ہونے لگے تو رشتہ داروں کیساتھ یتامی و مساکین کو بھی وصیت میں شامل کریں دوسری جانب فرمایا کہ :بیوہ عورتوں اور محتاجوں کی خدمت و اعانت کرنیوالا اللہ کی راہ میں جہاد کرنیوالوں کے برابر ہے۔

درج بالا نصوص سے یہ معلوم ہوا کہ غریب کو اپنی غربت سے نکلنے کیلئے خود بھی محنت کرنی چاہیے اور اسکے ساتھ ساتھ اہل ثروت کو بھی اسکی غربت کو کم کرنے میں اسکی مدد کرنی چاہیے۔زیر نظر مقالے میں بھی غرت کے خاتمے کیلئے انہی پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے کہ غربت و افلاس میں مبتلا شخص کی غربت کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کس طرح دور کیا جا سکتا ہے۔

بیان مسئلہ:

وطن عزیز سمیت متعدد ممالک غربت و افلاس کا شکار ہیں۔اسلامی تعلیمات کی روشنی میں غربت و افلاس کا خاتمہ کس طرح سے کیا جا سکتا ہے۔زیر نظر مقالہ اسکا جامع حل پیش کرتا ہے۔

---

(1)الدمشقی،ابوالقاسم ابن عساکر،تاریخ دمشق،دارالفکر،بیروت، ۱۹۹۵ء، ۱۰۶/۷۳

(2)سورۃالنساء:۸/۴

موضوع کی ضرورت واہمیت:

زیر نظر موضوع اس لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے کہ وطن عزیز کی ۴۰ فیصد سے زائد آبادی انتہائی غربت کا شکار ہے اور یہ کہ غربت مختلف الاطراف بھی ہے یعنی ایک طرف ۴۰ فیصد سے زائد غربت تو دوسری طرف وطن عزیز میں شرح خواندگی ۵۸ فیصد ہے اگر صحت کی بات کریں تو اکنامکس سروے آف پاکستان ۲۰۱۶-۱۷ کے مطابق پاکستان میں ہر دس ہزار افراد کیلئے ڈاکٹرز اور نرسز کی اوسط تعداد ۱۷ ہے جو ناکافی ہے اسی طرح باقی حوائج ضروریہ کا بھی فقدان ہے۔

غربت مختلف الاثرات بھی ہے کہ جہاں یہ انسان کی عائلی، معاشی اور معاشرتی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہے وہاں ہی اس کے اثرات انسان کے ایمان، عقیدہ، اخلاق، کردار اور فکر و ثقافت پر بھی اپنے نشانات چھوڑ جاتے ہیں۔

اسلام ایک جامع اور کامل مذہب ہے اسکی تعلیمات جہاں ہر شعبہ ہائے زندگی میں رہنمائی فراہم کرتی ہیں وہاں ہی اسلام غربت وافلاس کا ایک بہترین اور جامع حل پیش کرتا ہے۔ عصر حاضر میں جب اسلام پر مختلف اطراف سے الزامات کی بوچھاڑ کی جاتی ہے تو اس دور میں اسلام کی حقانیت کو اجاگر کرنے کیلئے ضروری ہے کہ غربت وافلاس کا تعلیمات اسلامیہ کی روشنی میں جامع ترین حل پیش کیا جائے۔

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ:

غربت وافلاس کے خاتمہ کے لیے اسلام نے جو اسباب اور ذرائع وضع کیے ہیں ان میں سے کچھ اسباب پر مختلف جامعات میں کام ہو چکا ہے ان میں

۱۔ مظہر حسین نے ہزارہ یونیورسٹی سے ایم۔فل کی سطح پر ۲۰۰۹ میں "پاکستان میں غربت وافلاس اور تخفیف غربت میں نظام زکوۃ کا کردار" کے موضوع پر مقالہ تحریر کیا ہے۔

۲۔ سعدیہ ابرار نے نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز سے ایم۔فل کی سطح پر ۲۰۰۸ میں " پاکستان میں غربت وافلاس کی کمی میں زکوۃ وعشر آرڈیننس ۱۹۸۰ء کا کردار" کے موضوع پر مقالہ تحریر کیا ہے۔

۳۔ عبدالغفور نے کراچی یونیورسٹی سے ایم۔فل کی سطح پر ۲۰۰۹ میں " اسلامی نظام معیشت میں بیت المال کا کردار (پاکستان کے خصوصی حوالے سے)" کے موضوع پر مقالہ تحریر کیا ہے۔

۴۔ رضوانہ ظہور نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔فل کی سطح پر ۲۰۰۹ میں "پاکستان کا معاشی بحران اور اسکا اسلامی حل" کے موضوع پر مقالہ تحریر کیا ہے۔

۵۔ محمد احمد نے اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور سے پی ایچ ڈی کی سطح پر ۲۰۱۳ میں "عصر حاضر میں مسائل زکوۃ وصدقات کا علمی جائزہ" کے موضوع پر مقالہ تحریر کیا ہے۔

تاہم اس موضوع پر کوئی مستقل مقالہ تحریر نہیں کیا گیا ہے۔ مقالہ نگار کی تحقیق کا مقصد اسلام کی ان تعلیمات کا مکمل طور جائزہ لینا ہے جو اسلام نے غربت وافلاس کے حل کیلئے پیش کی ہیں۔ لہٰذا موضوع ہذا کو تحقیقی مقالہ کے لیے بطور عنوان منتخب کیا گیا ہے۔ تاکہ اسلام کی غربت وافلاس کے متعلق تعلیمات کا تفصیلی جائزہ لیا جا سکے۔

مقاصد تحقیق:

۱: ارتکاز دولت کی مذمت۔

۲: پاکستان میں غربت وافلاس کی صورتحال کا جائزہ لینا۔

۳: غربت وافلاس کے خاتمے کیلئے اسلامی تدابیر کا جائزہ لینا۔

تحقیقی سوالات:

۱: عصر حاضر میں غربت وافلاس کی موجودہ صورتحال کیا ہے؟

۲: غربت وافلاس کے انسانی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

۳: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں غربت وافلاس کا خاتمہ کس طرح سے ممکن ہے؟

نظری دائرہ کار:

باحث کی تحقیق کا دائرہ کار مختلف ممالک میں غربت وافلاس کا مختصراً جائزہ لینا اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں وطن عزیز میں غربت وافلاس کا تفصیلاً جائزہ لیکر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اسکا حل فراہم کرنا ہے۔

تحقیقی طریقہ کار:

۱: اسلوب تحقیق بیانیہ اور تجزیاتی ہے۔

۲: تمام مواد اور معلومات بنیادی مصادر سے اخذ کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس کے علاوہ ضرورتاً ثانوی کتب سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

ابواب بندی:

مقالہ ھذا مقدمہ چار ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہو گا۔

باب اول: غربت وافلاس: معنی ومفہوم اور عصر حاضر کی صورتحال

فصل اول: غربت وافلاس؛ معنی ومفہوم

فصل دوئم: غربت وافلاس کا عالمی منظر نامہ

فصل سوئم: پاکستان میں غربت وافلاس کی بدتر صورتحال

باب دوئم: غربت وافلاس کے معاشرے پر برے اثرات

فصل اول: غربت وافلاس کے معاشی اثرات

فصل دوئم: غربت وافلاس کے معاشرتی اثرات

فصل سوئم: غربت وافلاس کے اخلاقی اثرات

باب سوئم: غربت وافلاس دور کرنے کی خیراتی تدبیریں

فصل اول: غربت وافلاس کا خاتمہ: اسلام کی بنیادی تعلیمات

فصل دوئم: زکوۃ کا مؤثر نظام: غربت کے خاتمے کی نوید

فصل سوئم: صدقات وخیرات کے ذریعے غربت وافلاس کا خاتمہ

فصل چہارم: کفارات (کفارہ ظہار ویمین وغیرہ) کے ذریعے غرباء کی امداد

باب چہارم: غربت وافلاس دور کرنیکی تمویلی صورتیں

فصل اول: خود انحصاری کی ترغیبات اور روزگار کی فراہمی

فصل دوئم: قرض حسنہ کی فراہمی اور روزگار کے مواقع

فصل سوئم: تمویلی طریقوں (Financing Methods) کے ذریعے روزگار کی فراہمی

Abstract

Eradication of Poverty and Pauperism in Contemporary Era in the light of the teachings of Islam.

The economy of a country is self-evident of its conditions. If the economy is tenacious and consolidated. The people will be prosperous. If the economy is debilitated, the society will be called an underdeveloped one because poverty and pauperism escalate anarchy and selfishness. The thesis under discussion presents an international analysis of poverty and furnishes Islamic measurements for its eradication. Besides this it also explains economic, moral and social effects on human lives that how poverty is extremely dangerous and injurious for social and economic lives of people. Prophet Muhammad (PBUH) himself sought refuge from poverty and taught his people as well how to seek refuge from poverty. He said, "O God! Thy seek your refuge from poverty and infidelity."

This thesis presents analytical and narrative way of research. One of the most important reasons of poverty out of many is the wastage of resources. Instead of wasting if the resources are bequeathed to the needy then it will also help to eradicate poverty. The thesis presents not only an international scenario of poverty but also configures its effects on society. At the end it presents solutions for the eradication of poverty in the light of the teachings of Islam. If the eradication of poverty is inevitable from a society in a real sense than there is only one solution, "The Islamic Economic System should be implemented over there."

باب اول

غربت و افلاس معانی و مفہوم اور عصر حاضر کی صورتحال

فصل اول: غربت و افلاس: معانی و مفہوم

فصل دوئم: غربت و افلاس کا عالمی منظر نامہ

فصل سوئم: پاکستان میں غربت و افلاس کی بدتر صورتحال

فصل اول:

غربت و افلاس: معانی و مفہوم

فصل اول

غربت وافلاس: معانی ومفہوم

غربت وافلاس یہ دو مختلف الفاظ کا مجموعہ ہے لیکن معنی میں دونوں قدرے مشترک ہیں۔"غربت و افلاس" دونوں الفاظ کا مشترکہ استعمال بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے اب زیادہ تر ان دونوں کو ایک ہی لفظ خیال کیا جانے لگا ہے۔ غربت وافلاس چونکہ مشترکہ طور پر ہم معنی الفاظ ہیں اس لیے اگر ان کا استعمال الگ الگ بھی کیا جائے تو ان کے معانی میں کوئی خاص فرق نہیں آتا۔ اب ہم ان دونوں الفاظ کے معانی و مفہوم کو مختلف زبانوں اور اداروں میں ان کی بیان کردہ تعریف کے مطابق سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں:

غربت وافلاس کا معنی ومفہوم:

غربت کی اصطلاح کا ذکر عام طور پر کسی انسان یا معاشرے کی بنیادی ضروریات زندگی کے پس منظر میں کیا جاتا ہے۔ جبکہ اسکے علاوہ بھی غربت کا لفظ مختلف اوقات مختلف معنوں میں آتا ہے (ایسا اردو، عربی، انگریزی اور دیگر زبانوں میں بھی دیکھنے میں آیا ہے، مثلاً اردو شاعری یا ادب میں غریب یا غربت کا لفظ دیگر کئی مفہوم میں ملتا ہے یعنی یہ کسی معاشرے یا انسان کی مادی ضروریات کی کمی سے تعلق رکھتا ہے۔ اب غربت و افلاس کو مختلف زبانوں(اردو، عربی اور انگریزی) کے بیان کردہ معنی ومفہوم میں پرکھا جائے گا۔

عربی لغت کے مطابق:

غریب اسکے حروف اصلی "غ، ر، ب" ہیں۔ غریب یہ غربآء کی جمع ہے۔ عربی میں اسکے لیے "فقر، حاجۃ، فاقہ، عسر، عور، املاق، ضیق الید" کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

عربی اردو لغت "القاموس الوحید" کے مطابق غَرَب سے مراد مغرب میں آنا، پردیسی ہونا، روانہ ہونا، سفر میں جانا، انوکھا اور عجیب کام کرنا ہے۔[۱]

صاحب "النهاية" نے لکھاہے۔

غرب لغت میں "اجنبی" کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جیسا کہ فرمان رسول ﷺ ہے:

---

(۱) قاسمی، وحید الزمان، القاموس الوحید، ادارہ اسلامیات، لاہور ۲۰۰۱، ص:۱۱۵۸

((إِنَّ الإِسلَامَ بَدَأَ غَرِيبًاوَّسَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ فَطُوبٰى لِلغُرُبَاءِ))[1]

"اسلام شروع ہوا غربت سے (مدینے میں) اور پھر ایسے ہی لوٹ آئے گا، جیسے شروع ہوا تھا (مدینہ میں) تو خوشی ہو غریبوں کیلئے۔"

ابن اثیر[2] نے لکھا کہ یہاں "غریب" بمعنی اجنبی استعمال ہوا ہے۔[3]

ابن منظور[4] نے لکھا کہ "غریب" جلاوطن کرنا' دیس نکالا یا چلے جانے کے معنی میں بھی آتا ہے۔

جیسا کہ فرمان رسول ﷺ ہے: ((أُمِرَ بِتَغرِيبِ الزَّانِي سَنَةً إِذَا لَم يُحصِن))[5]

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے بارے میں حکم دے رہے تھے جو غیر شادی شدہ ہوں اور زنا کیا ہو کہ سو کوڑے مارے جائیں اور سال بھر کے لیے جلاوطن کر دیا جائے۔"

ابن منظور نے لکھا کہ یہاں "تغریب" سے مراد "دیس نکالا" ہے۔[6]

فلس: اسکی اصل "الفلس" آتی ہے اور اسکی جمع قلت "افلس" اور جمع کثرت "فلوس" آتی ہے۔

صاحب "النھایہ" نے لکھا ہے:

"أَفْلَسَ الرجُل: إِذَا لَمْ يَبْقَ لَهُ مَالٌ "

"کہ آدمی مفلس ہو گیا جب اسکے مال سے کچھ بھی نہ بچا"۔[7]

---

(۱) القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، دار السلام الریاض، ۱۴۱۹ھ ۱۹۹۸ء، کتاب الایمان، باب بدا الاسلام غریبا رقم الحدیث: ۱۴۵

(۲) ابن اثیر: ان کا نام عزالدین ابوالحسن علی بن محمد بن عبدالکریم الجزری ہے۔ ۵۵۵ھ بمطابق ۱۱۶۰ء میں جزیرہ ابن عمر جو عراق عرب (موجودہ ترکی کے صوبہ شیرناک) کی حدود میں موصل کے قریب واقع تھا پیدا ہوئے۔ اسی جزیرے کی نسبت سے الجزری کہلائے۔

(۳) الجزری، مجد الدین ابن الاثیر، النھایہ فی غریب الحدیث والاثر، المکتبہ العلمیہ، بیروت، ۱۳۹۹ھ، ۳/۳۴۸

(۴) ابن منظور: محمد بن مکرم بن علی بن احمد بن منظور الانصاری الافریقی المصری الخزرجی جمال الدین ابو فضل، پیدائش: ۱۲۳۰ بمطابق ۶۳۰ھ قاہرہ میں ہوئی۔ مئولف نے لغت، شعر و ادب کی تعلیم قاہرہ میں پائی۔ دیوان انشاء میں ملازم ہوئے بعد میں طرابلس کے قاضی بنائے گئے اس کے بعد مصر واپس آ گئے وہ زبان و بیان کے بادشاہ تھے انہوں نے عربی زبان میں سب سے جامع مستند اور ضخیم لغت لسان العرب تالیف کی۔ اسے عربی زبان کا انسائیکلوپیڈیا بھی کہا جاسکتا ہے۔ لغت بیس ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔

(۵) البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، دار السلام، الریاض، ۱۹۹۹ء، کتاب الحدود، باب البکران یجلدان وینفیان، رقم الحدیث: ۶۸۳۱، الصحیح المسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف علی نفسہ بالزنی، رقم الحدیث: ۱۶۹۷، ۱۶۹۸

(۶) الرویفعی الافریقی، جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور، لسان العرب، دار صادر، بیروت ۱۴۱۴ھ، ۱/۶۳۹-۶۳۸

(۷) الجزری، مجد الدین ابن الاثیر، النھایہ فی غریب الحدیث والاثر، ۳/۴۷۰

جیسا کہ بیچنے والے کو"فلاس" کہا جاتا ہے یا پھر"ذی فلوس" ایسے شخص کیلیے بولا جاتا ہے جو مالدار ہو۔

مفلس یہ باب اکرام سے آتا ہے مراد وہ شخص جسکا مال ختم ہو گیا ہو۔

فقہی اعتبار سے غربت کے معنیٰ:

غربت اور افلاس کی لغوی تعریفات کے بعد یہ ضروری ہے کے دیکھا جائے کے اسلام نے غربت کو کس معنی میں پیش کیا ہے اور فقہائے کرام نے کیسے اسکو مزید بیان کیا ہے؟ اگر غور کیا جائے تو اسلام نے غربت کو درجہ بدرجہ تقسیم کیا ہے قرآن کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ۔۔۔۔﴾(1)

"صدقے صرف فقیروں کے لئے ہیں اور مسکینوں کے لئے۔۔۔۔۔"

فقہائے کرام نے فقیر اور مسکین پر مختلف انداز میں بحث کی ہے ذیل میں فقیر اور مسکین کے حوالے سے فقہاء کی آرا ملاحظہ ہو۔

۱۔ فقراء: فقراء فقیر کی جمع ہے، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک فقیر وہ ہے: جسکے پاس کسی قسم کا مال نہ ہو اور نہ ہی اتنا آمدنی کا ذریعہ ہو جس سے اسکی کفایت ہو سکے یا اسکی حاجت پوری ہو سکے، کھانے پینے اور پہننے میں اسے اتنا معاش بھی دستیاب نہ ہو جس سے ان امور میں کفایت کر سکے، مثلاً اسے (دس دراہم کی ضرورت ہو اور اسے بمشکل تین دراہم مل پائیں) حتیٰ کہ اگرچہ تندرست ہو، لوگوں کے آگے دست سوال پھیلاتا ہو یا اسکے پاس رہائش کیلئے مکان ہو یا کم از کم پہننے کیلئے کپڑا ہو۔

۲۔ مساکین: مساکین، مسکین کی جمع ہے، مسکین وہ ہوتا ہے جو کمانے کی قدرت رکھتا ہو اور اپنی حاجت کو بقدر ضرورت پوری کر سکتا ہو، لیکن اسکی کفایت نہ ہوتی ہو مثلاً جیسے کسی شخص کو دس دراہم کی ضرورت ہو اور اسکے پاس آٹھ ہی ہوں اور اسکی حالت کے موافق کھانے پینے اور پہننے کا سامان نہ ہو سکتا ہو۔

فقہاء کرام کے نزدیک اس میں تھوڑا سا اختلاف ہے کہ مسکین کون ہے۔ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک فقیر کے حالات مسکین سے زیادہ خراب ہوتے ہیں، فقیر وہ ہے جسکے پاس مال نہ ہو اور بالکلیہ کمائی نہ کر سکتا ہو، یا اتنی چیز کا مالک ہو یا کما سکتا ہو جو اسکی نصف حاجت کو بمشکل کافی ہو اور جن لوگوں کے اس پر اخراجات واجب ہوں بغیر اسراف کے انکی نصف ضروریات بمشکل پوری کرتا ہو، جبکہ مسکین وہ ہے جو کسی نہ کسی چیز کا مالک ہو یا نصف ضروریات سے زائد کی کمائی کر سکتا ہو۔

شافعیہ اور حنابلہ کی دلیل کہ فقیر کی حالت مسکین سے بدتر ہوتی ہے، یہ ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے اصناف کو بیان کرتے ہوئے فقراء سے ابتداء کی ہے، عموماً اہم سے ابتداء کی جاتی ہے لہذا معلوم ہوا فقیر مسکین سے زیادہ بدحالی کا شکار ہوتا

---

(۱) سورۃ التوبہ: ۹/۶۰

ہے، چنانچہ فقیر: لغوی اعتبار سے مفقور کے معنی میں ہے اور مفقور وہ ہوتا ہے جسکی ریڑھ کی ہڈی نکل آئے اور اسکی کمر ٹوٹ جائے۔

اردو لغت کے مطابق:

اردو زبان کی مشہور و معروف لغت "فیروز اللغات" مطبوعہ "فیروز سنز" کے مطابق غربت کے درج ذیل لفظی معانی و مفہوم بیان کیے گئے ہیں:

(۱) مسافرت، بے وطنی (۲) مفلسی[۱]

غربت کے لفظی معانی کو دیکھتے ہوئے ہمارے سامنے اس کی تشریح کچھ یوں بنتی ہے کہ:

کوئی ایسا شخص جس کا کوئی اپنا وطن نہ ہو اور وہ مسلسل بے وطنی اور مسافرت کی کیفیت میں رہے تو وہ غربت زدہ یا غربت کا شکار کہلائے گا۔

فیروز اللغات میں بیان کردہ دوسرے معانی کے مطابق اس کی تشریح یہ ہے کہ:

"کوئی ایسا شخص جو کہ مفلسی اور ناداری میں مبتلا ہو اور اس کے پاس نہ رہنے کو گھر ہو نہ کھانے پینے کو کچھ میسر ہو اور نہ ہی وہ اپنا مکمل تن ڈھانپنے کا متحمل ہو وہ غربت زدہ کہلائے گا۔"

ان دونوں تشریحات کو ملا کر جو ایک مکمل تشریح غربت کے مفہوم کے طور پر ہمارے سامنے آتی ہے اس کو یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ:

"غربت دراصل، مسافرت، بے وطنی اور مفلسی کا ایسا مجموعہ ہے جس میں مبتلا شخص بے کس، مجبور اور بے بسی کے عالم میں زندگی گزار رہا ہو"۔

انگریزی لغت کے مطابق:

انگریزی جو کہ ایک بین الاقوامی زبان ہے اس میں غربت کے لیے لفظ **Poverty** استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ غربت کے علاوہ تنگدستی اور افلاس کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

آکسفورڈ انگلش ڈکشنری کے مطابق "کسی فرد کی ایسی حالت جس میں اس کے پاس اتنی رقم بھی موجود نہ ہو جو زندگی کی بنیادی ضروریات کے حصول کے لیے ضروری ہے"۔[۲]

---

(۱) مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات، فیروز سنز، لاہور، سن ندارد، ص: ۹۱۲

(۲) https://en.oxforddictionaries.com/definition/poverty, Retrived 15-1-17

اقوام متحدہ کی بیان کردہ تعریف کے مطابق:

"۱۹۹۵ میں اقوام متحدہ کی طرف سے غربت کے معانی و مفہوم کے لیے دو تعریفیں وضع کی گئیں جن کے مطابق:

(الف) مطلق غربت:

یعنی خوراک، پینے کے صاف پانی، صفائی کی سہولیات، صحت، رہائش، تعلیم اور معلومات سمیت بنیادی انسانی ضروریات کی شدید محرومی مطلق غربت کہلائے گی۔

(ب) مکمل غربت:

انسان کا بنیادی ضروریات کی شدید محرومیت کی وجہ سے ایسی حالت میں آجانا جس میں اسکے پاس خوراک، پینے کے صاف پانی، حفظان صحت کی سہولیات، رہائش، اور تعلیم کا فقدان ہو مکمل غربت کہلاتی ہے۔

اقوام متحدہ کی بیان کردہ دونوں تعریفیں بظاہر یکساں نظر آتی ہیں جس کے مطابق کم و بیش انسانی زندگی کی بنیادی ضروریات سے محرومی کو غربت سے تعبیر کیا گیا ہے لیکن ان دونوں تعریفوں میں معمولی سا فرق بھی ہے اور وہ یہ کہ "مطلق غربت" میں صرف غربت کی حالت بیان کی گئی ہے جبکہ "مکمل غربت" میں اس غربت کے اثرات بھی بیان کیے یعنی مطلق غربت جب مکمل غربت کی شکل اختیار کرتی ہے تو اس کے اثرات انسانی جسم پر پڑتے ہیں جس وہ مختلف بنیادی سہولیات کی کمی کا شکار ہو کر موت کے منہ میں چلا جاتا ہے۔

۱۹۹۸ میں اقوام متحدہ کی غربت کے حوالے سے درج ذیل تعریف سامنے آئی:

"Fundamentally, poverty is a denial of choices and opportunities, a violation of human dignity. It means lack of basic capacity to participate effectively in society. It means not having enough to feed and cloth a family, not having a school or clinic to go to, not having the land on which to grow one's food or a job to earn one's living, not having access to credit. It means insecurity, powerlessness and exclusion of individuals, households and communities. It means susceptibility to violence, and it often implies living on marginal or fragile environments, without access to clean water or sanitation."
—United Nations, 1998[1]

اقوام متحدہ کی بیان کردہ غربت کی یہ تعریف کافی متنوع اور وسیع ہے اس تعریف میں بیان کیا گیا ہے کہ:

"بنیادی طور پر 'غربت' انسانی عزت نفس کی نفی، اس کی خواہشات اور مواقع سے انکار کا نام ہے۔
غربت کا مطلب ہے کہ کسی شخص میں جب یہ صلاحیت نہ رہے کہ وہ معاشرے میں اپنی بساط کے مطابق فعال کردار ادا نہ کر سکے تو وہ غریب کہلائے گا۔ غربت سے مراد یہ بھی ہے کہ جب بنیادی انسانی ضروریات روٹی، کپڑا، مکان اور صحت کی سہولیات میسر نہ ہوں اور نہ ہی انسان کے پاس کوئی زمین ہو جس پر وہ اپنی خوراک اگانے کا بندوبست کر سکے، نہ کوئی روزگار حاصل کر سکے اور نہ ہی کسی

(1) United Nations Definition of Poverty,1998, Retrived 15-1-17

قسم کے قرضہ کا حصول اس کے لیے ممکن ہو۔ غربت سے مراد عدم تحفظ، عدم طاقت اور بنیادی انسانی اشیائے ضروریہ کا انسان کی دسترس سے باہر ہونا ہے۔ غربت کا ایک مطلب معاشرتی ناہمواری، تشدد کے خلاف کمزور قوانین، رہنے کے لیے تعفن زدہ ماحول اور پینے کے لیے صاف پانی کی عدم فراہمی بھی ہے۔"

درج بالا بیان کردہ غربت کا مفہوم ایک مکمل اور جامع تعریف ہے جس میں غربت و افلاس کے تقریباً تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اس تعریف سے غربت کی اصل حقیقت مکمل طور پر ہم پر واضح ہو رہی ہے۔

ورلڈ بینک کے مطابق:

ورلڈ بینک نے بھی غربت کی تعریف کو دو انداز میں پیش کیا ہے: (۱)

(الف) انتہائی غربت: غربت کی انتہائی کیفیت یہ ہے کہ کوئی فرد اس قابل بھی نہ ہو کہ وہ تقریباً دو امریکی ڈالر روزانہ کے حساب سے نہ کما سکے۔

(ب) معیاری غربت: اس سے مراد غربت کی وہ کیفیت ہے جس میں کوئی فرد تین اعشاریہ دس امریکی ڈالر روزانہ کے حساب سے کما رہا ہو اور انتہائی غربت کے درجے سے ذرا سا اوپر کے درجے میں زندگی بسر کر رہا ہو۔

یعنی ورلڈ بینک نے ایسی معاشی حالت کو غربت قرار دیا ہے کہ جب کوئی فرد تقریباً دو سے تین اعشاریہ دس امریکی ڈالر روزانہ سے کم کماتا ہو۔

اکنامکس کے مطابق "غربت اس حالت کو کہتے ہیں جس میں لوگوں کو خوراک، رہائش اور لباس کی بنیادی ضروریات کی عدم دستیابی ہو۔" (۲)

غربت کی اقسام:

(Merriam-Webster) غربت کی مندرجہ ذیل دو اقسام بیان کرتی ہے:

قطعی غربت اور غیر قطعی غربت

قطعی غربت سے مراد کم از کم جسمانی زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے درکار کم از کم غذائی ضروریات کی عدم دستیابی، جبکہ غیر قطعی غربت سے مراد حکومتی متعین کردہ کم ترین معیارات زندگی کی عدم دستیابی ہوتی ہے۔ (۳)

---

(1)The World Bank Press Release, 16September,2008

(2)Ijaz,Agha Tahir,Economics Of Pakistan,Azeem Academy,Lahore,2015-16 , Page94

(3) https://www.merriam-webster.com/dictionary/poverty, Retrived 15-1-17

عام فہمی کے لیے ہم غربت کی چند مزید اہم اقسام تشریح کریں گے:

معاشی غربت:

معاشی طور پر غربت کا مطلب کم و بیش وہی ہے جو غربت کے مجموعی معنوں میں استعمال ہوتا ہے یعنی جب کسی فرد کے پاس اس قدر معاشی وسائل نہ ہوں کہ وہ اپنا اور اپنے خاندان کا پیٹ پال سکے اور نہ ان کی مناسب دیکھ بھال کر سکے تو ایسی غربت معاشی غربت کہلائے گی۔

طبی غربت:

طبی غربت سے مراد طبی سہولیات کا فقدان ہے یعنی جب کوئی فرد کسی بیماری میں مبتلا ہو تو وہ کسی قسم کے علاج کی سہولت حاصل نہ کر سکے تو اس کو طبی غربت کہا جائے گا۔

تعلیمی غربت:

تعلیمی غربت یہ ہے کہ فرد کو مناسب تعلیم و تربیت کے مواقع میسر نہ ہوں اور وہ علم کے نور سے بہرہ مند نہ ہو سکے۔

رہائشی غربت:

کسی فرد کو جب رہائش کے لیے کوئی مناسب انتظام حاصل نہ ہو اور وہ جھونپڑی یا کھلے آسمان تلے زندگی گزارنے پر مجبور ہو تو یہ رہائشی غربت کہلاتی ہے۔

ہم نے غربت کے معانی اور اقسام میں استعمال ہونے والے ایک لفظ "مجبور" کا بغور جائزہ لینے پر غربت کی تعریف کا یہ نچوڑ نکالا ہے کہ زندگی کے کسی بھی شعبے میں جب کوئی شخص کسی بھی قسم کی مجبوری کا شکار ہو تو اسے ہم غربت کے زمرے میں شمار کر سکتے ہیں۔

غربت مختلف مذاہب کی نظر میں:

غربت کے بارے میں قدیم زمانے سے لوگوں کا رجحان مختلف رہا ہے، آئندہ سطروں میں ہم ایسے چند موقف کی وضاحت کر رہے ہیں:

مسیحی موقف:

Jesus Christ incarnated the love of God through personal ministry, which included proclaiming “good news to the poor”.The Apostle Paul coordinated a relief

mission for the poor while preaching the gospel. He reported that remembering the poor was "the very thing I was eager to do".[1]

ترک دنیااور رہبانیت کے مسیحی دعوے داروں کا نظریہ یہ ہے کہ غربت سے پناہ مانگنے یا اس کا علاج تلاش کرنے کی چنداں حاجت نہیں، اس لئے کہ یہ خدا کی نعمت ہے، جسے وہ اپنے مخصوص بندوں کو عطاء کرتا ہے۔ تاکہ انکا مطمع نظر دنیا نہیں، آخرت ہو، ان کا تعلق صرف باری تعالیٰ سے ہو، اور ان کا رویہ عام انسانوں کے ساتھ ملنساری اور محبت کا ہو، ان سرمایہ داروں کا سا نہ ہو جو دولت کمانے کے نشے میں چور ہو کر ہر طرح کے فسق وفجور میں غرق اور کبر ونخوت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ کچھ مسیحی ایسے بھی ہیں جو سمجھتے ہیں کہ دنیا ایک خرافات اور فتنہ وشر کی آماجگاہ ہے اور خیر کا راستہ بس یہی ہے کہ جس قدر جلد ہو سکے دنیا خود فنا ہو جائے یا کم از کم انسان کا دائرہ حیات ہی محدود ہو جائے کیونکہ اس کے بغیر نجات ممکن نہیں۔ چنانچہ ان کے نزدیک دور اندیشی یہی ہے کہ انسان اپنی زندگی کی ضرورتوں کو جس حد تک کم کر سکتا ہو کم کرتا جائے اور صرف اتنے پر گزارہ کرے جتنے سے جسم وجان کا رشتہ باقی رہے۔ اور یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰؑ نے سولی پر اپنی جان دی کر امیر وغریب کیلئے بہت بڑی قربانی دی ہے تاکہ خدا انکو بخش کر انہیں جنت میں داخل کر دے۔

ہمیں یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ مقدس مسیحیوں نے، بت پرستوں اور مختلف مظاہر کی پرستش کرنے والوں سے اس نظریہ کو مستعار لیا ہے، اس لئے کہ ان مذاہب کے نزدیک غربت اس لئے مقدس ہے کہ غربت اور افلاس میں انسانی بدن مشقت اور سختی کا خوگر ہو جاتا ہے اور یہ امر مسلم ہے کہ جسمانی مشقت ہی روح کی بالیدگی اور ارتقاء کا پہلا زینہ ہے۔ لیکن سب سے زیادہ دکھ اس بات کا ہے کہ بھارتی سنتوں، ایران کے منیوں اور مسیحی راہبوں[۲] سے متاثر ہو کر بعض مسلمان صوفیا میں بھی یہی رجحان سرایت کر گیا، جبکہ اسلامی تہذیب وتمدن کو بگاڑنے اور اس کے پاکیزہ چشمے کو گدلا کرنے میں ان ہی نظریوں کا ہاتھ رہا ہے۔ مسیحیوں کی کسی نام نہاد آسمانی کتاب کا ایک جملہ ہے کہ جب تم غربت میں مبتلا ہو تو کہو بہت خوب، نیک لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں اور جو دولت ملے تو کہو! کسی گناہ کی سزا ہے جو فوراً مل رہی ہے۔ یہاں یہ امر غور طلب ہے کہ ایسے لوگوں سے غربت کے کسی خاطر خواہ علاج کا مطالبہ کہاں تک درست ہو گا جو غربت کو سرے سے کوئی بیماری تسلیم نہیں کرتے۔

---

(۱)The Bible (RSV),Luke 6:20-22,American Bible Society,New York,1973

(۲)مذہبی رہنما

جبریہ کا موقف:

جبریہ[1] کا موقف مسیحیوں سے قدرے مختلف ہے، جہاں تک افلاس و ناداری کا تعلق فتنہ و مصیبت سے ہے، اس پر انہیں بھی اتفاق ہے، لیکن ان کا عقیدہ ہے کہ یہ ایک آسمانی فیصلہ ہے جس کے سامنے نہ دوا کارگر ہے، نہ کوئی علاج سود مند، اس لئے کہ غریبوں کی غربت اور سرمایہ داروں کی فارغ البالی دونوں کا تعلق اللہ کی مشیت اور تقدیر کے فیصلوں پر مبنی ہے، خدا چاہتا تو سبھی کو قارون کا خزانہ دے کر امیر و کبیر بنا دیتا، لیکن اس کی مشیت ہوئی کہ کسی کو کسی پر فوقیت رہے، کوئی پست رہے کوئی بلند رہے اس لئے اپنی مرضی کے مطابق جسے چاہا آسودہ کر دیا، جسے چاہا رزق کی تنگی میں مبتلا کر دیا، اور یہ اسی لئے کہ ہر حال میں ان کی آزمائش کرے، اسکی بنائی ہوئی تقدیر میں کوئی رد و بدل نہیں کر سکتا، اور نہ ہی اسکے فیصلوں پر حرف گیری کا کسی کو حق پہنچتا ہے۔ یہ اور اس جیسے دوسرے خیالات، جو اگرچہ حق و درست ہیں لیکن جبریہ نے ان کا استعمال باطل کیلئے کیا ہے۔

اس فریق کی نظر میں غربت و افلاس کو مجوزہ علاج بس صبر و تلقین کے یہ فقرے ہیں، جن میں غریبوں سے کہا جاتا ہے کہ وہ تقدیر پر شاکر رہیں، آزمائش پر صبر کریں اور جس قدر ملے اسی پر اکتفا کریں، کیونکہ قناعت لافانی دولت اور کبھی نہ ختم ہونے والا سرمایہ ہے۔ اور بقول ان کے قناعت کا مفہوم یہ ہے کہ بھلی بری طرح جس طرح کٹ رہی ہو، آدمی اس پر خوش رہے۔ مگر حیرت ہے کہ جبریہ کا یہ فرقہ سرمایہ داروں اور ان کے بے جا اسراف و فضول خرچی پر کوئی اعتراض نہیں کرتا، نہ ہی انہیں کسی قسم کی تلقین کرتا ہے، ان کا روئے سخن بس غریب ہیں، اور ان کی نصیحت کا لب لباب بھی اسی قدر ہے کہ تن بتقدیر رہو، قسمت سے زیادہ کی جستجو نہ کرو، بھلا نوشتہ تقدیر بھی کوئی بدل سکتا ہے؟[2]

سرمایہ داروں کا موقف:

چوتھا موقف سرمایہ داروں کا ہے۔ یہ طبقہ غربت کو زندگی کا پیچیدہ اور سنگین مسئلہ تسلیم کرتا ہے، لیکن ان کی نظر میں اس کی تمام تر ذمہ داری غریبوں اور ان کی بھلی بری تقدیر پر عائد ہوتی ہے وہ یہ تسلیم نہیں کرتے کہ اس کی ذمہ

---

(۱) وہ فرقہ جو انسان کو مجبور محض مانتا ہے اور کہتا ہے۔ کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ تقدیر الٰہی کے تحت ہوتا ہے۔ انسان خود کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ اس فرقے کی بنیاد جہم بن صفوان نے رکھی۔ بخاریہ، قلابیہ اور بکریہ بھی جبریہ میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے مقابلے میں قدریہ یعنی معتزلہ انسان کو مختار مطلق مانتے ہیں۔ وہ جو چاہے کرے اسے پورا اختیار ہے۔ اشعری کہتے ہیں کہ انسان کچھ مختار ہے اور کچھ مجبور۔ معتزلہ اشاعرہ کو بھی جبریہ کہتے ہیں۔

(۲) محمد، امام ابو الفتح، کتاب الملل والنحل، ترجمہ پروفیسر علی محسن صدیقی، مکتبہ قرطاس، گلشن اقبال، کراچی، ۲۰۱۰، ۱/۸۵ مصری، ابو زہرہ، اسلامی مذاہب، ترجمہ، غلام حریری، مکتبہ، ملک سنز، فیصل آباد، سن ندارد ص: ۱۷۶۔۱۷۷

داری مالداروں، حکومت یا کسی اور کے سر ڈالی جائے، یہ اس لئے کہ دولت اور صلاحیت کے استعمال کا اختیار ہر کسی کو حاصل ہے، پھر یہ کیوں کر درست ہو گا کہ کرنی کسی کی ہو اور باز پرس دوسرے سے کی جائے۔

قارون[۱] اس موقف کا سب سے بڑا نمائندہ تھا یہ اسرائیلی تھا، لیکن اپنی قوم کا باغی اور حکومت وقت کا وفادار تھا، خدا نے اسے اتنے خزانے عطا کئے تھے جن کی کنجیاں طاقتور مردوں کی ایک جماعت مشکل سے اٹھا پاتی تھی، تاہم قوم کی زبوں حالی کا اسے کوئی احساس نہ تھا، جب اس کی قوم نے اسے سمجھایا کہ:

﴿وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ﴾[۲]

ترجمہ: (اس خداداد دولت سے) آخرت کمانے کی فکر کر، غور کر، دنیا میں خود تیرا کتنا حصہ ہے؟ خدا نے تجھ پر بہت سارے احسانات کئے ہیں اسی طرح تو بھی لوگوں کے ساتھ بھلائی کر اور فتنہ و فساد سے گریز کر اس لئے کہ خدا کو فسادی سخت ناپسند ہیں۔

اس سب کے جواب میں اس نے کہا تھا: ترجمہ: یہ ساری دولت میرے ہنر کا نتیجہ ہے۔[۳]

فسطائی ذہنیت:

قارون کے رنگ میں رنگ جانے والوں کا حال یہی ہوتا ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ ان کی دولت ان کی اپنی محنت اور تدبیر کا نتیجہ ہے، اور بلا شرکت غیرے وہ اس کے مالک ہیں، ہاں اگر کسی فقیر کو کچھ دے دیں، تو یہ ان کی شرافت خیال کرنی چاہیے انکا بنیادی تخیل یہ ہے کہ قدرت نے کمانے یا گنوانے کی صلاحیت ہر کسی کو دی ہے، اب جو گنوانے پر کمربستہ ہوں گے اس کے جوابدہ وہ خود ہونگے، دوسروں کا اس میں کیا قصور؟ دوسرے بھی کہاں تک ان کا بوجھ اٹھائیں گے؟ رہا یہ سوال کہ ازراہ ہمدردی اگر کوئی انہیں خیرات دے دے تو یہ اس کا ذاتی معاملہ ہے، نہ کوئی اس سے باز پرس کر سکتا ہے، نہ ہی دینے کیلئے جبر کر سکتا ہے۔

---

(۱) قارون حضرت موسیٰؑ (جس کا تورات میں نام قورح ہے) کا رشتہ دار تھا اور بظاہر اس نے آپ کا دین بھی قبول کر لیا تھا! نماز پڑھتا تھا، تورات پڑھتا لیکن ریاکار اور کمزور عقیدہ کا انسان تھا، مکمل ایمان نہیں رکھتا تھا۔ یہ چاہتا تھا کہ لوگ اس سے خوش فہمی رکھیں تا کہ انہیں فریب دے سکے۔ قارون فصلوں کو پیشگی سستا خرید لیتا اور بعد میں انہیں مہنگے داموں پر فروخت کرتا تھا معاملات میں کم تولتا دھوکا اور بے انصافی کرتا سود کھاتا اور جتنا ہو سکتا تھا لوگوں پر ظلم کیا کرتا اسی قسم کے کاموں سے بہت زیادہ دولت اکٹھی کر لی تھی اور اسے ہر چیز سے زیادہ عزیز رکھتا تھا قارون خدا پرست نہ تھا بلکہ دولت پرست تھا۔

(۲) سورۃ القصص: ۲۸/ ۷۷

(۳) سورۃ القصص: ۲۸/ ۷۸

سرمایہ داری کا یہ وہ بھیانک تخیل ہے، جو سب سے پہلے یورپ میں رونما ہوا اور آج تک یہ براعظم اس کی لپیٹ میں ہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جو سماج اس قسم کی ذہنیت کا شکار ہو وہاں مفلسوں کا پرسان حال تلاش کرنا یا ان کیلئے کسی قسم کے حقوق کا مطالبہ کرنا بے سود ہوگا۔

اس میں شک نہیں کہ سرمایہ دارانہ نظام [1] اپنے آغاز یعنی اٹھارہویں صدی عیسوی کے اواخر سے ہی انتہا درجہ کی خود سری اور سنگدلی کے سبب کافی بدنام رہا۔ اس طبقے کو نہ بچوں پر رحم آیا، نہ عورتوں پر، حد یہ کہ انہوں نے معصوم بچوں اور بے بس عورتوں کو کم اجرت اور لمبی ڈیوٹی کے لئے کارخانوں میں دھکیل دیا، جہاں بیچارے پیٹ کی آگ بجھانے اور دو وقت کی روٹی کیلئے اپنی طاقت سے کہیں زیادہ مشقت کرنے پر مجبور رہے لیکن ایک وقت ایسا بھی آیا جب کہ عالمی جنگ ذہنی انقلاب، نئے تقاضوں اور دنیا میں جگہ جگہ سوشلسٹ اصولوں کی گونج نے اس طبقہ کو اپنے اندر تبدیلی لانے پر مجبور کردیا، چنانچہ سرمایہ داروں نے کمزوروں اور اپاہجوں کے کچھ حقوق تسلیم کئے، پھر مختلف یونینوں اور قانونی مداخلت کی وجہ سے رفتہ رفتہ اس میں اضافہ ہوتا رہا ہے، اب تک اس مقصد کیلئے انشورنس [2] اور پنشن جیسی اسکیمیں وجود میں آچکی ہیں، انشورنس میں آدمی اپنی آمدنی کا کچھ حصہ کمپنی میں جمع کراتا ہے جو آگے چل کر یک مشت اسے مل جاتا ہے اس لئے کم آمدنی والے کم پاتے ہیں جبکہ زیادہ ضرورت مند یہی ہوتے ہیں پنشن اسکیم میں گورنمنٹ خود اپاہجوں اور حاجت مندوں کو قومی فنڈ سے ترتیب وار امداد دیتی ہے اور ان سے کسی قسم کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا۔

مارکسسٹ کمیونسٹوں کے نزدیک:

اس پارٹی کا نظریہ یہ ہے کہ غربت کا انسداد اور غریبوں کے ساتھ انصاف اسی وقت ممکن ہے جبکہ سرمایہ دار طبقے کا نام ونشان مٹادیا جائے اور ہر ممکن طریقے سے ان کی دولت چھین لی جائے، اس لئے کہ یہ مرض انہیں کا لایا ہوا ہے، اس مقصد کیلئے وہ یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ پسماندہ طبقے کو ان کے خلاف یورش کرنے کے لئے اکسایا جائے انکے دلوں میں

(۱) سرمایہ دارانہ نظام (انگریزی Capitalism) ایک معاشی ومعاشرتی نظام ہے جس میں سرمایہ بطور عامل پیدائش نجی شعبہ کے اختیار میں ہوتا ہے۔ یعنی دوسرے الفاظ میں کرنسی چھاپنے کا اختیار حکومت کی بجائے کسی پرائیوٹ بینک کے اختیار میں ہوتا ہے۔ اشتراکی نظام کے برعکس سرمایہ دارانہ نظام میں نجی شعبہ کی ترقی معکوس نہیں ہوتی بلکہ سرمایہ داروں کی ملکیت میں سرمایہ کا ارتکاز ہوتا ہے اور امیر امیر تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس میں منڈی آزاد ہوتی ہے اس لیے اسے آزاد منڈی کا نظام بھی کہا جاتا ہے۔

(۲) انشورنس: انگریزی زبان کا لفظ ہے، انشورنس کو اردو میں بیمہ اور عربی میں تأمین کہتے ہیں۔ انشورنس، بیمہ اور تأمین کے معنیٰ یقین دہانی کے ہیں۔ انشورنس فریقین کے درمیان ایک معاہدے کا نام ہے جس میں ایک فریق دوسرے فریق کے نامعلوم نقصان کے واقع ہونے پر ایک مقررہ قیمت ادا کرنے کا ذمہ لیتا ہے اور اس کے بدلے دوسرا فریق ایک مقررہ رقم اقساط کی شکل میں اس وقت تک ادا کرنے کا عہد کرتا ہے جب تک کہ وہ نہ معلوم نقصان واقع نہ ہوجائے۔

بغض وحسد کی آگ جلائی جائے تا کہ یہ خود ان سے لڑ کر اپنے حقوق حاصل کر لیں پھر نتیجہ بھی بہر صورت انہیں کے حق میں نکلے گا اس لئے کہ محنت کش مزدور اکثریت میں ہونے کی وجہ سے مٹھی بھر سرمایہ داروں پر حاوی ہوں گے اور آخری فتح یقیناً ان ہی کی ہو گی۔ علاوہ ازیں یہ پارٹی انفرادی اور نجی ملکیت کی سخت مخالف ہے، ان کا فیصلہ ہے پیداوار کے جملہ ذرائع خصوصاً زمین، فیکٹری اور اس کے کل پرزے کسی فرد کی ملکیت نہ رہیں۔

سوشلسٹ انقلاب کے حامیوں اور کمیونسٹوں کے خدوخال یہ ہیں، اشتراکی ذہنیت [۱] کی شکار ہر پارٹی خواہ اعتدال پسند رجحان کی حامی ہو، یا انتہا پسند کی یہ بات ان سبھی میں مشترک ہے کہ انفرادی ملکیت کا بہر صورت خاتمہ ہو، خواہ اس کے لئے جنگ ہی کیوں نہ کرنی پڑے؟ اس لئے کہ ان کی نظر میں سارے فتنے یہیں سے سر اٹھاتے ہیں، البتہ جنگ کا طریقہ ہر کسی کا مختلف ہے، بعض دستوری اور جمہوری اصولوں کے ذریعہ اس جنگ کو لڑنا چاہتے ہیں اور بعض سڑکوں اور چوراہوں پر اس مسئلے کو حل کرنا چاہتے ہیں۔ جارج بورگن اور بیر امپیز اپنی کتاب " سوشلزم یہ ہے " میں لکھتے ہیں: " کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سوشلزم، شخصی آزادی اور فرد کے اکرام کی حمایت کرتا ہے، لیکن دوسرے اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے، بلکہ سوشلزم یہ چاہتا ہے کہ پیدوار کے جملہ ذرائع قومیا لئے جائیں اور محنت کش مزدوروں کی بالادستی پورے طور پر سماج پر قائم ہو "۔ رہا شورش پسند انقلابی سوشلزم، یا لادینی سوشلزم یا مارکس ازم، [۲] تو اس میں شک نہیں کہ ان نظریوں اور کمیونسٹ نظریات میں کوئی خاص فرق نہیں۔ اس لئے کہ دونوں کی بنیاد انسان اور اس کی زندگی کے بس مادی وسائل اور ذرائع پر ہے اس سے ہٹ کر ان کے نزدیک دوسرا کوئی موضوع نہیں۔ نیز اس میں شک نہیں کہ بھانت بھانت کے یہ سارے سوشلسٹ نظریے دین کے کٹر دشمن ہیں ان کی تمام تر کوشش یہ ہے کہ روزمرہ کی زندگی میں مذہب کا گزر نہ ہو اور اگر حکومت قائم ہو تو اس کی بنیاد الحاد و لادینیت پر ہو کمیونزم خونریزی، تصادم اور شورش اور ہنگامے پر یقین رکھتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اخلاقی قدروں کو بزور پامال کر دیا جائے۔

پروفیسر عبد اللہ عنان [۳] لکھتے ہیں: " کمیونزم اور سوشلزم کی راہیں قطعی ایک ہیں۔ سوشلسٹ نظریات آگے چل کر کمیونزم کا روپ دھار لیتے ہیں انقلابی سوشلزم، کمیونسٹ نظریات کا دوسرا نام ہے، ان میں فرق بس طریق کار اور بعض جزئی صورتوں میں ہے لیکن جہاں تک حقائق کا تعلق ہے یہ صحیح ہے کہ کمیونزم خالص ہنگامہ آرائی اور توڑ پھوڑ پر یقین کرنے والا نظریہ

---

(۱) اشتراکیت: اشتراکیت کی تعریف اور مفہوم اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ، اشتراکیت اور کمیونزم استحصال سے پاک معاشرے کا قائم ہے جہاں انسان کی مانگ کا خاتمہ ہو گا۔

(۲) یہ اصطلاح عام طور پر انقلابی مارکسسٹوں کیلئے استعمال کی جاتی ہے (ایسے لوگ جو سمجھتے ہیں کہ موجودہ نظام کی جگہ ایک نیا نظام نافذ کرنا ضروری ہے) اس کے برعکس اصلاح پسند یہ سمجھتے ہیں کہ سرمایہ داری نظام کو رحم دل اور شریف النفس بنایا جاسکتا ہے جو ظاہر ہے کہ ناممکن ہے۔

(۳) پروفیسر عبد اللہ عنان، جو کہ قاہرہ میں بیرسٹر ہیں۔

ہے، اس کے پروگرام میں کسی سنجیدہ یا معقول وسائل کا استعمال یکسر مفقود ہے۔ جب کہ اعتدال پسند سوشلزم انہیں ایک حد تک قبول کرتا ہے قصہ کوتاہ یہ کہ کمیونزم جبر و تشدد، جوڑ توڑ کی سیاست اور شورش پسندی پر عقیدہ رکھتا ہے"۔[1]

(۱) القرضاوی، پروفیسر ڈاکٹر یوسف، اسلام میں غربت کا علاج، مترجم علامہ نصیر احمد، مکتبہ اسلامیہ، لاہور ۲۰۰۴ء، ص:۱۸-۲۴

فصل دوئم:

غربت وافلاس کا عالمی منظرنامہ

فصل دوئم

غربت وافلاس کا عالمی منظر نامہ

غربت و افلاس کے عالمی منظر نامے کا جائزہ لینے کے لیے ہمیں اس کی بین الابر اعظمی تقسیم سے دیکھنا ہو گا کہ اس وقت اس کرۂ ارض پر جہاں جہاں انسان آباد ہیں وہاں غربت و افلاس کی کیا صورتحال ہے۔ اس جائزہ کا آغاز ہم براعظم ایشیا سے کرتے ہیں:

براعظم ایشیا میں غربت وافلاس:

(ا) ایشیا کی آبادی:

ایشیا دنیا کا سب سے بڑا اور زیادہ آبادی والا براعظم ہے۔ یہ زمین کے کل رقبے کا ۸ فیصد، کل بری علاقے کا ۲۹ فیصد اور کل آبادی کے ۶۰ فیصد حصے کا حامل ہے۔ اس براعظم کی آبادی چار ارب سے تجاوز کر چکی ہے اور اس میں مزید اضافہ بھی تیزی سے ہو رہا ہے۔

ایشیا کی بیشتر آبادی کا ذریعۂ معاش:

ایشیا کی بیشتر آبادی کا ذریعۂ معاش زراعت ہے اور چند ممالک میں تو صنعتیں بہت ہی کم ہیں۔ مشرقی چین اور روس میں بھاری صنعتیں قائم ہیں لیکن ان سب میں صنعتی پیداوار کے لحاظ سے جاپان سرفہرست ہے۔ جاپان برقی و جدید ٹیکنالوجی کی صنعت میں عالمی قائد سمجھا جاتا ہے جبکہ تائیوان، جنوبی کوریا اور سنگاپور بھی برقی مصنوعات تیار کرتے ہیں۔ حالیہ سالوں میں تائیوان اور ملائیشیا کی معیشتوں نے بڑی ترقی کی ہے اور انہیں "ایشین ٹائیگر" کہا جاتا ہے۔

ایشیا کی زمین کا بیشتر حصہ بانجھ مٹی یا سخت یا خشک موسم کے باعث ناقابل کاشت ہے جیسے سطح مرتفع تبت، سائبیریا اور جزیرہ نما عرب کا بیشتر حصہ کاشت کے قابل نہیں۔ براعظم کی سب سے زیادہ زرخیز زمینیں چین، ہندوستان اور پاکستان میں دریاؤں کے ساتھ ساتھ واقع ہیں جہاں چاول کاشت کیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ نقد فصلیں بھی کاشت کی جاتی ہیں جیسے جنوب مغربی ایشیا میں کھجوریں، جنوب مشرقی ایشیا میں ربڑ، بھارت، چین اور سری لنکا میں چائے اور جنوب مشرقی ایشیا کے جزائر میں ناریل۔ کھجوریں جزیرہ نما عرب اور ملحقہ علاقوں کی اہم نقد فصل ہے جہاں یہ زمانۂ قدیم سے کاشت ہوتی ہے۔ مجموعی طور پر ہم دیکھیں تو ایشائی ممالک زیادہ تر زراعت سے ہی اپنی ضروریات زندگی پوری کرتے ہیں۔

ایشیا میں غربت کی صورتحال:

پس منظر: دنیا میں ہر انسان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ ایک بہتر زندگی گزار سکے۔ اسے جہاں کی تمام سہولیات میسر ہوں۔ وہ اس سے لطف اندوز ہو لیکن غربت ایک ایسی سماجی کمزوری ہے جس نے معاشرے کے ہر فرد کی زندگی کی ترقی کے سفر کا پہیہ روکے رکھا ہے۔ یہ اسے ہر قسم کی معاشرتی برائیوں کی طرف راغب کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ وہ خودکشی، چوری، ڈاکہ زنی، جسم فروشی ہو یا منشیات فروشی اور اسطرح کے جرائم کے ساتھ ساتھ ایک فرد کے قتل سے بھی اجتناب نہیں کرتا۔ ہمیں یہ معلوم ہے کہ ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کے قتل کے برابر ہے، جس سے معاشرے میں انتشار پیدا ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں یہ سلسلہ بدستور معاشرتی ناانصافیوں و دیگر قدرتی آفات کی وجہ سے بڑھتا جا رہا ہے جو روکنے یا کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا۔ یہ اس وقت جاری رہے گا جب تک لوگوں کو برابری کی بنیاد پر حقوق کی تقسیم اور انصاف کی فراہمی کو یقینی نہ بنایا جائے۔ غربت ایک سماجی مسئلہ ہے جو صرف ایک ملک یا براعظم تک محدود نہیں بلکہ پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے اور ایک گمبھیر مسئلہ بنا ہوا ہے۔ معاشی ماہرین کا کہنا ہے کہ مہنگائی نے لوگوں کا بھرکس نکال دیا ہے۔ ایک عالمی ادارہ کی رپورٹ کے مطابق دنیا بھر میں غربت کے باعث ایک ارب انسان بھوکے سوتے ہیں۔

جنوبی ایشیا میں غربت:

اگر جنوبی ایشیا کی معاشی صورت حال پر نظر ڈالی جائے تو بہتری کے کچھ خاص آثار نظر نہیں آتے۔ ایک طرف تنازعات اور دوسری طرف قرضوں کے بوجھ کی صورت حال اسے مزید ابتر کر رہی ہے۔ وہیں دہشت گردی، بدعنوانی اور بدامنی جیسے حالات میں انسانی وسائل کو سنوارنے نہیں دیا۔ جس سے خطے کے سماجی شعبے بری طرح متاثر ہوئے ہیں۔ ورلڈ بینک کی ۲۰۱۶ کی رپورٹ کے مطابق موجودہ وقت میں جنوبی ایشیا میں غربت نے چھتیس کروڑ بیس لاکھ افراد کو اپنے شکنجے میں جکڑا ہوا ہے، جو دنیا بھر کی مجموعی غریب آبادی کا آٹھ اعشاریہ چھتیس فیصد ہے۔ جسے شمالی افریقہ کے بعد دوسرا بڑا تناسب قرار دیا گیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق جنوبی ایشیا کا لیبر فورس چار فیصد بے روزگار ہے، جب کہ ۷۷ فیصد برسرروزگار افراد کا روزگار بھی غیر یقینی کیفیت کا شکار ہے اور بھارت میں یہ شرح ۸۱ فیصد تک پہنچ چکی ہے[۱]۔ واضح رہے کہ مختلف اداروں کے جاری کردہ اعداد و شمار میں تضاد تو ہو سکتا ہے لیکن اس جیسی برائی کے خطرناک نتائج سے انکار ناممکن ہے۔ جو روز بہ روز ایک جان لیوا وبا کی صورت اختیار کرتی جا رہی ہے۔ روز کی مہنگائی نے عام انسان کی زندگی داؤ پر لگا دی ہے۔ ورلڈ بینک کی رپورٹ ۲۰۱۶ کے مطابق جنوبی ایشیا کے تقریباً تین سو نو ملین لوگوں کی روزانہ آمدن ایک اعشاریہ

---

(۱)The world bank annual report 2016,Page:44

نوے امریکی ڈالر سے کم ہے[1] ۔ جب کہ غربت کا سب سے بڑا تناسب بنگلا دیش میں ہے، جہاں ۴۴ فیصد آبادی ایک اعشاریہ نوے امریکی ڈالر سے بھی کم آمدن پر زندگی گزار رہی ہے۔ دوسرے نمبر پر ۲۱ فیصد کے ساتھ بھارت ہے، تیسرے نمبر پر ۱۵ فیصد کے ساتھ نیپال اسی طرح ۸ فیصد کے ساتھ پاکستان چوتھے نمبر پر، مالدیپ کی چھ فیصد جبکہ سری لنکا اور بھوٹان میں ۲ فیصد عوام غربت کی بین الاقوامی لائن (ایک اعشاریہ نوے امریکی ڈالر) سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ بد قسمتی یہ ہے کہ جنوبی ایشیا میں ان جیسے مسائل سے نمٹنے کے لیے سارک تنظیم تو بنالی گئی لیکن اس کے خاطر خواہ نتائج بر آمد نہ ہو سکے، جو دنیا کے دیگر خطوں میں موجود ممالک کے آپسی اتحاد کو حاصل ہیں۔ اس کی اہم وجہ آپس کے اختلافات ہیں، جن میں خصوصاً بھارت کا سارک ممالک کے مابین غیر سنجیدہ رویہ اور ایک منظم رابطوں کا فقدان ہے۔ پاکستان اور بھارت کے لیے غربت کا خاتمہ ایک مشکل اور صبر آزما ہدف ثابت ہو رہا ہے۔ جہاں پاکستان دنیا میں ایک ایسا ملک ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے قدرتی وسائل سے مالا مال کر رکھا ہے لیکن پھر بھی غربت ہے کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتی۔ حکومت پاکستان کی طرف سے جاری کردہ رپورٹ کے مطابق پانچ کروڑ نوے لاکھ افراد غربت کی سطح سے نیچے کی زندگی کے مشکل دن گزار رہے ہیں۔ اعداد و شمار کے مطابق سن ۲۰۰۰ سے قبل ہر دس میں سے ایک شخص غریب تھا اور اب یہ تعداد تین گنا ہو چکی ہے۔ وزارت مالیات و منصوبہ بندی کی جانب سے بین الاقوامی ترقیاتی اداروں کی موجودگی میں تیار کردہ رپورٹ کے مطابق پاکستان میں خط غربت سے نیچے رہنے والے افراد کی تعداد میں ایک دم حیران کن اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ ملک میں غریب افراد کی تعداد دو کروڑ سے بڑھ کر پانچ کروڑ نوے لاکھ تک جا پہنچی ہے۔ ان افراد میں بلوچستان کی اکہتر فیصد آبادی، سندھ کی تنتالیس اعشاریہ دو فیصد، خیبر پختونخواہ کی انچاس اعشاریہ ایک فیصد اور پنجاب کی اکتیس اعشاریہ پانچ فیصد آبادی شامل ہے[2] ۔ یہ اعداد و شمار انتہائی خوف ناک ہیں۔

خصوصاً جب ملک کو دہشت گردی اور کرپشن جیسے ناسور کا بھی سامنا کرنا پڑ رہا ہو۔ ہمسایہ ملک بھارت کے ملکی اور معاشرتی حالات بھی پر امید نظر نہیں آتے۔ روز جنگی جنون کا شکار اور اسلحہ پر بے شمار دولت خرچ کرنے والے بھارت میں کروڑوں لوگ غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔

---

(۱) The world bank annual report 2016,Page:46

(2) Pakistan Economic Survey 2015-16,Ministry of Finance,Pakistan Chapter 16,Annexure-III/Poverty, Page:285

اقوام متحدہ کی جاری کردہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ دنیا کے ایک تہائی غریب افراد بھارت میں کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ ایک ارب ۳۵ کروڑ کی آبادی والے ملک میں ۳۰ کروڑ سے زائد افراد انتہائی غربت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ لاکھوں لوگ گھر جیسی نعمت سے بھی محروم ہیں اور بے سروسامانی میں زندگی کے دن گزارنے پر مجبور ہیں۔ [1]

کیپ جیمنی نامی فنانس کمپنی کے مطابق دنیا کی دولت کا کنٹرول شمالی امریکہ، یورپ اور دیگر خطوں کی بجائے ایشیا کے کروڑ پتیوں کے پاس ہے، دنیامیں صرف ایک فیصد افراد کی دولت ۹۹ فیصد افراد کے برابر ہے، ۲۰۱۵ میں چین اور جاپان کے کروڑ پتی افراد کی دولت میں دس فیصد اضافہ ہوا، ۳۰سال قبل کی نسبت کروڑ پتی افراد کی تعداد میں چار گنا اضافہ ہوا ہے اور اب یہ ۶۰۰ کھرب ڈالر ہو گئی ہے، اس رپورٹ کے مطابق اس دولت میں ۲۰۲۵ تک ۱۰۰۰ کھرب ڈالر کا اضافہ ہو سکتا ہے، ایشیا میں یہ ۔ نمو۔ مالیاتی خدمات اور صحت کے شعبے کی وجہ سے ہوا ہے، ایشیا کے کروڑ پتی افراد کے پاس شمالی امریکہ کے کروڑ پتی افراد کے ۱۶۰ کھرب ڈالر پر مشتمل اثاثوں کے مقابلہ میں ۱۷۴ کھرب ڈالر پر مشتمل ہے، اگرچہ امریکہ ارب پتی افراد کی تعداد کے لحاظ سے ۴۵ لاکھ ۴۵ ہزار افراد کے ساتھ دنیا میں پہلے نمبر پر ہے، دنیا بھر میں گذشتہ سال کروڑ پتی افراد کی دولت میں چار فیصد اضافہ ہوا ہے [2]، او کسفیم نامی ادارے کی رپورٹ [3] کے مطابق دنیا کے ۵۰ فیصد غریب لوگوں کی مجموعی دولت کے برابر دولت صرف ۶۲ افراد کے ہاتھوں میں ہے۔ ایشیا دنیا کا سب سے بڑا اور زیادہ آبادی والا بر اعظم ہے، یہ زمین کے کل رقبے کا آٹھ اعشاریہ چھ فیصد، کل بری علاقے کا انتیس اعشاریہ چار فیصد (۴۵ کروڑ مربع کلومیٹر) اور دنیا کی کل آبادی کے ۶۰ فیصد آبادی (چار ارب سے زائد) پر مشتمل ہے، ایشیا روایتی طور پر یوریشیا کا حصہ جس کا مغربی حصہ یورپ ہے، زیادہ تر ماہرین ارضیات و طبعی جغرافیہ دان یورپ اور ایشیا کو الگ بر اعظم تسلیم نہیں کرتے بلکہ انہیں ایک ہی قطعہ زمین کا حصہ قرار دیتے ہیں، ایشیا میں سب سے اونچا اور سرد ترین مقام پایا جاتا ہے، بر اعظم ایشیا میں آبادی کے لحاظ سے چین پہلا اور بھارت دوسرا بڑا ملک ہے، بھارت کو دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کہا جاتا ہے اور چین دنیا کی تیزی سے ابھرتی ہوئی معاشی و عسکری قوت ہے، جنوب مشرقی ایشیا میں ہزاروں جزائر ہیں جہاں آتش فشاں کا پھٹنا اور زلزلے آئے روز کا معمول ہیں ان زلزلوں میں سب سے خوفناک زلزلہ ۲۰۰۵ میں

(1) The World Bank Group Annual Report, Poverty and Equity Global Practice Group, April 2016,Page:2

(2) Asia-Pacific Wealth Report 2017,Capgemini,Page:6-7

(3) Oxfam International Advocacy, Washington Press Release2016-01-18, Retrived 8-2-17, https://www.oxfam.org/en/pressroom/pressreleases/2016-01-18/62 -people-own-same-half-world-reveals-oxfam-davos-report.

آیا، زیر آب آنے والے اس زلزلہ سے پیدا ہونے والی لہروں سونامی نے بحر ہند کے گرد بسنے والے ممالک کے لاکھوں افراد کو نگل لیا تھا، بہت بڑے جنگلات اور دنیا کے مشہور صحرا بھی اس براعظم میں ہیں، دنیا کی سب سے بڑی جھیل قروبن بھی براعظم ایشیا میں ہی ہے، ایک طرف جاپان اور مشرق وسطیٰ کی خلیجی ریاستوں کے عوام طرز زندگی کے اعلیٰ معیار اپنائے ہوئے ہیں وہیں دنیا کے چند غریب ترین ممالک بھی ایشیا میں پائے جاتے ہیں، ایشیا کے غریب ممالک کو خانہ جنگی، قحط، قدرتی آفات، زراعت کے لئے جدید طریقہ کار اختیار نہ کرنے اور کرپٹ حکمرانوں کے باعث شدید مشکلات کا سامنا ہے، ایشیا کی بیشتر آبادی کا ذریعہ معاش زراعت ہے، چند ممالک میں صنعتیں ہیں مگر بہت ہی کم، چین اور روس میں بھاری صنعتیں قائم ہیں، صنعتی پیداوار کے حوالے سے جاپان سر فہرست جسے ٹیکنالوجی کی صنعت میں عالمی قائد مانا یا سمجھا جاتا ہے، وسط ایشیا میں قازقستان، کرغزستان، تاجکستان، ازبکستان اور ترکمانستان۔ مشرقی ایشا میں عوامی جمہوریہ چین، ہانگ کانگ، جاپان، مکاؤ، منگولیا، شمالی کوریا، جنوبی کوریا اور تائیوان۔ جنوب مشرقی ایشیا میں برونائی، کمبوڈیا، انڈونیشیا، لاؤس، ملائیشیا، میانمار، برما، فلپائن، سنگاپور، تھائی لینڈ اور ویتنام۔ مغربی ایشیا میں بحرین، غزہ، ایران، عراق، اسرائیل، اردن، کویت، لبنان، اومان، قطر، شام، مغربی کنارہ، یمن، سعودی عرب، شام اور مصر۔ جنوبی ایشیا میں افغانستان، پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش، بھوٹان، مالدیپ، نیپال اور سری لنکا ہیں۔ براعظم ایشیا کے دو ہمسایہ ایٹمی ممالک بھارت اور پاکستان میں غربت کی شرح خطرناک حد تک ہے، ورلڈ بینک (۱) کی رپورٹ کے مطابق بنگلہ دیش میں یہ شرح چھہتر اعشاریہ پانچ فیصد، بھارت میں دو اعشاریہ انسٹھ فیصد ہے۔

اکانومی سروے (۲) کے مطابق ۵ کروڑ ۹۰ لاکھ پاکستانی غربت کی لکیر کے نیچے زندگی گزار رہے ہیں، چھ اعشاریہ سات ملین خاندانوں کی ماہانہ آمدنی صرف ۳۰۳۰ روپے سے کم ہے، اس رپورٹ کے مطابق پاکستان میں غریب افراد کی تعداد میں حیران کن حد تک اضافہ ہوا ہے، ملک میں پہلے یہ تعداد ۲ کروڑ تھی جو بڑھ کر ۶ کروڑ تک جا پہنچی ہے، وزیر خزانہ اسحاق ڈار اپنی ہی حکومتی رپورٹ کو مسترد کرتے ہوئے ترقی اور غربت میں کمی کا نعرہ مستانہ بلند کیا ہے ان کے اس بیان پر عالمی بینک کے سربراہ "پیچاجو تھوالا نگووان" نے کہا تھا کہ پاکستان جیسے ملک کی جانب سے غربت کے نئے عالمی معیار کو نہ ماننا سمجھ سے بالاتر ہے حالانکہ اس سے غربت ختم کرنے میں بہت مدد مل سکتی ہے، اگر غلامی کے حوالے سے عالمی رپورٹ کا

---

(۱) عالمی بنک یا عالمی بنک گروپ کل پانچ عالمی تنظیموں پر مشتمل ہے۔ جو رکن ممالک کو معاشی ترقی اور غربت کے خاتمے کے لیے قرضہ فراہم کرتے ہیں یا اس کے لیے مشورے دیتے ہیں۔ اس کا قیام بریٹن وڈز کے معاہدے کے تحت ۲۷ دسمبر ۱۹۴۵ عمل میں آیا تھا۔ اس نے ۲۵ جون ۱۹۴۶ کو کام شروع کیا۔

(2) Pakistan Economic Survey 2015-16,Ministry of Finance,Pakistan Overview of the Economy,Page:xiv

ذکر کیا جائے تو دنیا میں غلامی کے زیر سایہ زندگی بسر کرنے والوں کی سب سے زیادہ تعداد بھی ایشیا ہی میں ہے جن میں سر فہرست ممالک کا تعلق جنوبی ایشیا سے ہے، اس رپورٹ کے مطابق دنیا بھر میں ۳ کروڑ سے زائد افراد جدید قسم کی غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں جس میں کل تعداد کے لحاظ سے پاکستان تیسرے نمبر پر ہے پڑوسی ملک انڈیا میں سب سے زیادہ تقریباً ۱۵۰۰۰۰۰۰ افراد غلام ہیں جنوبی ایشیا کا ملک نیپال اس فہرست میں آبادی کے تناسب سے پانچویں نمبر پر ہے، اس فہرست میں زیادہ تعداد ایشیائی ممالک کی ہے، انڈیا، پاکستان، بنگلہ دیش کے ممالک میں انسانی استحصال سب سے زیادہ ہے، ان ممالک میں بد تر حکمرانی، ذات پات ، مذہبی تعصب، فرقہ ورایت، لسانیت، کرپشن جیسی لعنتوں نے بری طرح جنم لے رکھا ہے، یہاں کے امیر امیر تر ہوتے جا رہے ہیں اور غریب غریب تر۔ انسانی زندگی کی زبوں حالی کے ایسے مناظر کہیں اور نہیں ملیں گے جو اعلیٰ طبقات کیوجہ سے ہو، ان ممالک کے حکمران خود کو ایک الگ ہی مخلوق تصور کرتے ہیں، عام آدمی کی زندگی سے ان کا دور دور تک کسی نوعیت کا تعلق ثابت نہیں ہوتا، ایشیائی ملک روس افغانستان میں اپنی عالمی قوت کھو بیٹھا اب چین ہی وہ واحد مملکت ہے ہے جو عالمی سپر پاور امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے مقابل کھڑا ہونے کی پوزیشن میں ہے روس چین اور جاپان کے علاوہ دیگر ایشیائی ممالک کی اکثریت جن میں خاص طور پر مسلم ممالک شامل ہیں ہمیشہ سے یورپ کے زیر سایہ ہیں، انکے مقروض ہیں حال ہی میں پاکستان کے عسکری اداروں نے امریکہ اور افغانستان کو اپنی اوقات میں رہنے کا سگنل دیا ہے ایسی صورتحال پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ سامنے آئی ہے جس سے اس خطہ میں کسی بڑی تبدیلی کے آثار نظر آنا شروع ہو گئے ہیں، اگر ہمارے جمہوری حکمران خود کو ٹھیک کر لیں، صادق اور امین بن جائیں ، اپنی قومی خارجہ پالیسی کو درست کر لیں، جاگیر درانہ نظام سے چھٹکارا حاصل ہو، لوٹ مار کے بازار سے تائب ہو جائیں اور بلا تفریق بے رحم احتساب کیا جائے تو براعظم ایشیا کی اہم ریاست پاکستان ان ممالک میں ضرور شامل ہو جائے گا جہاں زندگی زندگی نظر آئے گی ذلت نہیں، کوئی انسان غلاظتوں کے ڈھیروں سے پھر روزی تلاش کرتا نظر نہیں آئے گا۔ بہر حال یہ عدم توازن بہت حیرت زدہ ہے کہ دولت بھی ایشیا میں اور غربت کے ڈیرے بھی ایشیا میں ہی سب سے زیادہ ہیں۔ (۱)

(1)Shahid,A.Hameed,Major Issues in Pakistan Economy,Ilmi Kitab khana, Lahore,2008-09,Page:109-114

یورپ میں غربت کی صورتحال:

آبادی:

یورپ (Europe) دنیا کے سات روایتی براعظموں میں سے ایک ہے تاہم جغرافیہ دان اسے حقیقی براعظم نہیں سمجھتے اور اسے یوریشیا کا مغربی جزیرہ نما قرار دیتے ہیں۔ اصطلاحی طور پر کوہ یورال کے مغرب میں واقع یوریشیا کا تمام علاقہ یورپ کہلاتا ہے۔

یورپ کے شمال میں بحر منجمد شمالی، مغرب میں بحر اوقیانوس، جنوب میں بحیرہ روم اور جنوب مشرق میں بحیرہ روم اور بحیرہ اسود کو ملانے والے آبی راستے اور کوہ قفقاز ہیں۔ مشرق میں کوہ یورال اور بحیرہ قزوین یورپ اور ایشیا کو تقسیم کرتے ہیں۔

یورپ رقبے کے لحاظ سے آسٹریلیا کو چھوڑ کر دنیا کا سب سے چھوٹا براعظم ہے جس کا رقبہ ایک کروڑ چالیس لاکھ مربع کلومیٹر ہے جو زمین کے کل رقبے کا صرف دو فیصد بنتا ہے۔ یورپ سے بھی چھوٹا واحد براعظم آسٹریلیا ہے۔ آبادی کے لحاظ سے یہ تیسرا سب سے بڑا براعظم ہے جس کی آبادی ۷۱ کروڑ ہے جو دنیا کی کل آبادی کا ۱۱ فیصد بنتا ہے۔

یورپ میں غربت کی صورتحال:

اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ کے مطابق یورپ میں ۱۳ ملین بچے کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ یونان میں ہر تیسرا بچہ رات کا کھانا کھائے بغیر سوتا ہے۔ رومانیہ اور بلغاریہ میں بھی بچوں والے خاندانوں کی صورت حال انتہائی ابتر ہے۔ ماہرین نے جو جائزہ تیار کیا ہے اس کے تحت ناروے جیسے امیر ملکوں میں بھی غریب خاندان اپنے بچوں کو وہ بنیادی سہولتیں فراہم کرنے کے قابل نہیں ہیں جو اقوام متحدہ کے مقرر کردہ معیار کے مطابق حاصل ہونا ضروری ہیں۔ اقوام متحدہ نے درج ذیل ۱۴ اشیاء اور سہولتوں کو ایک اوسط بچے کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔

۱۔ تین وقت کھانا

۲۔ ایک وقت کھانے میں گوشت، مرغی یا مچھلی

۳۔ روزانہ تازہ فروٹ و سبزیاں

۴۔ بچوں کی عمر کے مطابق پڑھنے کی کتابیں

۵۔ فارغ اوقات میں استعمال کے لئے سائیکل اور دوسرے آلات وغیرہ

۶۔ فارغ اوقات میں کھیل کی سہولتیں

۷۔ گھر کے اندر کھیل کے مواقع اور سہولتیں

۸۔ اپنی کلاس اور دوستوں کے ساتھ جانے کے لئے پیسے

۹۔ ایسی پرسکون روشن جگہ جہاں بچہ اسکول کا کام کرسکے

۱۰۔ انٹرنیٹ کی سہولت

۱۱۔ نئے کپڑوں کی استطاعت

۱۲۔ دو جوڑی جوتے

۱۳۔ دوستوں کو گھر بلانے کے مواقع

۱۴۔ سالگرہ یا اس قسم کی تقریبات کا اہتمام کرنے کے مالی وسائل

اقوام متحدہ کے اندازے کے مطابق اگر کوئی خاندان اپنے بچوں کو ان میں سے دو یا اس سے زیادہ سہولتیں فراہم نہیں کرسکتا تو اسے غربت کی زندگی کہا جائے گا۔ اور اس میں بہتری لانے کی ضرورت ہے۔ یورپ کا جو جائزہ سامنے آیا ہے اس کے مطابق رومانیہ میں ۷۲ فیصد بچے اس کیٹیگری میں آتے ہیں۔ بلغاریہ ۵۶ فیصد اور ہنگری میں ۳۲ فیصد بچے اسی قسم کی صورت حال سے گزر رہے ہیں۔

حیرت انگیز طور پر ناروے میں نو اعشاریہ ایک فیصد بچے ایسے گھرانوں میں پروان چڑھتے ہیں جو اپنے بچوں کو یہ ساری سہولتیں فراہم کرنے سے قاصر ہیں۔ یہ شرح آئس لینڈ میں سب سے بہتر ہے جہاں ایک فیصد سے کم خاندان اس سطح پر پائے گئے ہیں۔ ماہرین کا خیال ہے کہ بچوں کی صورتحال سے کسی معاشرے کے رفاہی نظام اور سہولتوں کا اندازہ کیا جاسکتا ہے ماہرین کا یہ بھی کہنا ہے کہ برے حالات میں پروان چڑھنے والے بچے باقی ماندہ زندگی سماجی مسائل اور مشکلات کا شکار رہتے ہیں۔[1]

جرمن فاؤنڈیشن بیر ٹلزمن سٹفٹنگ کے ایک تازہ جائزے کے مطابق یورپی یونین میں ۱۸ سال سے کم عمر افراد کا تقریباً ایک تہائی غربت اور سماجی سطح پر امتیازی سلوک کے خطرے سے دوچار ہے۔ سوشل جسٹس نامی انڈیکس میں ۲۸ رکنی یورپی یونین میں ۳۵ مختلف شعبوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ بیر ٹلزمن کے اس تازہ جائزے نے شمالی اور جنوبی یورپ کے مابین اس تناظر میں فرق کو مزید واضح کیا ہے۔ اس رپورٹ میں مزید بتایا گیا ہے کہ ۲۶ ملین افراد یا کل آبادی کا نو اعشاریہ ستائس فیصد غربت میں زندگی گزار رہا ہے۔ یہ افراد مکمل طور پر معاشرے میں ضم بھی نہیں ہوسکے ہیں اور ان

---

(1)Unicef for every child,December 2017,Child Poverty in Europe and Central Asia regions,Child Deprivation Index,Page:29-30

کے پاس انضمام کے حوالے سے شاید وسائل بھی موجود نہیں ہیں۔[1] گزشتہ روز جاری کیے جانے والے سماجی انصاف یا سوشل جسٹس انڈیکس کے مطابق ۲۰ سے ۲۴ سال کی درمیانی عمر کے نوجوانوں کے پاس بہتر مستقبل کے مواقع بہت زیادہ نہیں ہیں اسی وجہ سے ان کے پاس کسی بڑے ادارے میں تربیت یا روزگار کے امکانات بھی قدرے محدود ہو جاتے ہیں۔ بیر ٹلزمن کے مطابق اس تناظر میں صرف جرمنی اور سویڈن میں صورتحال بہتر ہوئی ہے جبکہ یورپی یونین کے دیگر رکن ممالک میں ان افراد کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے، جو غربت سے چنگل میں پھنس سکتے ہیں۔ اس جائزے میں مزید واضح کیا گیا کہ کچھ ممالک کی صورتحال میں تو نمایاں خرابی رونما ہوئی ہے۔ ان میں جنوبی یورپی ممالک سپین، یونان، پرتگال اور اٹلی بھی شامل ہیں۔ ان ممالک میں غربت کے شکار نوجوانوں کی تعداد دو اعشاریہ ایک ملین سے بڑھ کر چھ اعشاریہ سات ملین ہو گئی ہے۔[2] جائزے میں مزید بتایا گیا ہے کہ کم آمدنی والے گھرانوں میں پروان چڑھنے والے بچوں کے پاس اکثر مستقبل بنانے کے لیے امکانات کی ہی کمی نہیں ہوتی بلکہ ان کو مناسب آسائشیں بھی میسر نہیں ہو پاتیں۔ اس وجہ سے اس جائزے میں لکھا گیا ہے کہ یورپ میں سماجی اور اقتصادی بنیادوں پر کسی نسل کے ضائع ہونے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ یورپی یونین اور اس کے ارکان کو اس سلسلے میں بھرپور اور موثر اقدامات کرنے ہوں گے تاکہ لوگوں کو بہتر مواقع حاصل ہو سکیں۔[3]

براعظم افریقہ میں غربت کی صورتحال:

آبادی اور طرز معاشرت:

افریقہ (Africa) رقبے کے لحاظ سے کرہ ارض کا دوسرا بڑا براعظم، جس کے شمال میں بحیرہ روم، مشرق میں بحر ہند اور مغرب میں بحر اوقیانوس واقع ہے۔ دلکش نظاروں، گھنے جنگلات، وسیع صحراؤں اور گہری وادیوں کی سرزمین جہاں آج ۵۳ ممالک ہیں جن کے باسی کئی زبانیں بولتے ہیں۔

---

(1)Social Justice in the EU-Index Report 2017,Social Inclusion Monitor Europe, Bertelsmann Stiftung,Germany,Page:20

(2) Social Justice in the EU-Index Report 2017,Social Inclusion Monitor Europe, Bertelsmann Stiftung,Germany,Page:18-19

(3) Forbes,World Bank warning:Europe's poor are slipping further behind, Fueling region's Populism,David schrieberg,11March 2018

افریقہ کی بیشتر آبادی دیہات میں رہتی ہے لیکن چند بڑے شہر بھی ہیں جن میں قاہرہ قابل ذکر ہے، کی آبادی ۶۵ لاکھ ہے اور یہ براعظم کا سب سے بڑا شہر ہے۔ شمالی افریقہ اور مشرقی افریقہ کے بیشتر ممالک کا مذہب اسلام ہے اور وہ دنیا کے دیگر اسلامی ممالک کے ساتھ عالمی اسلامی اخوت کے گہرے رشتے میں بندھے ہوئے ہیں۔

رقبے کے لحاظ سے دنیا کا دوسرا سب سے بڑا براعظم ہونے کے باوجود افریقہ کی آبادی زیادہ نہیں خصوصاً صحرائی علاقوں میں آبادی نہ ہونے کے برابر ہے۔ زیادہ تر آبادی پانی کے ذخائر اور زرخیز علاقوں میں ہے۔ افریقہ میں شرح پیدائش بہت زیادہ ہے اس لیے آبادی میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ اقوام متحدہ کی خوراک اور زراعت کی تنظیم (FAO) کے مطابق افریقہ میں تقریباً ۲۳۳ ملین لوگ خوراک کی کمی کا شکار ہیں۔ ۲۰۱۲ میں سب صحارن افریقہ میں ۳۸۹ ملین لوگ یعنی کل آبادی کا بیالیس اعشاریہ سات فیصد ایسے ہیں جو یومیہ ایک اعشاریہ نوے ڈالر یا اس سے بھی کم پر زندگی گزار رہے ہیں۔ افریقہ کی بیشتر عوام کا طرز زندگی انتہائی سادہ ہے لیکن مغربی اشیاء کے استعمال کے رحجان میں اب اضافہ ہو رہا ہے۔ کئی ممالک میں تعلیم عام کرنے کے منصوبہ جات کے تحت خواندگی اور صحت کو بہتر بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔[1]

براعظم امریکہ میں غربت کی صورتحال:

ایک تحقیقاتی ادارے نے اعلان کیا ہے کہ ترقی یافتہ ملکوں میں امریکہ میں سب سے زیادہ غریب افراد پائے جاتے ہیں۔ فرانس کے اینگالیتہ انسٹی ٹیوٹ نے اپنی تازہ تحقیق میں کہا ہے کہ امریکہ میں دوہزار گیارہ میں سترہ اعشاریہ ایک فیصد غریب شہری تھے جسکی وجہ سے ترقی یافتہ ملکوں میں امریکہ میں سب سے زیادہ غریب افراد پائے جاتے ہیں اور اس کے بعد یونان کا نمبر آتا ہے۔ امریکہ میں غربت کے بارے میں اعداد و شمار کے سامنے آنے سے امریکہ کو ہمیشہ شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ امریکہ دنیا کی سب بڑی معیشت ہے اور اس ملک میں سب سے بڑے دولت مند افراد زندگی گذارتے ہیں۔ انیس سو ساٹھ سے جب سے صدر جان لینڈوں کی حکومت نے غربت کے خلاف جنگ کے نعرے کے تحت کام شروع کیا تھا اب تک امریکہ میں غربت کا خاتمہ کرنے کے لئے بے شمار اقدامات کئے جاچکے ہیں لیکن اس کے باوجود اعداد و شمار کے مطابق دوہزار نو میں غریبوں کی تعداد اتنی ہی ہوگئی ہے جتنی کہ انیس سو ساٹھ میں تھی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ امریکہ میں نصف صدی کی کوششیں رائیگاں گئی ہیں۔ امریکہ میں چار افراد پر مشتمل خاندان کی آمدنی اگر تئیس ہزار آٹھ سو پچاس ڈالر

(1) The World Bank Group Annual Report,Africa,April 2016,Page:24-26

سے کم ہوتو کہا جاتا ہے کہ وہ غربت کی لکیر کے نیچے زندگی گذار رہا ہے۔ کہا جاتا ہے پچیس سے پچھتر سالہ امریکیوں کی اکثریت نے عمر میں کئی مرتبہ غربت کا تلخ مزہ چکھا ہے۔ رنگین فاموں اور سنگل پیرنٹ[1] کے بچوں میں غربت کی شرح زیادہ دکھائی دیتی ہے۔ امریکہ میں اعلان کیا گیا ہے کہ سولہ ملین بچوں کو زندگی گذارنے کے لئے حکومت یا خیراتی اداروں کی غذائی امداد کی ضرورت ہے۔ یونیسف نے بھی اعلان کیا ہے کہ دوہزار تیرہ میں غریب بچوں کی تعداد کے لحاظ سے امریکہ ترقی یافتہ ملکوں میں دوسرے نمبر پر تھا۔ امریکہ میں غربت کے پھیلاؤ کی بہت سی وجوہات بیان کی گئی ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ امریکہ پر حکم فرما سرمایہ دارانہ نظام نے عدم مساوات کو تسلیم کر لیا ہے اور سماجی ڈارونیزم کی بنا پر کمزور طبقہ مجملہ اقتصادی لحاظ سے کمزور طبقہ یعنی غریبوں کی قسمت میں فنا ہونا لکھا ہے۔ اس درمیان نہ حکومت کے پاس غربت ختم کرنے کے لئے مالی ذرائع ہیں اور نہ ہی بے انتہا دولت مند افراد ملک میں غربت ختم کرنے کے کاموں میں شریک ہونے کے لئے راضی ہیں۔ اسی وجہ سے ہر سال امریکی ارب پتیوں کے مال و دولت پر ٹیکسوں میں کمی کی جاتی ہے اور حکومت کے پاس محروم طبقوں کے لئے رفاہی منصوبوں پر عمل کرنے کے لئے بجٹ نہیں ہوتا ہے۔ امریکہ میں غربت کی دوسری وجہ فوجی منصوبوں اور داخلی سطح اور عالمی سطح پر سکیورٹی پروگراموں کے عظیم منصوبوں پر بے پناہ پیسہ خرچ کرنا ہے۔ صرف گذشتہ پندرہ برسوں میں امریکی حکومت نے افغانستان اور عراق کی جنگوں پر ایک ٹریلین ڈالر خرچ کئے ہیں۔ اگر اس کی نصف رقم مالی امداد یا روزگار فراہم کرنے کے منصوبوں کے تحت خرچ کی جاتی تو امریکہ کے لاکھوں افراد غربت کی لکیر سے اوپر آجاتے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ امریکہ میں غلط مالی تدابیر سے دوہزار سات میں سرمایہ دارانہ نظام کے گذشتہ اسی برسوں کا سب سے بھیانک مالیاتی بحران شروع ہوا تھا جس سے امریکہ میں غربت میں اضافہ ہوا۔ اس بحران سے ایک طرف تو بے روزگاری بڑھی اور دوسری طرف سے لوگوں کے گھروں کو ضبط کیا جانے لگا اور حکومت کے پاس بھی رفاہی منصوبوں کے لئے پیسہ نہیں رہا۔ گذشتہ دو برسوں میں مالی مشکلات کی وجہ سے حکومت نے بے روزگاری کے بیمے کی مدت میں کمی کردی اور غذائی امداد کے منصوبے میں بھی کم افراد کو شامل کیا جا رہا ہے۔ ایسا ملک جو دنیا میں اقتصادی قیادت کا دعویدار ہے اور جس میں ہزاروں ارب پتی زندگی گذار رہے ہوں وہاں پینتالیس ملین غریبوں کا وجود شرمناک ہے۔[2]

اقوام متحدہ کے مطابق دنیا میں غربت وافلاس کی صورتحال:

اقوام متحدہ کے ادارے ورلڈ فوڈ پروگرام کے اعداد و شمار بھوک، افلاس اور غربت کے سلسلے میں چونکا دینے والے ہیں، اقوام متحدہ کے مطابق دنیا میں جتنے لوگ غذائیت کی کمی کا شکار ہیں، ان میں سے دو تہائی لوگ دنیا کے سات

---

(۱) سنگل پیرنٹ: ماں کا اپنے بچے کو بغیر باپ اکیلے پالنے کا مسئلہ۔

(2) The Guardian, A journey through a land of extreme poverty:welcome to America,Ed Pilkington,15 Dec2017

ملکوں میں رہتے ہیں، ان میں بنگلہ دیش، چین، بھارت، انڈونیشیا، پاکستان، کانگو اور ایتھوپیا شامل ہیں۔ دنیا کی موجودہ آبادی ایک اندازے کے مطابق سات اعشاریہ تین بلین یعنی سوا سات ارب سے کچھ زائد ہے۔ مغربی ادارے اور تنظیمیں اس کو اگرچہ آبادی اور ذرائع کے تناسب میں غیر ہم آہنگی قرار دیتے ہیں، تاہم اس میں بنیادی عمل دخل ملکوں کے نظام معیشت اور کجرو اقتصادیات کا ہے، دنیا میں ۸۵ کروڑ افراد خوراک کی کمی کا شکار ہیں۔ اس سے نمٹنے کیلئے بے تحاشا رقوم خرچ کی جاتی ہیں، لیکن نتائج اس کے برعکس نظر آتے ہیں، کیونکہ غریب ملکوں کا انحصار عالمی مالیاتی ڈھانچوں پر ہے، آپ اگر دنیا میں ارب پتی اور بلینئرز Billionaires [1] کی لسٹ چیک کریں تو آئے روز یہ لسٹ لمبی اور طویل ہوتی چلی جا رہی ہے۔ روپیہ چند افراد کے ہاتھوں لونڈی بن کر رہ گیا ہے، امیر اور غریب کے درمیان حائل خلیج وسیع تر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ ۱۷ اکتوبر کو "عالمی یوم بھوک" کا دن منایا جاتا ہے [۲] جس میں بھوک اور افلاس کے مارے لوگوں کی دادرسی اور انہیں کھانا کھلانے کی بات ہوتی ہے، دنیا بھر میں غربت سے ڈسے لوگوں کی رپورٹیں زیر بحث ہوتی ہیں۔ ورلڈ بینک کے مطابق ۲۰۱۳ میں دنیا میں تقریباً ۷۶۷ ملین لوگ جو کل آبادی (سات اعشاریہ چھ بلین) کا دس اعشاریہ سات فیصد بنتے ہیں ایسے ہیں جنکی یومیہ آمدنی ایک اعشاریہ نوے ڈالر سے بھی کم ہے ان میں سے زیادہ کا تعلق کم آمدنی والے ممالک سے ہے۔ اور تقریباً ۱۱ ملین لوگ انکا تعلق ترقی یافتہ ممالک سے ہے [۳]، ان حالات کے تناظر میں کہا جاتا ہے کہ دنیا کا مستقبل بھوکا ہے۔ کتنی تعجب کی بات ہے کہ ذرائع اور پیداوار چند دہائیاں پہلے کئی گنا کم تھیں۔ اب وسائل اور پیداوار کئی گناہ زیادہ ہو چکے ہیں، مگر یہ نظام غریب کا چولہا مزید ٹھنڈا کئے جا رہا ہے، یقیناً اس نظام میں یہی کچھ متوقع ہے کیونکہ یہ نظام صرف اشرافیہ اور امراء کے پیٹ بھرنے کیلئے بنایا گیا ہے، غریب سے ایک نوالہ تک بھی چھین لینا اس کا مقصد ہے۔ موجودہ دور میں غریب آدمی اپنا خون پسینہ بہا کر چند روپے کماتا ہے تو اسے ٹیکس سے کوئی چھوٹ نہیں جبکہ اربوں پتی کروڑوں کے ٹیکس ہڑپ کر جاتے ہیں۔ اس نظام میں غربت کی لکیر لمبی ہی ہوتی چلی جاتی ہے۔ جب معاشرے میں یہ نظریہ اور عقیدہ پایا جائے کہ جو آدمی سیر ہو کر تو سو گیا مگر اس کا پڑوسی بھوکا رہا تو اس کا ایمان ہی کامل نہیں ہے۔ جہاں دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دینے کا درس ملتا ہے، جہاں یہ تعلیمات ہیں کہ اوپر والا ہاتھ، (دینے والے) نیچے والے ہاتھ (لینے والے) سے بہتر ہے۔ وہاں ایسے واقعات پیش نہیں آئیں گے۔ درحقیقت ہم نے اپنا نظام اسلام سے جدا کیا تو سیاست، معاشرت اور معیشت ہر میدان میں ذلت و پستی کا سامنا کرنا پڑا، کیونکہ اسلام جیسے دین فطرت سے اعراض کرنا ہی مسائل کو جنم دینے کا

---

(1) The Guardian, Number of Billionaires worldwide surged to 2754 in 2017, Rupert Neate,15 May2018.

(2) http://www.un.org/en/events/povertyday Retrived 15-02-17.

(3) http://www.worldbank.org/en/topic/poverty/overviewRetrived 18-02-17.

باعث ہے۔ اسلامی طرز زندگی میں ہی ہمارے جمیع مسائل کا حل ہے۔ معاملہ ہم پر منحصر ہے کہ اسے اپنانے میں ہم کس قدر سنجیدہ ہیں، بھوک اور افلاس کے محض دن منانے اور صرف ایک دن بھوک سے مارے بچوں اور بڑوں سے رسمی طور پر ہمدردی جتانے سے کچھ نہیں ہو گا۔

سن انیس سو اناسی میں عالمی ادارہ خوراک کی بیسویں کانفرنس میں سولہ اکتوبر کو یوم خوراک کا عالمی دن قرار دیا گیا اور سن انیس سو بانوے میں اقوام متحدہ[1] کی جانب سے سترہ اکتوبر کو غربت کے خاتمہ کا عالمی دن قرار دیا گیا ہے۔ اگرچہ ان دونوں موضوعوں پر الگ الگ گفتگو کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ ہم دونوں موضوعات کے درمیان پائے جانے والے تناسب سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دنیا میں غربت اور بھوک کی مشکلات کا جائزہ لے رہے ہیں۔

تیسرے ہزاریے کا نئے خوابوں کے ساتھ آغاز ہوا۔ ستمبر سن دو ہزار میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں ایک سو انچاس ممالک کے سربراہوں کے دستخط سے اقوام متحدہ کے ترقیاتی ہزاریے کے پروگرام کے اعلامیہ کو منظور کیا گیا۔ اس پروگرام میں آٹھ عالمی مقاصد کو پیش نظر رکھا گیا اور اقوام متحدہ کے رکن ممالک نے سن دو ہزار پندرہ تک ان مقاصد کو پورا کرنے کا وعدہ کیا۔ اس اعلامیہ کے پہلے مقصد کے مطابق سن دو ہزار پندرہ تک دنیا میں غریب لوگوں کی تعداد کم ہو کر نصف تک پہنچنی چاہیے[2]۔ اس وعدے کے پورا ہونے کا تو کوئی امکان تاحال نظر نہیں آرہا اور نہ ہی دنیا میں غریبوں کی تعداد کم ہو کر نصف تک پہنچی ہے البتہ تاحال دنیا کی ایک چوتھائی آبادی غربت کی لکیر سے نیچے کی زندگی ضرور گزار رہی ہے۔ یعنی لوگ روزانہ ایک ڈالر نوے سینٹ پر اپنی زندگی گذار رہے ہیں۔

غربت و افلاس انتہائی تکلیف دہ سماجی مشکل ہے جو ہمیشہ انسانی معاشرے کے دامن گیر رہی ہے۔ مسلسل کی جانے والی جد جہد اور مختلف کوششوں کے باوجود یہ سماجی اور اقتصادی مشکل حل نہیں ہو سکی اور اس کا خاتمہ نہیں کیا جا سکا۔ عالمی ادارہ صحت کے مطابق دنیا میں ارسٹھ فیصد لوگ[3] ایسے ہیں جو مختلف وسائل (صاف پانی، خوراک اور مناسب طبی سہولیات) کی عدم دستیابی کی وجہ سے مختلف بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ مناسب غذا ہر انسان کی جسمانی توانائی، سماجی اور اقتصادی سرگرمیوں کے لئے ایک اہم ضرورت ہے اور زندگی کی ابتدائی ضروریات میں اس کا شمار

---

(۱) اقوام متحدہ: ۲۵ اپریل، ۱۹۴۵ء سے ۲۶ جون، ۱۹۴۵ء تک سان فرانسسکو، امریکا میں پچاس ملکوں کے نمائندوں کی ایک کانفرس منعقد ہوئی۔ اس کانفرس میں ایک بین الاقوامی ادارے کے قیام پر غور کیا گیا۔ چنانچہ اقوام متحدہ یا United Nations کا منشور یا چارٹر مرتب کیا گیا۔ لیکن اقوام متحدہ ۲۴ اکتوبر، ۱۹۴۵ء میں معرض وجود میں آئی۔ اقوام متحدہ یا United Nations Organizations کا نام امریکا کے سابق صدر فرینکلن ڈی روزویلٹ نے تجویز کیا تھا۔

(2)http://www.un.org/en/events/pastevents/millennium_summit.shtml Retrived 18-02-17

(3) http://www.who.int/gho/en/Retrived 18-02-17

ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان کی فکری نشو نما اور معاشرے میں ہوشیاری کے ساتھ زندگی گذارنے، ترقی وپیشرفت اور تحرک کے لئے مناسب اور کافی مقدار کی ضرورت ہے۔

حالیہ برسوں میں عالمی سطح پر غذائی اشیاء کی قیمتوں میں اچھا خاصا اضافہ ہوگیا ہے۔ رواں سال میں گذشتہ برس کے مقابلے میں قیمتیں کافی بڑھ گئی ہیں جس کے متعدد اسباب بتائے جاتے ہیں اس حوالے سے غیر مناسب آب وہوا، غلط پالیسیوں اور برآمدات کی راہ میں پیدا کی جانے والی رکاوٹوں کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے ۔غذائی اشیاء کی قیمتوں کے بڑھنے سے نہ صرف دنیا کے غریب مشکلات سے دوچار ہوں گے بلکہ کوتاہ مدت میں ممالک کو داخلی طور پر اور دراز مدت میں دنیا کی اقتصادی ترقی کو نقصان پہنچے گا۔ ظاہر ہے کہ وہ افراد جو غربت کی لکیر سے نیچے کی زندگی یا کم آمدنی والے ممالک میں متوسط زندگی بسر کرتے ہیں انھیں سب سے زیادہ نقصان پہنچے گا۔ غذائی اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ یہ غربت کی سطح کو انتہائی تیزی سے بڑھاتا ہے۔

ہم سب یہ جانتے ہیں کہ دنیا میں غربت میں اضافہ کا تعلق تیسری دنیا کے ممالک سے ہے، البتہ امریکہ اور یورپی ممالک میں بھی غریب لوگوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے۔ امریکن ڈیپارٹمنٹ آف کامرس کی رپورٹ کے مطابق ۲۰۱۶ میں امریکہ میں غربت کی شرح بارہ اعشاریہ سات فیصد تھی یہ تعداد تقریبا تینتالیس اعشاریہ ایک ملین بنتی ہے۔ امریکہ میں ۱۸ سال سے کم عمر لوگوں میں غربت کی شرح اٹھارہ فیصد ہے جبکہ ۱۸۔ ۶۴ سال کی عمر کے لوگوں میں گیارہ اعشاریہ چھ فیصد ہے۔ اور ۶۵ سال سے اوپر غربت کی شرح نو اعشاریہ تین فیصد ہے۔[1] جرمن ادارے نیشنل پاورٹی واچ کی رپورٹ کے مطابق جرمنی میں ۲۰۱۵ میں غربت کی شرح بیس فیصد تک پہنچ گئی تھی ۔[2] برطانیہ میں ہونے والی تازہ ترین تحقیقات سے پتہ چلتاہے کہ حکومت کی اقتصادی پالیسیوں کے نتیجہ میں متوسط طبقہ کے لوگ بھی حد سے زیادہ مالی مشکلات سے دوچار ہیں۔ متوسط اور کمزور گھرانے کے بہت سے افراد کی ہر مہینے کی آمدنی بڑھتی ہوئی مہنگائی کے مقابلے میں روز بروز کم ہوتی جارہی ہے۔ خیال ہے کہ موجودہ عشرے میں برطانیہ میں بیس سے پچیس فیصد بچے مکمل طور پر غربت وافلاس کے بحران سے دوچار ہوجائیں گے۔ تعلیمی سہولیات میں شدید کمی واقع ہوئی ہے، عام سہولیات میں

---

(1) Income and Poverty in the United States:2016, Current Population Reports United States Census Bureau,Retrived https://www.census.gov/ library/publications/2017/demo/p60-259.html

(2)EAPN,National Poverty Watch Report,Germany,Page:2

کمی کے سلسلے میں حکومت کی پالیسیوں کی وجہ سے برطانوی بچوں کو جسمانی لحاظ سے بہت سے خطرات کا سامنا کرنا پڑے گا۔[۱]

دنیا میں غربت وافلاس کی وجہ:

غربت وافلاس بہت بری بلا اور مصیبت ہے۔ یہ کتنی پریشان کن چیز ہوتی ہے یہ غریب اور مفلس ومحتاج لوگ ہی جانتے اور محسوس کرتے ہیں۔ جو لوگ مالدار ہیں اور جنہیں غربت وافلاس کی ہوا تک نہیں لگی ہے وہ کیا جانیں کہ یہ کیا چیز ہوتی ہے؟ جب انسان غریب اور مفلس بن جاتا ہے تو یہی نہیں کہ اس کی عزت وآبرو داؤ پر لگ جاتی ہے بلکہ اس کا دین ودھرم اور ایمان بھی خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ اسی لئے حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

((اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ، وَالْفَقْرِ))

"خدایا میں کفر اور فقر سے تیری پناہ چاہتا ہوں"۔[۲]

چنانچہ آئے دن ہم اخبارات میں پڑھتے ہیں کہ فلاں شخص نے بیروزگاری سے تنگ آکر خودکشی کرلی۔ آپ اندازہ لگائیں کہ خودکشی کرنے والوں پر فقر وفاقہ اور مالی پریشانی کی وجہ سے کیا کیفیت طاری ہوئی ہوگی کہ مجبور ہو کر جان دینا اچھا سمجھا؟ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا﴾[۳]

ترجمہ: "بے عقل لوگوں کو اپنا مال نہ دے دو جس مال کو اللہ تعالیٰ نے تمہاری گزران کے قائم رکھنے کا ذریعہ بنایا ہے، ہاں انہیں اس مال سے کھلاؤ پلاؤ، پہناؤ، اوڑھاؤ اور انہیں معقولیت سے نرم بات کہو"

مطلب اس بات کا واضح ہے کہ بیوقوفوں کو مال دوگے تو وہ اسے ضائع کردیں گے اور پھر تم مالی تنگی کی وجہ سے پریشان ہو جاؤ گے لہذا اپنا مال اپنے پاس سنبھال کر رکھو اور مناسب جگہ پر خرچ کرو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

(1) Unicef for every child,December 2017,Child Poverty in Europe and Central Asia regions,Multidimensional Poverty Index,Page:27-29

(۲) السِّجِستانی، سلیمان بن الاشعث ابوداود، السنن ابوداود، دار السلام، الریاض، ۱۹۹۹ء، کتاب الادب، باب مایقول اذا اصبح، رقم الحدیث: ۵۰۹۰

(۳) سورۃ النساء: ۵/۴

﴿الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ﴾ [1]

ترجمہ: "جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا"

معلوم ہوا کہ بھوک بہت ہی تکلیف دہ چیز ہے، ہم سب انسانوں کو اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ یہ بات تو منجانب اللہ ہے کہ دنیا والے کچھ بھی کرلیں تمام انسان مالدار نہیں بن سکتے اور نہ ہی تمام انسان غریب و فقیر بن سکتے ہیں۔ دنیا کا نظام چلانے کیلئے یہ ضروری ہے کہ دنیا میں غریب و امیر دو طرح کے انسان رہیں گے اور یہ ایک قابل فہم بات ہے لیکن افسوس کی بات ہے کہ غربت کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ آج تو دنیا کے دیہاتوں اور دیہی آبادیوں میں خصوصاً کم از کم ۵۰ فیصد انسان غربت کی لکیر سے نیچے کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ ان کے پاس بنیادی ضروریات کو بھی پورا کرنے کے وسائل نہیں ہیں۔ انھیں پیٹ بھر کر کھانا، صاف پانی اور موسم کے اعتبار سے لباس و مکان تک دستیاب نہیں۔ اگر بیمار ہوجائیں تو پیسے نہ ہونے کی وجہ سے بغیر علاج کے تڑپ تڑپ کر آہوں اور سسکیوں میں جان دیدیتے ہیں اور کوئی ان کا پرسان حال تک نہیں ہوتا۔

حقائق پر بہت ہی غور وخوض کرنے سے یہی بات سامنے آتی ہے کہ دراصل دنیا کے تمام ممالک اپنی آمدنی میں سے ایک بڑا حصہ ایٹم بم، ہائیڈروجن بم، میزائیل، جدید سے جدید تر آلات حرب، اسلحہ جات، فوج، انٹیلی جینس کے خفیہ اداروں اور دفاع پر خرچ کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے پاس اتنا پیسہ باقی ہی نہیں رہتا کی جس سے اپنے غریب و مفلس عوام کی مدد کرسکیں۔

ایک رپورٹ کے مطابق امریکہ ۱۹۴۰۔۱۹۹۶ تک اپنے ایٹمی پروگرام پر کم از کم ۵.۵ ٹریلین ڈالر خرچ کرچکا ہے۔ اگر اس رقم کو امریکہ میں رہنے والوں میں تقسیم کیا جائے تو ہر شخص کے حصے میں ۲۱۰۰۰ ڈالر سے زائد رقم آئے گی۔ اندازہ کیجیے کہ یہ اتنی بڑی رقم ہے کہ اگر اسکو ایک ڈالر پر سیکنڈ گنا جائے تو ایک ملین ڈالر گننے میں بارہ دن لگیں گے اور ایک بلین گننے میں بتیس سال لگ جائیں گے۔ ایک ٹریلین گننے میں اکتیس ہزار سات سو نو سال لگ جائیں گے۔ اور پانچ اعشاریہ پانچ ٹریلین کو گننے میں ایک لاکھ چوراسی ہزار پانچ سو انہتر سال لگ جائیں گے [2]۔ یہ صرف ایک ملک کا خرچہ ہے اگر دنیا کے تمام ممالک اپنے دفاعی بجٹ کو کم کرکے اپنی اپنی عوام کی فلاح پر توجہ دیں تو کوئی وجہ نہیں کہ دنیا میں غربت و افلاس باقی بچ جائے۔

---

(۱) سورۃ القریش: ۴/۱۰۶

(2) The Costs of U.S Nuclear Weapons,Nuclear threat Initiative(NTI), Washington,1 October 2008

فصل سوئم:

پاکستان میں غربت وافلاس کی بدتر صورتحال

فصل سوئم

پاکستان میں غربت وافلاس کی بدتر صورتحال

پاکستان میں بڑھتی ہوئی غربت اور مہنگائی

پاکستان میں غربت کے حوالے سے ورلڈ اکنامکس فورم کی رپورٹ جو فوربس میں شائع ہوئی یقیناً ہماری آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ پاکستان میں انسانی ترقی کی شرح گزشتہ برس کے مقابلے میں بہتر ہو رہی ہے دنیا کے ۱۳۷ ملکوں میں سے پاکستان کا انسانی ترقی کے حوالے سے ۱۱۵واں نمبر ہے۔ جبکہ اسکے برعکس پڑوسی ملک بھارت ترقی میں ۴۰ نمبر پر ہے۔ پاکستان میں اقتصادی ترقی صرف امیر لوگوں کے گرد گھومتی ہے سرمایہ کاری کے بہتر مواقع بھی مال دار طبقہ ہی کے لئے ہیں پاکستان میں ۲۵ برس یا اس سے زیادہ عمر کے افراد میں بے روزگاری کی شرح ۴۸ فیصد کے قریب ہے جبکہ ملک میں ۸ کروڑ ۳۰ لاکھ سے زیادہ افراد غربت کا شکار ہیں (1)۔ انسانی ترقی کی سالانہ رپورٹ بہت سے پاکستانیوں کے لئے شدید تشویش کا باعث ہے کہ ایک طرف ہمارا ہمسایہ ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہے دوسری طرف ہم لوگ اپنی معاشی اور اخلاقی ترقی کو پس پشت ڈال کر فرقہ وارانہ لڑائیوں میں مصروف ہیں۔ انسانی ترقی کے عالمی جائزے کا آغاز ۱۹۹۰ میں ایک پاکستانی ماہر معیشت ڈاکٹر محبوب الحق کی سربراہی میں کیا گیا تھا پاکستان انسانی ترقی کے شعبہ میں بہت پیچھے کیوں ہے اس سوال کے جواب میں بعض ماہرین کا خیال ہے کہ دہشتگردی کی جنگ، قدرتی آفات، بھاری قرضوں کے بوجھ اور محصولات کی وصولیوں میں کمی کی وجہ سے پاکستانی انسانی ترقی کے شعبوں کے لئے درکار رقوم خرچ کرنے کے قابل ہی نہ تھا پاکستان اپنی آمدن کا بڑا حصہ انسانی ترقی کے شعبوں پر خرچ کرنے سے قاصر رہا ہے ترجیحات کے درست نہ ہونے اور کرپشن کی وجہ سے پاکستان اپنے انسانی وسائل کو بہتر نہ بنا سکا اس لئے صحت تعلیم اور دیگر شعبوں میں یہ ہمسایہ ملکوں سے پیچھے ہے۔ یہ امر غور طلب ہے کہ پاکستان کی معیشت نے دیوالیہ ہونے کے قریب سے بہتری کا عمل شروع کیا اس کی شرح نمو میں بھی بہتری ہوگی زرمبادلہ کے ذخائر کا حجم بھی بڑھا غیر ملکی سرمایہ کاری کے معاہدے بھی ہوئے اس کے باوجود ہماری غربت اور بے روزگاری کی شرح میں اضافہ ہوا، اسکی بڑی وجہ ہمارا استحصالی نظام ہے جس میں مخصوص مراعات یافتہ طبقہ ہی مفادات حاصل کرتا ہے اور اسی کے معاشی وسائل میں اضافہ ہوتا ہے، درست ہے کہ حکومت کے پاس ملازمتوں کی گنجائش بہت محدود ہوتی ہے سرکاری شعبہ میں روزگار کے زیادہ مواقع نہیں ہوتے لیکن حکومت کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ ایسے اقدامات کرے جن کے نتیجے میں نجی شعبہ کو وسعت حاصل ہو اور اس میں

---

(1) Forbes, CPEC Lifts Pakistan Up In World Competitiveness Rankings, Panos Mourdoukoutas,28 September 2017

ہنر مند اور غیر ہنر مند کارکنوں کی کھپت کے مواقع میسر آئیں محض یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ حکومت کے پاس مواقع محدود ہیں عوام کو روزگار کی فراہمی بہر صورت حکومت ہی کی آئینی ذمہ داری ہے اور اس کے لئے مواقع کی فراہمی بھی اسی کے ذمہ ہے مگر بد قسمتی سے حکومت نے روزگار کے مواقع پیدا نہیں کئے اس میں شک نہیں کہ حکومت نے مختلف منصوبے شروع کئے ہیں جن میں روزگار کے مواقع پیدا ہونگے مگر اس میں وقت لگے گا محض کسی منصوبے کا سنگ بنیاد رکھنے سے روزگار کے مواقع حاصل نہیں ہو جاتے افرادی قوت کی بر آمد ایک ایسا شعبہ جس میں نہ صرف بے روزگار ہنر مند اور غیر ہنر مند کارکنوں کو کھپایا جاسکتا ہے بلکہ فوری طور پر اس شعبہ سے زر مبادلہ بھی حاصل ہوتا ہے۔ زیادہ تر معیشتدان اس بات پر متفق ہیں کہ سرمائے اور قدرتی وسائل کی بجائے کسی قوم کے انسانی وسائل ہی آخر کار اسکی معاشی اور سماجی ترقی کی نوعیت اور رفتار کو متعین کرتے ہیں۔ پرنسٹن یونیورسٹی امریکہ کے پروفیسر ہاربیسن کے الفاظ ہیں۔" انسانی وسیلہ ہی اقوام کی دولت کی کلیدی بنیاد ہوتا ہے۔ سرمایہ اور قدرتی وسائل غیر مستعد عاملین پیدائش ہیں اور انسانی وسیلہ ہی فعال عامل کی حیثیت سے سرمائے کو جمع کرنے' قدرتی وسائل سے استفادہ کرنے اور سماجی' معاشی اور سیاسی اداروں کو تعمیر کرنے اور قومی معاشی ترقی کو آگے بڑھانے کا کام انجام دیتا ہے"۔ صاف ظاہر ہے کہ جو ملک اپنے عوام کو فنی مہارت اور علم مہیا کرنے اور قومی معیشت کی بہتری کیلئے ان سے موثر طور پر استفادہ کرنے سے قاصر رہے گا تو وہ معاشی ترقی حاصل کرنے کے قابل نہیں ہو سکیں گے۔ مگر بد قسمتی سے حکومت نے اس جانب توجہ نہیں دی موجودہ حکومت ماضی کی حکومتوں کے مقابلے میں اس اعتبار سے خوش قسمت ہے کہ سعودی عرب سمیت خلیجی ریاستوں کے ساتھ اس کے تعلقات بہت دوستانہ ہیں اور وزیر اعظم کی سطح سے موثر رابطوں کے نتیجے میں ان تمام ممالک میں پاکستانی افرادی قوت کی کھپت کے لئے ترجیحی اقدامات کئے جاسکتے ہیں اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ اس جانب حکمت عملی وضع کی جائے غربت اور بے روزگاری کی شرح میں اضافہ بے حد تشویشناک ہے اس کے نتیجے میں معاشرے میں جرائم اور بدامنی کے رونما ہونے والے واقعات کو روکنا مشکل ہو جائے گی۔[1]

دنیا کے کئی ممالک کی طرح پاکستان میں بھی کمزور مالیاتی اداروں، بے جا حکومتی اخراجات اور کرپشن کی وجہ سے غربت اور مہنگائی کی شرح میں اضافہ ہوا ہے ان حالات میں عوام کے لئے دو وقت کی روٹی کا حصول دن بدن دشوار ہوتا جارہا ہے۔ بڑھتی ہوئی مہنگائی اور غربت شاید پاکستان کی تقدیر کا حصہ ہیں۔ سیاسی اور قانونی بحرانوں کے بعد اب ملک میں بڑھتے ہوئے حالیہ اقتصادی بحران نے جو شدت اختیار کی ہے اس سے نمٹنا کسی بڑے چیلنج سے کم نہیں ہے۔ معاشی ماہرین کے مطابق روٹی کپڑا اور مکان کا نعرہ لگانے والی پاکستان پیپلز پارٹی کے پانچ سالہ دور میں غیر یقینی سکیورٹی اور سیاسی حالات

---

(۱) چودھری، ڈاکٹر محمد حسین، نظریاتی معاشیات، جلد دوم، مکتبہ کارواں کچہری روڈ لاہور، ستمبر ۲۰۱۰

کے بدولت نہ صرف روپے کی قدر میں ڈالر کے مقابلے میں ۳۰ فیصد سے زائد کمی واقع ہوئی بلکہ کمزور مالیاتی اداروں، غیر ملکی قرضوں اور بڑھتے ہوئے حکومتی اخراجات نے معیشت کو اس حد تک نقصان پہنچایا ہے کہ ملک میں زر مبادلہ کے زخائر خطرناک حد تک کم ہو گئے ہیں۔ اقتصادی امور کے ممتاز ماہر ڈاکٹر شاہد حسن صدیقی کہتے ہیں کہ ناکام اقتصادی پالیسوں کے باعث ملک میں غربت کی شرح میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے ان کا کہنا تھا، 'معیشت میں بہتری کے دعوے سفید جھوٹ ہیں حکومت اس حوالے سے کوئی اقدام نہیں اٹھا رہی ہے ملک قرضوں کے بوجھ تلے دبتا جا رہا ہے اور اسٹیٹ بینک کے پاس زر مبادلہ کے زخائر صرف اکیس ہزار چار سو دو ملین ڈالرز تک رہ گئے ہیں[1]، جون تک ہمیں جو قرضے ادا کرنے ہیں اس کے بھی ہم اہل نہیں رہے مجبوری میں ہمیں مزید قرضے لینا ہوں گے اور آئی ایم ایف کی جو شرائط ہیں ان کے مطابق حکومت پیٹرول بجلی اور گیس کی نرخوں میں مزید اضافہ کر کے عوام پر مزید بوجھ ڈالے گی۔[2]

مہنگائی کی وجہ سے پاکستان میں ایک عام آدمی کے لیے گزر بسر کرنا انتہائی مشکل ہو چکا ہے۔ ملک میں مہنگائی میں اضافے کی ایک اور اہم وجہ یہ بھی ہے کہ اقتصادی پالیسوں میں ملک کے طاقتور طبقے کو فائدہ پہنچایا جاتا ہے اور اس کے اثرات براہ راست غریب عوام پر پڑتے ہیں۔ انہوں نے کہا، ' اقتصادی پالیسیاں ایسی بنائی جا رہی ہیں کہ اس میں عوام کو کوئی ریلیف نہیں دیا جاتا ملک کے طاقتور طبقے اپنے مفادات کو ان پالیسوں میں ترجیح دیتے ہیں یہ طبقے قومی دولت لوٹتے ہیں، قرضے لیتے ہیں اور بعد میں پارلیمان میں اپنے ان قرضوں کو معاف کروالیتے ہیں اور اس کا بوجھ بیس کروڑ عوام پر ڈال دیا جاتا ہے۔

مہنگائی نے عوام کو کس طرح متاثر کیا ہے اس کا تذکرہ ایک شہری افتاب احمد نے کچھ یوں کیا، 'غربت نے کمر توڑ کر کے رکھ دی ہے سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں، کس طرح اپنے اور اپنے خاندان کے لئے دو وقت کی روٹی پیدا کروں بڑھتی ہوئی مہنگائی نے زندگی اجیرن کر دی ہے۔ آپ اندازہ لگائیں ایک کلو آٹا چالیس روپے تک پہنچ گیا ہے، ملاوٹ کے بغیر گھی ایک سو ستر روپے فی کلو، چینی، گوشت، دال اور دیگر اشیاء خورد و نوش کی قیمتیں دن بدن بڑھ رہی ہیں۔ ہم غریب کس طرح پورا کریں گے، یہ سارے اخراجات، بس اللہ کا ہی آسرا ہے حکومت تو اپنی کرپشن اور لوٹ مار میں لگی ہوئی ہے اسے عوام کی کوئی فکر نہیں ہے۔ معاشی ماہرین کے مطابق، پاکستان میں بڑھتی ہوئی مہنگائی اور اس کی روک تھام کے لئے

---

(1) Domestic Markets&Monetary Management Department report,State Bank of Pakistan,Page:1

(2) Shahid,A.Hameed,Major Issues in Pakistan Economy,Ilmi Kitab khana, Lahore,2008-09,Page358

حکومتی سطح پر اقدامات نہ ہونے کے باعث ملک میں کروڑوں نفوس پر مشتمل آبادی غربت کی لکیر سے بھی نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہے[1]۔

غربت پر کی گئی ایک تحقیق کے بعد پاکستان کے سامنے ایک ایسی سچائی آئی ہے جسے قبول کرنا اسکے لئے بہت مشکل ہوگا۔ وہ حقیقت یہ ہے کہ ہر تیسرا پاکستانی غربت کی گرفت میں ہے ملک میں غریب افراد کی تعداد دو کروڑ سے بڑھ کر پانچ کروڑ نوے لاکھ تک جا پہنچی ہے۔ ان افراد میں بلوچستان کی اکہتر فیصد آبادی، سندھ کی تنتالیس اعشاریہ دو فیصد، خیبر پختونخواہ کی انچاس اعشاریہ ایک فیصد اور پنجاب کی اکتیس اعشاریہ پانچ فیصد آبادی شامل ہے[2] یہ اعداد و شمار انتہائی خوف ناک ہیں۔ جس سے نمٹنے کے لیے مناسب منصوبہ بندی کی اشد اور فوری ضرورت ہے، خاص طور پر جب حکومت کی شرمندگی نے اسے غربت سے متعلق اعدادو شمار جاری کرنے سے روکے رکھا ہو۔ یہ بالکل واضح ہے کہ اس جانی پہچانی مشکل سے ابھی نبرد آزما ہونا باقی ہے۔

وسائل کی یکساں تقسیم اور غیر ترقی یافتہ طبقات کو اہمیت دینے والا فارمولا ابھی دریافت ہونا باقی ہے۔ افسوس یہ ہے کہ ایسے فارمولے کی سچے دل سے تلاش شروع ہونا بھی ابھی باقی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ترقی اسی انداز میں ہوئی جیسا اسکے لئے ممکن تھا۔ وقت کیساتھ مراعات یافتہ اور پسماندہ افراد کے بیچ کا خلاء بڑھتا چلا آیا ہے جبکہ حکومتیں لگاتار انتہائی ضرورتمندوں کو خصوصی پیکیجز کے لالچ دیتی رہی ہیں۔ اسکا انجام سماجی، سیاسی اور اکثر لسانیاتی، بغاوت اور عسکریت پسندی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

ایس ڈی پی آئی کی تحقیق بیس غریب ترین اضلاع کی نشاندہی کرتی ہے جس میں سولہ کا تعلق بلوچستان سے ہے جو ایک زمانے سے توجہ حاصل کرنے کو بے چین ہے۔ یہ اندازہ لگانے کیلئے سقراط ہونا ضروری نہیں کہ بقیہ چار اضلاع بھی ترقی کی راہ سے کوسوں دور خیبر پختونخواہ میں موجود ہیں۔ یہ مشق اس بدقسمت اور زمانے سے جاری عدم مساوات کی وجوہات نہیں بتاتی مگر اس صورتحال کی بنیادی وجہ بیان کرنا مشکل نہیں ہے۔ یہ بنیادی وجہ ہے فیصلہ سازی میں تمام علاقوں کی درست، معنی کن اور تعصب سے پاک ترجمانی کا نہ ہونا۔ جو کسی حد تک معاملات چلانے میں حصہ لے پاتے ہیں، کوئی بہتر ڈیل حاصل کرنے میں کامیاب رہتے ہیں۔ باقی کو انکا حصہ دینے سے انکار کر دیا جاتا ہے اور انکے

---

(1) Shahid,A.Hameed,Major Issues in Pakistan Economy,Ilmi Kitab khana, Lahore,2008-09,Page22-29

(2) Pakistan Economic Survey 2015-16,Ministry of Finance,Pakistan Chapter 16,Annexure-III/Poverty, Page:285

لئے جمہوریت ایک نظر کا دھوکہ بن جاتی ہے۔ ترقی کیلئے سب سے پہلا وسیلہ جو انہیں درکار ہے وہ ایک ایسی جگہ جہاں وہ اپنے متعلق بات کر سکیں اور کوئی ان کی بات سُن سکے۔ ترقی کیلئے یہ سب سے اہم شرط ہے۔ (۱)

ملک میں آئے روز پیش آنے والے نت نئے مسائل کی وجہ سے عوام کی مشکلات اور پریشانیوں میں ہوشربا اضافہ ہوا ہے۔ بدامنی ودہشتگردی، بے روزگاری، ناانصافی، کرپشن اور دیگر بہت سے مسائل کے ساتھ ساتھ غربت کے اضافے نے اس ملک کے باسیوں کی نیندیں حرام کر رکھی ہیں۔ پاکستان کو درپیش مسائل میں سے غربت ایک بڑا مسئلہ ہے، جو اپنے ساتھ اور کئی مسائل پیدا کرتی ہے۔ ملک میں چالیس فیصد سے زائد آبادی خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہی ہے، حکومت نے بھی اعتراف کرلیا ہے۔ یونائیٹڈ نیشن کے مطابق جو شخص روزانہ ۲۳۵۰ کیلوریز یا ایک اعشاریہ پچیس ڈالر سے کم حاصل کرے ایسا انسان انتہائی غریب شمار ہوگا۔ وزارت منصوبہ بندی کے مطابق تین ہزار تیس روپے ماہانہ سے کم آمدن والے افرد کو خط غربت سے نیچے تصور کیا گیا ہے (۲)۔ موجودہ دور میں پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ غربت ہے، جس کی وجہ مہنگائی میں روز بروز اضافہ، دولت کی غیر مساویانہ تقسیم، وسائل میں کمی، بیروزگاری اور بڑھتی ہوئی آبادی ہے۔ دوسری جانب ان اعداد وشمار کے بر خلاف اقوام متحدہ کا کہنا ہے کہ پاکستان کی آبادی کا چالیس فیصد حصہ غربت کا شکار ہے ایس ڈی پی آئی کے مطابق فاٹا اور بلوچستان میں باون فیصد سے زائد آبادی غربت کا شکار ہے۔ سندھ میں تینتس، پنجاب میں انیس، جبکہ کے پی کے میں بتیس فیصد آبادی غریب ہے۔ صوبائی لحاظ سے غربت کی یہ شرح صوبہ بلوچستان میں سب سے زیادہ ہے۔ (۳) وزارت منصوبہ بندی کے مطابق اس شخص کو غریب شمار کیا گیا ہے، جو ماہانہ تین ہزار روپے سے کم کماتا ہو، جو اس سے اوپر کماتا ہو، وہ غریب شمار نہیں ہوگا، حالانکہ غربت کے اس پیمانے کو کسی طور بھی ٹھیک نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ اس دور میں تین ہزارروپے سے تو کسی طرح بھی ضروریات زندگی پوری نہیں ہوسکتیں۔ ماہانہ تین ہزارروپے سے ایک شخص بھی روز کھانے کا بندوبست نہیں کرسکتا، حکومت کو چاہیے تھا کہ اس شخص کو غریب شمار کیا جاتا جو کم ازکم پندرہ، بیس ہزار روپے سے کم کماتا ہو، اس صورت میں پاکستان میں خط غربت سے نیچے زندگی گزارنے والوں کی تعداد شاید دس کروڑ سے بھی بڑھ جاتی۔ (۴)

---

(۱) روزنامہ ڈان اخبار، پاکستان میں غربت کا نقشہ، ۲۶ دسمبر ۲۰۱۲

(2)SDPI Report:58.7M Pakistanis living below poverty line,Sustainable Development Policy Institute,Islamabad,25 Feb 2014

(3) Ibid

(4)Shahid,A.Hameed,Major Issues in Pakistan Economy,Dependence on Foreign Aid and International Debt,Ilmi Kitab khana, Lahore,2008-09

غربت کو کئی مسائل کو جنم دینے والی ماں بھی کہا جاتا ہے۔ غربت کے بطن سے جرائم بھی بہت پیدا ہوتے ہیں اور جہالت میں بھی اضافے کا سبب بنتی ہے۔ ملک کی مجموعی پیداوار اور اقتصادی سرگرمیوں میں بھی رکاوٹیں پیدا کرنے کی وجہ بنتی ہے۔ پاکستان کے حالات کے تناظر میں یہ صحیح اندازہ لگانا بھی مشکل ہے کہ کل کتنے لوگ غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں، لیکن جگہ جگہ مانگنے والوں کی تعداد اور مزدوروں کی مزدوری کے معاوضوں سے بھی کافی حد تک غربت کی نشاندہی ہوتی ہے۔ پاکستان کی مجموعی آبادی میں غریب شہریوں کے تناسب میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ چند ماہ قبل میڈیا پر یہ خبر آئی تھی کہ حکمرانوں کی نااہلیوں کے باعث پاکستان معاشی ترقی میں بنگلا دیش سے بھی پیچھے رہ گیا ہے۔ پاکستان میں کمزور مالیاتی اداروں، بے جا حکومتی اخراجات، حکمرانوں کی قومی خزانوں سے لوٹ مار، ٹیکس چوری اور کرپشن کی وجہ سے ملک کی معیشت کمزور اور غربت اور مہنگائی کی شرح میں اضافہ ہو رہا ہے۔ پاکستان میں غربت بڑھنے کی وجہ حکومت کی غریب دشمن ناکام اقتصادی پالیساں ہیں، کیونکہ اقتصادی پالیسوں میں ہمیشہ ملک کے طاقتور طبقے کو فائدہ پہنچایا جاتا ہے، جس کے اثرات براہ راست غریب عوام پر پڑتے ہیں۔ گزشتہ روز بھی طاقتور طبقے کو فائدہ پہنچانے کے لیے قومی اسمبلی سے پراپرٹی کے کالے دھن کو سفید کرنے کا بل منظور کیا گیا ہے، جس کے مطابق صرف تین فیصد دے کر پراپرٹی کے کالے دھن کو سفید کیا جاسکے گا۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ مخالفت کے باوجود یہ بل اس لیے پاس ہو گیا کیونکہ اسمبلی میں شامل ممبران کے اپنے ذاتی کاروباری مفاد کا معاملہ تھا۔ قومی اسمبلی میں ممبران کے اپنے سی این جی پمپس ہیں اور جائیداد کے کاروبار میں تو بہت پیسہ ہے، جس کو بچانے کے لیے وہ اپنی کوششیں کرتے ہیں۔ ملک کی دولت اور ملک پر قابض لوگ غریب عوام کو دبانے اور اپنے بینک بھرنے کے نت نئے طریقے سوچتے رہتے ہیں اور اس کے لیے قوانین بناتے رہتے ہیں۔ اقتصادی پالیسیوں میں غریب عوام کو کوئی ریلیف نہیں دیا جاتا۔ ملک کے طاقتور طبقے اپنے مفادت کو ان پالیسوں میں ترجیح دیتے ہیں۔ یہ طبقے قومی دولت سے قرضے لیتے ہیں اور بعد میں اپنے ان قرضوں کو معاف بھی کروالیتے ہیں اور اس کا سارا بوجھ عوام پر ڈال دیا جاتا ہے۔ جبکہ صاحب اقتدار طبقہ قومی خزانے سے دولت سمیٹنے کا کوئی بھی موقع ضائع نہیں کرتا۔ غریب عوام سے جمع کیا گیا ٹیکس ان امیروں کے اللے تللوں اور پروٹوکول پر خرچ کیا جاتا ہے۔ حکمرانوں کے ناانصافی پر مبنی انہیں اقدامات کی وجہ سے پاکستان کی معیشت کو نقصان پہنچ رہا ہے۔

حکومت کی جانب سے آئے روز یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ ملک سے غربت کا خاتمہ ہو رہا ہے اور مختلف اداروں کی جانب سے بھی اسی قسم کے اعلان کیے جاتے ہیں، لیکن غربت کا خاتمہ عوام میں نیچے تک نظر نہیں آتا۔ عوام ہمیشہ سہولیات سے محروم ہی رہتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ حکومت نے ووٹ لینے کے لیے کافی زیادہ کام کیے ہیں، لیکن ایسے اقدامات صرف ووٹ پکے کرنے کے لیے کیے جاتے ہیں، ان سے غربت کا خاتمہ نہیں ہوتا اور نہ ہی غریب عوام کو سہولیات فراہم کرنا حکومت کی ترجیحات میں شامل ہے۔ حکومت جب بھی کوئی قوانین بناتی ہے تو وہ اس کا فائدہ

صرف ان لوگوں کو پہنچایا جاتا ہے جن کے پاس پہلے سے ہی بڑی بڑی گاڑیاں اور بڑی بڑی جائیدادیں ہوں، لیکن غریب کی پہنچ سے تو سبزیاں اور دالیں بھی دور ہیں۔ USDA[1] کی ایک رپورٹ کے مطابق اس وقت ایک عام پاکستانی اپنی کل آمدنی کا ۴۷ . ۷ فیصد صرف خوراک کے حصول پر خرچ ہو رہا ہے۔[۲] اسے صحت و تعلیم کی معیاری اور سستی سہولتوں کے فقدان سے ملائیں تو صورت حال کی مزید سنگینی سامنے آتی ہے۔ ایک عام آدمی کو روز مرہ کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے میں نہایت مشکلات کا سامنا ہے اور اس کی زندگی مسلسل مسائل کی دلدل میں دھنستی چلی جارہی ہے۔ غربت کوئی پیدائشی عیب نہیں، بلکہ یہ بالادست طبقات کی نااہلیوں، حق تلفیوں اور ناقص پالیسیوں کے نتیجے میں پیدا ہونے والا عفریت ہے۔ غربت کی ایک بڑی وجہ روزگار کے مواقع کی کمی بھی ہے۔ پاکستان میں غربت میں کمی نہ ہونے کی وجوہات میں کمزور انتظامی صلاحیت اور پختہ عزم کا فقدان بھی شامل ہے۔ کسی بھی معاشرے میں عموماً غربت اشرافیہ طبقے کے جرائم کی بنا پر جنم لیتی ہے اور پروان چڑھتی ہے۔ ہمارے معاشرے میں بھی غربت کے پھلنے پھولنے کا بنیادی سبب اسی طبقے کی حق تلفی ہے۔

ملک میں غربت میں اضافے کا سبب پاکستانی نصف قومی دولت پر قابض ایک فیصد طبقہ ہے، جو قوم کی دولت سے عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہا ہے، جبکہ ۹۹ فیصد شہریوں کی زندگی مشکل ہو چکی ہے۔ یہ طبقہ حکمرانی تو پاکستان میں کرتا ہے، لیکن ان کے کاروبار، ان کی دولت اور اولادیں بیرون ملک ہوتی ہیں، یہاں یہ لوگ صرف پاکستان کے عوام پر حکمرانی کرنے آتے ہیں۔ ملک میں غربت کی وجہ اسی قبیل کے لوگ ہیں، جو قوم کے پیسوں پر عیاشی کرتے ہیں اور ملک کو ٹیکس تک ادا نہیں کرتے، جو پاکستان کے قومی وسائل کو بے دردی کے ساتھ لوٹ کر قومی دولت کو بیرونی ملکوں میں منتقل کر دیتے ہیں۔ عوام سے ٹیکس وصول کرنے والے حکمران خود اپنی دولت کو بیرون ملک لگا کر ٹیکس ادا کرنے سے جان بچا رہے ہیں۔ پاکستان میں کئی ماہ سے چلتے ہوئے پاناما لیکس کے معاملے سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ سرمایہ دار طبقہ خود تو ٹیکس ادا نہیں کرتا، لیکن غریب عوام پر ٹیکسوں کا بوجھ لاد کر ان کی آمدنی میں سے بھی ہڑپ کرنے کے لیے کوشاں ہے۔ حکومت میں اکثریت اسی قبیل کے لوگوں کی ہے، جو حکومت میں آکر مل جل کر اپنے مفادات کے لیے غریب کش اقدامات کرتے ہیں۔ ان کو صرف اور صرف اپنے خزانے بھرنے کی فکر ہوتی ہے۔ حکومت میں موجود لوگوں کو ملک میں غریب کے مسائل سے واقفیت ہی نہیں ہوتی اور نہ ہی عام آدمی کے مسائل سے کوئی دلچسپی ہوتی ہے۔ یہ لوگ عوام کے

---

(1) United States Department of Agriculture

(2) United States Department of Agriculture Economic Research Service, Food Expenditures:https://www.ers.usda.gov/data-products/food-expenditures.aspx#26636 Retrived 22-02-17

ووٹ سے حکومت میں تو آتے ہیں، لیکن عوام کے مسائل کے حل کے لیے ایوانوں میں قانون سازی نہیں کرتے، بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں اپنے مفادات کو سامنے رکھ کر پالیسیاں بناتے ہیں۔ اپنی جیبیں بھرنے کے لیے بھاری ٹیکسوں سے کچل کر غربت زدہ عوام کو مصیبت زدہ کر دیا جاتا ہے اور ان کو خوراک، رہائش، تعلیم اور صحت جیسی بنیادی سہولیات سے محروم رکھا جاتا ہے۔ اگر حکمران طبقہ عوام کی خدمت کرنے کے اپنے دعوؤں میں سچا تھا تو عوام کو کم از کم بنیادی سہولیات تو فراہم کرتا، لیکن حکومت کی ناقص پالیسیوں کی وجہ سے ہی ملک میں جہالت، بدامنی، بے روزگاری، غربت اور دیگر بہت سے مسائل ہیں۔ تعلیم پر بھی حکومت اس طرح توجہ نہیں دیتی جس طرح اس کا حق ہے۔ حالانکہ تعلیم نہ ہونے سے جہالت بڑھتی ہے اور جہالت غربت کا اہم سبب ہے۔ حکومت تعلیم پر بہت کم سرمایہ کاری کرتی ہے۔ کروڑوں شہری ان پڑھ ہونے کی وجہ سے کام کاج کے قابل ہی نہیں ہیں۔ اگر لوگ تعلیم یافتہ ہو جائیں اور ہنر سیکھ لیں تو وہ غربت سے باہر آسکتے ہیں۔ پاکستان میں غربت قدرتی نہیں، بلکہ ایک سیاسی معاملہ ہے۔ پاکستان بننے کے بعد سے ہمارے حکمرانوں کی غلط انتقامی اور اقتصادی پالیسیوں نے غربت کو جنم دیا ہے۔ پاکستان میں غیر منصفانہ سیاسی اور معاشی نظام بھی غربت کا سبب ہے۔ اگر قومی وسائل کی تقسیم منصفانہ ہوتی اور عوام کا استحصال نہ کیا جاتا تو پاکستان کے شہری بھوک اور افلاس کا شکار نہ ہوتے۔ غیر منصفانہ تقسیم نے ملک کو دلدل میں دھنسا کر رکھ دیا ہے۔ کچھ لوگ بہت آرام دہ زندگی بسر کر رہے ہیں اور انہیں زندگی کی تمام آسائشیں میسر ہیں، جبکہ ملک کی اکثریت کو مناسب غذائی سہولیات بھی میسر نہیں ہیں۔ غریب انتہائی غریب ہیں اور امیر بہت امیر ہوتا جا رہا ہے۔ اسی غیر منصفانہ تقسیم کی وجہ سے غریب اور بے روزگار افراد اپنا پیٹ پالنے کے لیے جرائم کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں اور روز بروز جرائم کی شرح میں اضافہ ہو رہا ہے، جس کا سبب حکومت کی ناقص پالیساں ہیں۔ (۱)

پاکستان میں غربت کی بنیادی وجوہات:

پاکستان کے بڑے مسائل میں سے ایک مسئلہ غربت بھی ہے بلکہ غربت صرف ایک مسئلہ ہی نہیں ہے بلکہ یہ اپنے ساتھ اور کئی مسائل پیدا کرتی ہے اس لئے غربت کو مسائل کی ماں بھی کہا جاسکتا ہے۔ غربت کے بطن سے جرائم بھی بہت پیدا ہوتے ہیں اور جہالت میں بھی اضافے کا سبب بنتی ہے ملک کی مجموعی پیداوار اور اقتصادی سرگرمیوں میں بھی رکاوٹیں پیدا کرنے کی وجہ بنتی ہے۔ ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک میں غربت کا معیار الگ الگ ہوتا ہے لیکن ایک اندازے کے مطابق اگر ایک آدمی ایک دن میں ۱.۲۵ ڈالر کی قوت خرید نہیں رکھتا تو وہ غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہے، پاکستان کے حالات کے تناظر میں یہ صحیح اندازہ لگانا بھی مشکل ہے کہ کل کتنے لوگ غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں ویسے عالمی اداروں کے مطابق کوئی ۴۰ فیصد کے لگ بھگ ہیں۔ لیکن جگہ جگہ مانگنے

---

(۱) اسلم، محمد حنیف، نظریہ معاشیات، جلد دوم، الائیڈ بک سنٹر، لاہور، ۲۰۰۹، ص ۴۵۵۔۴۴۰

والوں کی تعداد اور مزدوروں کی مزدوری کے معاوضوں سے بھی کافی حد تک غربت کی نشاندہی ہوتی ہے۔ غربت کسی بھی ملک کے مجموعی حالات پر بہت اثر انداز ہوتی ہے اور اس پر قابو پائے بغیر ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ میں بات کو مختصر کرتے ہوئے سب سے پہلے کچھ چیدہ چیدہ ان وجوہات کی نشاندہی کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو غربت کا باعث ہیں۔ میرے نزدیک کسی بھی ملک میں بالعموم اور پاکستان میں بالخصوص جو غربت کی چند بڑی وجوہات ہیں ان میں ۱۔ آبادی کی زیادتی، ۲۔ وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم، ۳۔ ناخواندگی اور ہنر کا فقدان، ۴۔ رشوت، سفارش کا عام ہونا اور کام کرنے کے برابر مواقع کا عنقا، ۵۔ قدامت پسندی یا رجعت پسندانہ روایات اور فرسودہ مذہبی رجحانات، ۶۔ صحت کے مسائل، ۷۔ نظم وضبط کا فقدان۔ اس کے علاوہ بھی بہت سارے عوامل ہیں اور ہر کسی کی نظر میں کچھ مختلف بھی ہوسکتے ہیں۔ اب ہم اوپر بیان کی گئی وجوہات کی تھوڑی تشریح کرتے ہیں۔

۱۔ آبادی:

آبادی ترقی پذیر ممالک کے لیے ایک ایسا بم ہے جو بغیر کسی توپ کی مدد کے پھٹ جاتا ہے۔ جن ممالک نے اپنے وسائل کے مطابق اپنی آبادی کی منصوبہ بندی نہیں کی وہ آج بے تحاشا مسائل کا سامنا کر رہے ہیں جن میں بڑا مسئلہ غربت ہے۔ آبادی بے تحاشا اور بے ترتیب ہونے سے تعلیم اور ہنر کا بھی فقدان ہوتا ہے دنیا اپنی صنعتی، ٹیکنالوجی اور زرعی پیداوار میں مصروف ہے اور ہم پاکستانی بچوں کی پیداوار میں عالمی دوڑ جیتنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ اسکا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جاسکتا کہ پاکستان میں شرح پیدائش ایک اعشاریہ اکانوے فیصد ہے۔[1] اور پاکستان کے اکنامکس سروے ۱۷۔۲۰۱۶ کے مطابق پاکستان کی کل آبادی ایک سو اکانوے اعشاریہ ایک ملین ہے[2] تو پھر خود ہی اندازہ لگالیں کہ ہم آبادی کے لحاظ سے کہاں کھڑے ہیں! آبادی کی زیادتی نے تو ہمارا یہ حال کر دیا ہے کہ ہمارے ملک کی آدھے سے زیادہ عوام غربت سے نیچے کی زندگی گزار رہی ہے۔ وسائل کے انبار ہمارے اس ملک پاکستان میں موجود ہیں لیکن کمی ان کے مخلصانہ استعمال کی ہے، اگر ایسا ہو جائے تب ہی ہم ان مسائل سے نجات حاصل کرسکتے ہیں۔

۲۔ وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم:

وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم بھی غربت کی کمی میں ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ ہمارے ملک میں پہلے دن سے ہی وسائل کی منصفانہ تقسیم نہیں ہوئی ہے، اور نہ ہی ہماری حکومتیں اس کا کچھ کر سکی ہیں۔ پاکستان بننے سے پہلے ہی انگریزوں نے کچھ خاندانوں میں بڑی بڑی جاگیریں تقسیم کر رکھی تھیں جن پر ان خاندانوں کا قبضہ پاکستان بننے کے بعد بھی جاری رہا

---

(1)Pakistan Economic Survey2015-16, Ministry of Finance,Pakistan, Overview of the Economy,Page:xi

(2) Pakistan Economic Survey2016-17,Ministry of Finance,Pakistan,Chapter 12,Page:197

اور آج تک ہے، اس جاگیر درانہ نظام سے ہماری زرعی پیداوار میں بھی بہت کمی ہوئی ہے یا اضافہ نہیں ہو سکا۔ ہندوستان نے آزادی کے فوری بعد زرعی اصلاحات کے ذریعے بڑی جاگیریں واپس لیکر ان کی مناسب تقسیم کر دی تھی جس وجہ سے وہ اب زرعی پیداوار میں پاکستان پر سبقت لے چکا ہے حالانکہ پاکستان کے حصے میں خاص کر پنجاب میں بہت اچھی اور زیادہ زرخیز زمین آئی تھی اس کی پیداواری صلاحیت انڈین زمین سے بہت بہتر تھی لیکن جاگیرداری نظام نے اور زرعی تحقیقاتی فقدان نے زرعی شعبے میں ہماری ترقی روک رکھی ہے۔ اس کے علاوہ بھی زندگی کے ہر شعبے میں وسائل کی تقسیم میں بہت ناانصافیاں ہوئی ہیں۔ آزادی کے ساتھ ہی مال متروکہ سے لیکر جس کے ہاتھ جو لگا وہی اس کا مالک بن بیٹھا۔ اس طرح امیر اور غریب کے بیچ خلیج وسیع ہوتی چلی گئی اسی طرح بڑی جاگیروں کے مالک اور بڑے صنعت کار اپنی طاقت کے بل بوتے پر اسمبلیوں میں پہنچ جاتے ہیں اور بیوروکریسی میں بھی عہدے حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو ملک کو ٹیکس نہیں دیتے اور کوئی ملک بھی ٹیکس کے بغیر غربت ختم کرنا تو دور کی بات ہے روزمرہ کے معمولات زندگی بھی نہیں چلا سکتا۔

۳۔ ناخواندگی اور ہنر کا فقدان:

انسانی وسائل کی ترقی کیلئے تعلیم و تربیت پر جو اخراجات کیے جاتے ہیں انہیں انسانی سرمائے میں سرمایہ کاری کہتے ہیں۔ کیونکہ لامحالہ ایسی سرمایہ کاری کے نتیجے میں انسانی وسائل کی قوت پیداآوری بڑھتی ہے۔ پروفیسر سائمن کزنٹس کی رائے میں ایک ترقی یافتہ ملک کا اہم سٹاک اسکا مادی سرمایہ نہیں ہے بلکہ علم کا خزانہ ہے جو اس نے مشاہداتی سائنس کی دریافتوں اور پرکھے ہوئے نتائج کے ذریعے اپنے پاس وافر مقدار میں جمع کر رکھا ہے اور اسکے انسانی وسائل کی اس علم سے بھرپور استفادہ کرنے کی صلاحیت اور تربیت ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد جرمنی اور جاپان انکا مادی سرمایہ ختم ہو گیا لیکن چونکہ دستیاب افرادی قوت کی مہارت، تجربہ، تعلیم و تربیت، صحت، نظم و ضبط صحیح و سالم رہے اس لیے ان ممالک نے دن دگنی ترقی کی منازل کو عبور کیا اور آج ترقی یافتہ ممالک کی اول صف میں کھڑے ہیں۔ آج اگر ہم بھی اپنا شمار ترقی یافتہ ممالک میں کروانا چاہتے ہیں تو ہمیں لوگوں کو تعلیم، حفظان صحت، غذائیت اور صفائی کی سہولیات بہم پہنچانی ہوں گی اور ہنر کو فروغ اور شرح ناخواندگی کو کم کرنا ہو گا۔ کیونکہ ناخواندگی اور ہنر کا فقدان بھی بیروزگاری اور غربت کا باعث بنتی ہے خواندگی کی شرح میں اضافے کے بغیر اور ہنرمند افرادی قوت بنائے بغیر بھی غربت میں کمی کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ جس معاشرے میں خواندگی کی شرح بہتر ہوتی ہے اس میں پیداواری صلاحیت بھی زیادہ ہوتی ہے اور کام کرنے کے مواقع بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ تعلیم اور ہنر کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے تعلیم آئے گی تو ہنر بھی نکھرے

گا۔ تعلیم یافتہ اور ہنر مند افراد ملک پر بوجھ بننے کی بجائے ملک کا بھار اٹھاتے ہیں۔ چین کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ کیسے چین نے اپنی افرادی قوت کو تعلیم اور ہنر سے آراستہ کر کے دنیا میں اپنی دھاک بٹھائی ہے۔ (۱)

۴۔ رشوت اور سفارش:

ہمارے ملک میں رشوت اور سفارش کے رجحان نے بھی جہاں اور بہت سے مسائل کو جنم دیا ہے وہیں غربت کا بھی باعث بنی ہے۔ رشوت اور سفارش کی وجہ سے لوگوں کو کام کرنے کے برابر مواقع حاصل نہیں ہوتے اور اس طرح بھی غربت میں اضافہ ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے بیشتر پڑھے لکھے اور ہنر مند افراد ملک چھوڑ کر بیرون ملک مقیم ہو جاتے ہیں جس سے ملکی ترقی کا پہیہ رک جاتا ہے۔ ملکوں کی ترقی فی کس آمدنی اور لوگوں کی قوت سے جڑی ہوتی ہے اور ہر آدمی کو برابر مواقع دیئے بغیر ترقی ممکن نہیں ہوتی۔

۵۔ قدامت پسندی اور فرسودہ مذہبی رجحانات:

قدامت پسندی اور فرسودہ مذہبی رجحانات نے بھی غربت میں اضافہ کرنے میں کردار ادا کیا ہے کیوں کہ کہیں مذہبی حضرات عورت کو برابری کے مواقع نہیں دیتے اور گھر سے باہر نکلنے اور کام کرنے کی اجازت نہیں دیتے تو کہیں یہ فتویٰ جاری کر کے لوگوں کو سستی اور کاہلی کا شکار کر دیتے ہیں کہ روزی کا وعدہ اللہ کا ہے آپ بس بچے پیدا کرتے جاؤ روزی کی ذمہ داری اللہ کی ہے لہذا آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ خوبصورت کائنات بنا کر اس میں انسان کو افضل المخلوقات کے شرف کے ساتھ پیدا کر کے علم و حکمت عطا فرمائی اور اپنی کائنات میں سب کے لئے روزی کے ذرائع رکھ دیئے اور اس طرح انسانوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی روزی روٹی کے ساتھ ساتھ دوسروں کے لیے بھی روزی کا انتظام کرے اور تمام جانداروں کی روزی کا ذریعہ بنیں۔ اسی مذہبی رحجان سے جڑا ایک مسلہ یہ بھی ہے کہ خاندان کا ایک آدمی کمار ہا ہے تو باقی سب کھانے والے ہیں اگر خاندان کا ہر ایک فرد اپنے حصے کا کام کرے گا تو ملکی پیداوار میں اضافے کا سبب بنے گا اور غربت میں کمی ہو سکے گی۔

۶۔ صحت کے لاتعداد مسائل:

پاکستان میں صحت کے لاتعداد مسائل بھی غربت کی ایک وجہ ہیں تعلیم کے فقدان کے باعث عام آدمی کو صحت کے معاملات کا سرے سے کوئی ادراک ہی نہیں ہے اور ہسپتال، ڈاکٹر اور دوائیں ناپید ہونے سے پاکستان کا ہر دوسرا فرد کسی نہ کسی بیماری میں مبتلا ہے اور کام کرنے کی صلاحیت سے محروم۔ پاکستان میں صحت کی سہولیات کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آزادی کے وقت ملک میں کل ۲۹۲ ہسپتال تھے یعنی دو ہزار تین سو ساٹھ افراد کیلئے ایک ہسپتال

---

(۱) اسلم، محمد حنیف، نظریہ معاشیات، ص ۵۷۷

تھا۔ گزشتہ ٦٧ سال میں ہسپتالوں کی تعداد میں تین گناہ اضافہ ہوا ہے یعنی تعداد ۱۱۴۲ ہو گئی ہے لیکن یہ سالانہ اضافہ ۲ فیصد ہے جبکہ آبادی میں اضافہ اس سے کئ گناہ زیادہ ہے۔ اب ایک ہسپتال پندرہ صد ترانوے لوگوں کیلئے ہے۔[1] اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ان سہولیات کو مزید بہتر بنایا جائے اور لوگوں کیلئے حتی الوسع آسانیاں پیدا کی جائیں تاکہ وہ ملک و قوم کی ترقی میں فعال کردار ادا کر سکیں۔

۷۔ نظم وضبط:

ملک میں وقت پر کہیں پہنچنے اور اپنی ذمہ داری انجام دینے کا رواج نہیں ہے ہر شخص سستی اور کاہلی کا شکار ہے اور شہروں میں بے ہنگم ٹریفک کی وجہ سے لوگ اپنے کاموں پر وقت پر نہیں پہنچ سکتے اور اکثر چھٹیاں کرتے ہیں جس سے پیداوار میں بھی کمی واقع ہوتی ہے اور بیروزگاری میں بھی اضافہ ہوتا ہے جو غربت کا باعث بنتا ہے۔ اب اوپر بیان کی گئی وجوہات کے اسباب جو بھی ہوں ان وجوہات کا سدباب کرنے کا سوچنا ہمارا فرض ہے۔ ایک بات پر تو ہم سب کا اتفاق ہے کہ وطن عزیز میں بہت غربت ہے، اس غربت کی وجوہات جو بھی ہوں اس سے بھی تقریباً سب ہی واقف ہیں اصل مسئلہ تو غربت میں کمی کا اور غربت کا باعث بننے والے عوامل کا خاتمہ ہے۔ یہ کام بھی ناممکن نہیں ہے ہم سب نے مل کر اس کے لئے کام کرنا ہے بہت سارے مسائل کا حل ہمارے اپنے پاس ہے۔ اپنی مدد آپ کے تحت بھی بہت سارے کام ہو سکتے ہیں اور جو کام صرف حکومت کے کرنے کے ہیں ان کے لیے ہم حکومت پر بھی دباؤ ڈال سکتے ہیں۔[۲]

(1) Compendium on Environment Statistics of Pakistan 2015,Pakistan Bureau of Statistics,Government of Pakistan,Islamabad,Page:211-212

(2)Shahid,A.Hameed,Major Issues in Pakistan Economy,Ilmi Kitab khana, Lahore,2008-09,Page369-373

باب دوئم

غربت وافلاس کے معاشرے پر بُرے اثرات

فصل اول: غربت وافلاس کے معاشی اثرات

فصل دوئم: غربت وافلاس کے معاشرتی اثرات

فصل سوئم: غربت وافلاس کے اخلاقی اثرات

فصل اول:

غربت وافلاس کے معاشی اثرات

فصل اول

غربت و افلاس کے معاشی اثرات

غربت جرائم اور نفرتوں کو جنم دیتی ہے۔ غربت کو فروغ دیا جائے گا تو ساتھ میں اُس کی اولادوں کو بھی بھگتنا پڑے گا۔ سلجھی ہوئی سوچ کے حامل بہت سے دانشور اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ دنیا میں دہشت گردی کی موجودہ لہر کے اسباب میں دراصل معاشی انصافیاں بھی شامل ہیں۔

آج جس عہد میں ہم سانس لے رہے ہیں، اُسے علم، شعور اور سائنس و ٹیکنالوجی کے عروج کا دور کہا جاتا ہے۔ اس عروج یافتہ دور میں بھی کروڑوں انسانوں کا حال یہ ہے کہ اُنہیں اتنی خوراک بھی میسّر نہیں ہے کہ وہ جسم و جاں کے رشتے کو برقرار رکھ سکیں۔

اقوامِ متحدہ کے ادارۂ خوراک FAO[1] کے ایک سروے کے مطابق دنیا بھر میں ۹۲۵ ملین افراد قلت خوراک کا شکار ہیں۔ یہ دنیا کی کل آبادی کا تیرہ اعشاریہ ایک فیصد بنتے ہیں اور اُن میں سے روزانہ ۲۴ ہزار افراد بھوک و افلاس سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ یعنی دنیا بھر میں ہر سات افراد میں سے ایک بھوک کا شکار ہے۔ ادارے نے ۲۰۱۲ء کی رپورٹ میں متنبہ کیا تھا کہ بھوک کے خلاف لڑائی سست ہوتی جا رہی ہے۔

آج جبکہ ہر طرف وسائل کے انبار لگے ہوئے ہیں اور انسان یہ سوچ رہا ہے کہ وسائل پر اُس کی گرفت مضبوط ہو گئی ہے۔ آج لاعلاج امراض کے علاج دریافت ہونے کے مژدے سنائے جا رہے ہیں، ڈی این اے کوڈ پڑھ لیے جانے کے بعد اب یہ کوشش ہو رہی ہے کہ اِس سے پہلے کہ کوئی مرض کسی کے جسم میں جگہ بنائے، اُسے قبل از وقت ہی ختم کر دیا جائے۔ خلائی تسخیر[۲] اور ستاروں پر کمندیں ڈالنے کے ضمن میں ہر روز نئی پیش رفت سامنے آ رہی ہے، لیکن ان سب کے باوجود آخر ایسا کیوں ہے کہ ہر لحہ ترقی کی جانب گامزن اِسی دنیا میں روزانہ چوبیس ہزار انسان محض دو وقت کی روٹی نہ ملنے کی وجہ سے ہلاک ہو رہے ہیں؟

خوراک کی قلّت کے شکار اِن ۹۲۵ ملین افراد میں سے نصف کے قریب جنوبی ایشیا یعنی پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش میں آباد ہیں۔ اقوامِ متحدہ کی مذکورہ رپورٹ کے مطابق دنیا بھر میں ۵ سال سے کم عمر کے پندرہ کروڑ تیس لاکھ بچوں میں سے ۵۰ لاکھ بچے ہر سال کم خوراکی کی وجہ سے موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔ آج دنیا کے ۳۱ ممالک میں بسنے

---

(1)Food and Agriculture Organization of the United Nations

(۲) خلا کو مسخر کرنے کا عمل، خلا میں مشینوں اور انسانوں کی پرواز اور کارروائیاں۔

والے ۵۰ کروڑ ۸۰ لاکھ افراد کو پینے کا صاف پانی بھی مناسب مقدار میں میسر نہیں۔ اور یہ اندیشے بھی ظاہر کیے جارہے ہیں کہ آئندہ جنگیں پانی اور خوراک کی بنیاد پر ہوں گی۔

یہ بھی ایک المیہ ہے کہ جہاں لوگ مفلسی اور بھوک کے باعث ہلاک ہورہے ہیں وہیں اسی دنیا میں سالانہ ۱.۳ بلین ٹن خوراک ضائع ہوجاتی ہے۔ جبکہ خوراک کی عدم دستیابی اور ناقص خوراک کے استعمال سے دنیا میں یومیہ ۲۲ ہزار بچے ہلاک ہوجاتے ہیں[۱]۔ عالمی ماہرین کا کہنا ہے کہ خوراک کے زیاں کے مسائل انتہائی اہمیت کے حامل ہیں تاکہ ان کے سدباب سے دنیا میں بھوک کا خاتمہ کیا جاسکے۔ دنیا میں غذائی قلت کے شکار لوگوں کی اکثریت کا تعلق ایشیائی ممالک سے ہے جن میں پاکستان بھی شامل ہے ایک اندازے کے مطابق پاکستان میں سالانہ چھتیس ملین ٹن خوراک ضائع کی جاتی ہے خوراک کے اس ضیاع کو روک کر غذائی قلت کی کمی کے شکار افراد کی غذائی ضروریات کو پورا کیا جاسکتا ہے۔[۲]

عالمی بینک نے خبردار کیا ہے کہ پاکستان کی ۶۰ فیصد آبادی خط غربت سے نیچے زندگی بسر کررہی ہے، عالمی سطح پر خط غربت یومیہ دو ڈالر یا دو سو روپے آمدن کے برابر ہے۔ عالمی بینک کی رپورٹ "ورلڈ ڈویلپمنٹ انڈیکیٹر" کے مطابق پاکستان کے ۶۰ فیصد افراد کی آمدن یومیہ دو ڈالر یا دو سو روپے سے بھی کم ہے، جبکہ چالیس فیصد آبادی انتہائی غربت کا شکار ہے۔ روزانہ بمشکل ڈیڑھ سو روپے ہی حاصل کرپاتی ہے۔ رپورٹ کے مطابق خطے کے دیگر ممالک سے موازنہ کیا جائے تو پاکستان کے مقابلے سری لنکا اور نیپال میں غربت کی شرح کہیں کم ہے۔ اس وقت سری لنکا میں شرح غربت تئیس اعشاریہ نو اور نیپال میں ستاون اعشاریہ پانچ ہے، جبکہ بھارت اور بنگلہ دیش میں پاکستان سے زیادہ غربت پائی جاتی ہے۔ بھارت میں غربت کی شرح ارسٹھ اعشاریہ سات اور بنگلہ دیش میں چھتر فیصد ہے۔ رپورٹ کے تجزیئے کے مطابق پاکستان میں پانچ سال سے کم عمر کے اکتیس فیصد بچے غذائی قلت کا شکار ہیں۔[۳]

آج حالات اس نہج پر پہنچ چکے ہیں کہ پاکستان میں لوگ صرف اپنی خوراک کی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے اپنی آمدنی کا سنتالیس اعشاریہ سات فیصد[۴] حصہ صرف کرتے ہیں، خوشحال لوگ بھی قرضوں کے جال میں جکڑے جارہے ہیں، دوہری ملازمتوں کے باوجود بھی اب ایک اوسط گھر کا بجٹ چلانا مشکل ہی نہیں ناممکن ہوتا جارہا ہے ۰۹-۰۸۔

---

(1) http://www.fao.org/save-food/resources/keyfindings/en/ Retrived25-2-17

(2)Dawn news,Food waste and its consequences,12 March 2018

(3)The world bank annual report 2016,Page:44-47

(4) United States Department of Agriculture Economic Research Service, Food Expenditures:https://www.ers.usda.gov/data-products/food-expenditures.aspx#26636 Retrived22-2-17

۲۰ کے ایک سروے کے مطابق اشیائے خوردنی کی قیمتوں میں چھبیس اعشاریہ چھ فیصد اضافہ ہوا ہے [۱] اشیائے خوراک کی روزانہ فروخت اور طلب میں تیزی سے ہونے والی کمی عام صارف کی قوت خرید میں کمی ہے۔ صد از افسوس کہ پاکستان کے تقریبا٦٦ فیصد لوگ دیہی علاقوں میں رہتے ہیں اور ان میں سے زیادہ تر کا پیشہ زراعت ہے [۲] لیکن اسکے باوجود ہم اپنی ملکی غذائی ضروریات کو پورا نہیں کر پا رہے ہیں۔ ان تمام خرافات سے نجات کیلئے ہمیں ایک موثر اور جامع حکمت عملی کی ضرورت ہے جسکے مطابق ہم آگے بڑھ سکیں۔

گرانی کی اس ہولناک لہر نے سب سے زیادہ متوسط طبقے کو متاثر کیا ہے جسے سفید پوشی کے بھرم کو قائم رکھنے کے لیے شدید ذہنی اذیتوں سے گزرنا پڑ رہا ہے۔ اس طبقے کا المیہ یہ ہے کہ اس طبقے کا فرد راتوں رات کروڑ پتی تو کیا لکھ پتی بھی نہیں بن سکتا اور نہ ہی کسی کے سامنے ہاتھ پھیلا سکتا ہے، اسے بیک وقت اپنی بدترین غربت کے داغ کو کسی نہ کسی طرح دنیا کی نظروں سے چھپا کر اپنا بھرم قائم رکھنے کے لیے خوشحال، خوش پوش اور مطمئن نظر آنے کی اداکاری بھی کرنی پڑتی ہے، لیکن ہر بات کی ایک حد ہوتی ہے اور شاید اب بہت سی حدیں ٹوٹ چکی ہیں یا ٹوٹنے والی ہیں۔

پیٹرولیم کی مصنوعات کی قیمتوں، بجلی کے نرخوں اور غذائی اشیاء کی قیمتوں میں اضافے سے گھریلو خواتین بھی شدید ذہنی دباؤ میں مبتلا ہو گئی ہیں اور خدشہ ہے کہ آسمان کو چھوتی مہنگائی بہت سے گھروں کے چولہے ٹھنڈے کر دے گی۔ واضح رہے آٹا، چینی، دودھ، دالیں، گوشت، سبزی اور مصالحہ جات وغیرہ چھ سات سال پہلے کی بہ نسبت سو گنا مہنگے ہو چکے ہیں۔

ماہرین معیشت یہ خدشہ ظاہر کر رہے ہیں کہ پیٹرول کی قیمت میں حالیہ اضافے کے بعد گڈز ٹرانسپورٹ کے کرایوں میں ۱۵ سے ۲۰ فیصد تک اضافہ ہو جائے گا، جسے لا محالہ گھریلو استعمال کی اشیاء سمیت ہر شے کی قیمت میں اضافہ ہو جائے گا۔ آج ہی صورتحال یہ ہے کہ چھ افراد پر مشتمل کنبہ جس کی آمدنی ماہانہ دس ہزار ہو، اب ہفتے میں ایک دن ہی گوشت کھا سکتا ہے۔ لیکن دال سبزی بھی اب سستی نہیں رہی چنانچہ لوگوں کی اکثریت فاقہ کشی کا شکار اور ذہنی وجسمانی امراض میں مبتلا ہو جائے گی۔ [۳]

مہنگائی کا بے قابو جن غریبوں کو نگل گیا اور آسمان کو چھوتی ہوئی مہنگائی، بھوک وافلاس اور انتہائی شدید قسم کے غذائی بحرانوں نے عالمی سطح پر سر اٹھانا شروع کر دیا ہے۔ دنیا کے متعدد ممالک میں مہنگائی کے آسی بنے خوفناک صورتحال سے عوام کو دوچار کر دیا ہے اور مہنگائی کی اس صوتحالنے دہشت ناک منہ کھول رکھا ہے۔ اس خوفناک اور

---

(۱) اسلم، محمد حنیف، نظریہ معاشیات، ص ٦٧٣

(2)Ijaz,Agha Tahir,Economics Of Pakistan,Azeem Academy,Lahore,Page9۵

(3)Monthly Review on Price Indices,Pakistan Bureau of Statistics,Islamabad, August 2017

دہشت ناک صورتحال نے پاکستان کو بھی بری طرح اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ تازہ ترین رپورٹس نے انتہائی چونکادینے والی صورتحال پیدا کردی ہے۔ دنیا بھر میں اشیاء خوردونوش کی بڑھتی ہوئی قیمتیں کروڑوں غریب افراد کو مزید غریبی کی گہرائی میں دھکیل سکتی ہے۔ گزشتہ چند برسوں میں روزمرہ کے استعمال کی اشیاء کی قیمتوں میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے لیکن کچھ اضافہ ہمارے ملک کے حکمرانوں کی نااہلی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اور اس طرح سے مہنگائی کا یہ جن حکمرانوں کے چنگل سے بے قابو ہو کر غریب عوام کو نگل گیا ہے جبکہ مہنگائی کے باعث کئی افراد خودکشی کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ ملک کے غریب افراد نے مجبوراً اپنے گردے فروخت کرنا شروع کر دیے ہیں جبکہ غربت اور مہنگائی کی وجہ سے کئی والدین نے اپنے بچے فروخت کرنے کا سلسلہ بھی شروع کرر کھا ہے جبکہ کئی والدین نے اپنے بچوں کے گلے پر چھریاں چلا کر ہمیشہ کی نیند سلا دیا ہے۔ مہنگائی کی اس خوفناک اور دہشت ناک صورتحال کو دیکھ کر مستقبل کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مستقبل میں یہ ملک اور اس کی عوام کس صورتحال سے دوچار ہو سکتی ہے۔ عالمی بنک کے نمائندگان کے مطابق دنیا بھر میں اشیاء خوردونوش کی بڑھتی ہوئی قیمتیں کروڑوں غریب افراد کو مزید غریبی کی گہرائیوں میں دھکیل سکتی ہے۔ خوراک کے عالمی بحران سے نمٹنے کیلئے موثر اقدامات پر زور دیتے ہوئے امیر ممالک سے کہا گیا ہے کہ وہ نہ صرف ورلڈ فوڈ پروگرام کیلئے مزید مالی اقدامات کا انتظام کریں بلکہ بنیادی خوراک اور فصلوں کی پیداوار بڑھانے کیلئے فنڈز بھی فراہم کریں جبکہ عالمی سطح پر تشویش کا بھی اظہار کیا گیا کہ دنیا میں غذائی بحران آئندہ چند برسوں میں بہت زیادہ بڑھ جائے گا۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اس وقت اس دنیا کا کیا حال ہو گا اس لئے اس جانب توجہ دینے کی ضرورت ہے ورنہ وہ دن دور نہیں کہ یہ آگ اپنا سفر طے کرتی ہوئی پوری دنیا اور ترقی یافتہ ممالک کو بھی جلا کر خاکستر کر دے گی۔ دنیا بھر میں اس مہنگائی اور غذائی بحران نے کتنے افراد کے دلوں سے خوشیاں اور ہونٹوں سے مسکراہٹیں چھین لی ہیں۔ عالمی سطح پر مہنگائی کا بول بالا ہے لیکن اگر ہم پاکستان کی بات کریں تو ہمارے ملک پاکستان میں خوردنی اشیاء مثلاً سبزی، دالیں، گوشت اور دیگر اشیاء کی قیمتیں ساتویں آسمان پر پہنچ گئی ہیں مہنگائی کی سطح عروج پر ہے جو غریب عوام سے کوسوں دور ہے۔ ہمارے ملک میں مہنگائی کا یہ خوفناک اور دہشت ناک جن حکمرانوں کے چنگل سے بے قابو ہو کر عوام کو نگل رہا ہے اور عوام کا جینا محال کر دیا ہے۔ مہنگائی کی وجہ سے عوام خودکشی کرنے پر مجبور ہو رہی ہے۔ معاشرے کا کون سا ایسا طبقہ ہے جو اس کمر توڑ مہنگائی سے براہ راست متاثر نہ ہوا ہو۔ غریب اور مزدور طبقے کی تو بات ہی مت پوچھیے ان کے یہاں تو چولہا جلنا بھی دشوار ہو گیا ہے۔ بھوک، افلاس، فاقہ کشی کا منظر، بھوک سے بلبلاتے بچے اس ناگفتہ صورتحال کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا پڑتا ہے کہ حکومت اشیاء خوردونوش کی قیمتوں کو کنٹرول کرنے میں ناکام ہو چکی ہے۔ جبکہ پیٹرول، گیس، بجلی کی قیمتوں میں ہوشربا اضافہ بھی عوام کی مشکلات و پریشانی میں اضافے کا باعث بنا ہوا ہے۔ مملکتِ خداداد کی عوام جس صورتحال سے دوچار ہے وہ انتہائی تشویشناک اور لمحہ

فکر یہ ہے۔عام لوگوں کا کہنا ہے کہ غذائی اجناس اور اشیاء خوردونوش کی قیمتوں میں اضافے سے کشید گی بڑھے گی اور یہ کشید گی کسی بھی وقت ملک کو اپنی لپیٹ میں لے سکتی ہے۔

ان حالات میں حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ عوام میں پھیلی اس بے چینی اور غیر یقینی صورت حال کا مشاہدہ کرتے ہوئے مہنگائی کے خاتمے کیلئے مثبت اقدامات کریں یہ کشیدہ اور غیر یقینی صورتحال کسی نئے بحران کو جنم دے سکتی ہے۔ملک کی عوام جس معاشی صورتحال سے دوچار ہے اس کا اندازہ ان امراء و حکمرانوں کو محسوس نہیں ہورہا ان حکمرانوں نے کبھی غریبی دیکھی ہی نہیں ہے کیونکہ انہوں نے ہمیشہ شاہانہ زندگی گزاری ہے۔ حکمران ملکی معاشی صورتحال کے بہتر ہونے کا ذکر تو کرتے ہیں لیکن معاشی صورتحال کو کنٹرول کرنے سے قاصر ہیں۔اگر بھوک وافلاس کی ماری یہ عوام سڑکوں پر نکل آئی تو ایک انقلاب برپا ہو جائے گا جو ان حکمرانوں کو بہا کرلے جائے گا اور اس قسم کا انقلاب ملک کے سیاسی ڈھانچے کو بھی تبدیل کردے گا۔اگر حکمرانوں نے ہوش کے ناخن نہ لیے تو عوام کو کوئی دوسرا راستہ نظر نہیں آئے گا اور چند ناعاقبت بپھرے ہوئے مشتعل عوام کو مظاہروں اور پرتشدد کارروائیوں کی جانب بھی راغب کرسکتے ہیں جبکہ ان پرتشدد کارروائیوں سے ملک کو شدید نقصان کا بھی اندیشہ ہوسکتا ہے اور ان سے کوئی بھی محفوظ نہیں رہ سکے گا۔ملک کے حکمرانوں کو چاہیے کہ اپنی پالیسیوں پر نظر ثانی کرتے ہوئے غریب عوام کی فکر کریں غریب عوام کو فائدہ پہنچانے والی پالیسیاں مرتب کریں، معیشت کو مزید تباہی سے بچائیں اور مہنگائی کو کنٹرول کرنے کی پالیسیاں بنائیں۔اس ملک کی عوام سادہ لوح اور پرامن عوام ہے یہ عوام پرتشدد کارروائیاں نہیں چاہتی اگر عوام سے دو وقت کی روٹی بھی چھین لی جائے یا ان کے بچے تڑپ تڑپ یا سسک سسک کر زندگی گزار رہے ہوں تو یہ سادہ لوح عوام مجبوراً احتجاج کا راستہ اختیار کرے گی۔ملک میں گڈ گورننس نہ ہونے کی وجہ سے کرپشن بھی عروج پر ہے اور یہی وجہ ہے کہ ملک میں خوردنی اشیاء کی قلت اور مہنگائی دن بدن شدت اختیار کرتی جارہی ہے جس نے غریبوں کا خون تک نچوڑ لیا ہے۔

ایک تحقیقی رپورٹ میں محققین نے بتایا ہے کہ غربت وافلاس انسان کی ذہنی صلاحیتوں کو کم کردیتی ہے۔اور یہ انسان کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو بھی متاثر کرتی ہے۔ سماجی وحیاتیاتی ریسرچرز نے اپنی تازہ تحقیق میں بتایا کہ امریکی ریاست نیوجرسی کے فیشن ایبل شاپنگ مال سے لے کر بھارتی کھیتوں میں کام کرنے والے دہقانوں تک، مفلسی انسانوں کے پیمانہ ذہانت میں واضح کمی پیدا کردیتی ہے۔ محققین کے خیال میں برین پاور میں پیدا ہونے والی یہ کمی ۱۳ درجے تک ممکن ہے۔اس ریسرچ سے حاصل ہونے والے نتائج کو ریسرچرز نے معتبر سائنسی جریدے "سائنس" میں شائع کیا ہے۔اس سائنسی ریسرچ کے دائرے میں انسانی معاشرت کے سماجی پہلو بھی آتے ہیں اور اعداد وشمار اور مختلف تجربات سے معلوم ہوا ہے کہ مفلسی کی وجہ سے انسانی ذہن کا کام اور مشقت میں ضیاع ضرورت سے زیادہ ہوتا ہے۔غربت اور مالی ناآسودگی کی وجہ سے کوئی بھی مفلس ونادار کسی ایک چیز پر پورا ارتکاز کرنے میں مشکل محسوس کرتا ہے۔اس کے علاوہ اُسے معاملات

ومسائل کو حل کرنے میں بھی اندرونی بے چینی اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح وہ اپنے جذبات اور احساسات کے کنٹرول میں بھی دشواری محسوس کرتا ہے۔ معتبر امریکی درسگاہ ہارورڈ یونیورسٹی میں مرتب کی جانے والی اس ریسرچ کے شریک مصنف سندھیل ملائے ناتھن کا کہنا ہے کہ جب بے شمار پریشانیاں اور بے چینیاں دماغ کے اندر ہوں تو پھر ذہن کچھ اور کرنے کے بجائے انہی پر مرکوز رہتا ہے۔ ریسرچ کے مطابق صرف غربت ہی ذہن کیلئے مشکلات کا باعث نہیں بنتی بلکہ آسودگی میں مفلسی کی سی حالت کو طاری کرنے کے بھی منفی اثرات پیدا ہوتے ہیں۔ ریسرچرز کے مطابق ایسی سوچ رکھنے والے کی ذہانت میں کمی کے علاوہ نیند بھی کم ہو جاتی ہے۔

تحقیق کے مطابق مفلسی میں شعوری کیفیت کو انسانی ذہن میں رکاوٹوں کا سامنا ہوتا ہے اور اس باعث وہ بہتر فیصلے کرنے میں دشواری کا سامنا کرتا ہے۔ اس ذہنی پیچیدگی سے اس کی مفلسی میں اضافے کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ اس ریسرچ کے لیے ۴۰۰ افراد کے انٹرویوز پر مشتمل ڈیٹا مرتب کیا گیا۔ ان افراد کی سالانہ آمدن ۲۰ ہزار ڈالر سے لے کر ۷۰ ہزار ڈالر تک تھی۔

محققین نے مختلف سطح کیلئے نظریاتی سوالات کو پیش کر کے مختلف افراد سے پوچھا کہ وہ کم آمدنی کے دوران کسی بھی مشکل حالت یا حادثے کی صورت میں کیا کریں گے۔ کم آمدنی والے حضرات کو جواب دینے میں لمحاتی وقت کا سامنا رہا۔ جن افراد کے انٹرویو کیے گئے، ان کو مختلف کیفیتوں اور مسائل کو اپنے مالی حالات کے تناظر میں جواب دینے کے لیے کہا گیا تھا۔ ان میں سے کم آمدنی والے حضرات کے جوابات صورت حال کو مزید خراب کرنے کے مساوی تھے۔

اسی طرح بھارت میں گنے کی کاشت کرنے والے ۴۶۴ کسانوں کو بھی اس ٹیسٹ میں شامل کیا گیا۔ ان کے ٹیسٹ گنے کی فصل کی کٹائی سے قبل، جب انہیں مالی مشکلات کا سامنا تھا، اور پھر کٹائی کے بعد لیے گئے۔ دونوں صورتوں میں جوابات مختلف تھے جو ان کے دماغ پر دباؤ کی عکاسی کرتے تھے۔ ریسرچرز کے بقول مالی آسودگی کے وقت پیمانۂ ذہانت بڑھنے کے علاوہ فیصلہ کرنے میں آسانی ریکارڈ کی گئی اور مالی مسائل کا سامنا کرنے والے حضرات میں فیصلے میں تاخیر اور ذہنی حالت میں گراوٹ محسوس کی گئی۔ یعنی یہ چیز واضح ہو گئی کہ بھوک اور معاشی تنگی انسان کی سوچ اور اسکی صلاحیتوں پر غالب آسکتی ہے۔(1)

---

(1) Morgan Kelly, Poverty Impedes Cognitive Function, Science30 Aug 2013:Vol. 341, Issue 6149

فصل دوئم:

غربت وافلاس کے معاشرتی اثرات

فصل دوئم:

غربت وافلاس کے معاشرتی اثرات

غربت کے معاشرے پر بھی منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں، جن کی وجہ سے کینہ، اور بغض پروان چڑھتا ہے، بسا اوقات ناامید غریب شخص پورے معاشرے پر اپنا بوجھ ڈال دیتا ہے، یہاں پر اہل علم، دانشوروں، اور صاحب حیثیت افراد کو اپنا کردار پیش کرنا چاہیے کہ وہ اجر پانے، اور معاشرے کو غربت کے منفی اثرات سے پاک کرنے کیلئے غربت کے خاتمے پر خلوص دل کیساتھ کام کریں؛ چنانچہ غریب لوگوں کیلئے ملازمتیں پیدا کریں، انہیں اپنی کمپنیوں، کارخانوں میں کام کا موقع دیں، انکی صلاحتیوں اور ہنرمندی میں مزید اضافہ کریں، اور انکے راستے میں آنے والی رکاوٹوں کو ختم کریں، اس کیلئے فرمانِ الٰہی سن لیں:

﴿وَمَاتُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ هُوَخَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا﴾ [1]

ترجمہ: جو کچھ بھلائی تم اپنے لیے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے ہاں موجود پاؤ گے، وہی زیادہ بہتر ہے اور اس کا اجر بہت بڑا ہے۔

سرمایہ داری نظام کے بھیانک نتائج غربت، جہالت، وحشت، بربریت، درندگی اور اتھاہ مایوسی بن کر مسلسل انسانیت کو نگل رہے ہیں۔ اس کرہ ارضی پر بنی نوع انسان کی بقا کے لئے ظالم استحصالی طبقاتی سرمایہ داری نظام کو مٹانا لازم ہے۔

معاشرے کی سلامتی اور معاشرتی قدروں کی تعمیر کی راہ میں غریبی زبردست رکاوٹ کا باعث ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں:

"مجھے ڈر ہے کہ تہی دست اور فاقوں کا مارا بھوک سے تنگ آکر قتل وغارت کا پیشہ نہ اپنالے۔ پھر یہ تو ممکن ہے کہ آبادی کی کثرت کے باعث روزگار ناپید ہونے اور غریبی کے آثار رونما ہونے پر آدمی صبر کرلے، لیکن اگر غریبی کا اصل سبب یہ ہے کہ دلوں میں خود غرضی اور ایک دوسرے کے مقابلے میں برتری اور عناد کے جذبات گھر کرچکے ہوں، یا دولت کی صحیح تقسیم اور گردش مفقود ہو کر چند خاندانوں کی بالادستی پورے معاشرے پر قائم ہوگئی ہو تو ان حالات میں یقینی طور پر جذبات مشتعل ہوں گے، ہنگامے اور فساد رونما ہوں گے اور باہمی اخوت اور پیار ومحبت کے رشتے تار تار ہو جائیں گے۔"[2]

---

(۱) سورۃ المزمل: ۲۰/ ۷۳

(۲) القرضاوی، ڈاکٹر یوسف، اسلام میں غربت کا علاج، مترجم، علامہ نصیر احمد، ص ۳۷-۳۶

اس میں کوئی شک نہیں کہ جب تک سماج میں اونچ نیچ رہے گی ،جب تک اونچے اونچے محلات اور پست جھونپڑے ہوں گے ،دولت کے انبار اور غریبی کے گہرے غار، حد سے زیادہ شکم سیری اور انتہادرجے کی فاقہ مستی رہے گی، اس وقت تک دلوں میں بغض وحسد کی آگ سلگتی رہے گی نیز سرمایہ داروں اور غریبوں کے درمیان وسیع خلیج حائل رہے گی، پھر وہ وقت بھی آئے گا جب کہ انہی فاقہ مستوں اور خانماں برباد لوگوں کے درمیان سے تخریب پسند اور قانون کو پاش پاش کردینے والے عناصر پیدا ہوں گے ،یہی نہیں بلکہ غریبی سے پیدا شدہ یہ خطرہ قوم کی لیڈرشپ اور خود ملکی آزادی کو بھی پوری شدت کے ساتھ لاحق ہوگا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ایک فاقہ زدہ اور مصیبت کا مارا شخص اپنے وطن کے دفاع کا کوئی ولولہ اپنے دل میں موجود نہیں پائے گا۔نہ ہی اس کے تقدس کی پامالیوں کا اسے کوئی غم ہوگا، اس لئے کہ اسے یہ احساس ہوگا کہ اس کے وطن کی زمین نہ اس کے لیے غلہ اگاتی ہے، نہ خوف وہراس کے عالم میں اسے امن وسکون دیتی ہے اور نہ ہی اس کے اندر بسنے والی قومیں تباہی کے مہیب غار سے اسے نجات دینا چاہتی ہیں۔

ایسے حالات میں آدمی اس قماش کے ظالم اور طوطا چشم وطن کو بچانے کے لیے کسی قسم کی قربانی دینا کیوں گوارہ کرے گا؟ وہ خود کو قربانی کا بکرہ بنانا پسند کیوں کرے گا، جبکہ دودھ اور گھی میں حصہ لگانے والے اسے دوسرے نظر آئیں گے؟

غریبی سے پیدا شدہ اس جیسی صدہا خرابیاں ہیں، کچھ ایسی ہیں جن کا اثر تمام انسانی صحت پر پڑتا ہے، جو ناقص غذا اور گندی رہائش کا لازمی نتیجہ ہوتی ہیں کچھ ایسی ہیں جن کا اثر انسان کی نفسیات پر پڑتا ہے، جس کے نتیجے میں دلی بے چینی، چڑچڑاپن اور تندخوئی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں یہ اور اس طرح کی کوئی سی خرابی ہو اس میں شک نہیں کہ اسکا اثر براہِ راست انسان کی آمدنی، اس کی بودوباش، اس کے سماج اور اس کے ذریعہ معاش پر پڑتا ہے۔ (۱)

دنیا میں غربت وافلاس کی وجہ سے جہاں دیگر مختلف جرائم میں اضافہ ہورہا ہے وہاں ہی خودکشی کے رجحان میں بھی تیزی سے اضافہ ہورہا ہے۔ حکومتوں کے دعووں کے باوجود غربت کی شرح بڑھ رہی ہے۔اور جیسے جیسے غربت کی شرح بڑھتی جاتی ہے ویسے ویسے ہی مختلف جرائم پیدا ہونا شروع ہوجاتے ہیں۔ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کی ایک رپورٹ کے مطابق ایک محتاط اندازے سے دنیا میں آٹھ لاکھ افراد خودکشی کی وجہ سے مرتے ہیں۔خودکشی یہ ۱۵-۲۹ سال کی عمر میں موت کی دوسری بڑی وجہ ہے۔ دنیا میں ۷۸ فیصد خودکشیاں کم آمدنی اور متوسط آمدنیوں والے ممالک میں ہوتی ہیں۔ (۲)

---

(۱)القرضاوی، ڈاکٹر یوسف، اسلام میں غربت کا علاج، مترجم، علامہ نصیر احمد، ص ۳۸

(2)World Health Organization,Fact Sheets,31-01-2018, Retrived 15-2-18

http://www.who.int/news-room/fact-sheets/detail/suicide

خودکشی کی وجہ سے پیچھے رہ جانے والے لوگوں کو جس ناقابلِ تلافی نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے اسکا اندازہ صرف پسماندگان ہی لگا سکتے ہیں مثلاً اگر کسی گھر کے سربراہ نے بیروزگاری سے تنگ آکر خودکشی کرلی تو بقیہ کی پوری زندگی اس کے گھر والوں کو لاینحل مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر خودکشی کی وجوہات پر غور کیا جائے تو اسکی ایک بڑی وجہ احساس محرومی بھی ہے کہ جہاں ایک انسان کھانے کے لیے ایک وقت کی روٹی کو ترستا ہے تو دوسرا انسان وافر مقدار میں رزق کا ضیاع کرتا ہے۔ اسکا اندازہ "فوڈ اینڈ ایگریکلچر آرگنائزیشن" (Food and Agriculture Organization of the United Nations) کی اس رپورٹ سے ہوتا ہے کہ جس میں ایک محتاط اندازے کے مطابق بتایا گیا ہے کہ:

دنیا میں انسانوں کی ضروریات پوری کرنے کیلئے جو خوراک پیدا کی جاتی ہے اسکا ایک تہائی حصہ جو تقریبا ۱.۳ بلین ٹن بنتا ہے ہر سال ضائع ہو جاتا ہے۔

خوراک کے اس ضیاع کی قیمت کا اندازہ لگایا جائے تو اسکی قیمت ایک محتاط اندازے کے مطابق ترقی یافتہ ممالک میں ۶۸۰ بلین امریکی ڈالر ابنتی ہے اور غیر ترقی یافتہ ممالک میں ۳۱۰ بلین امریکی ڈالر بنتی ہے۔ صنعتی اور ترقی یافتہ ممالک جو خوراک ضائع کرتے ہیں اندازے کے مطابق اسکی تعداد ۶۷۰ اور ۶۳۰ ملین ٹن بنتی ہے۔

امیر ممالک میں صارفین جو کھانا ضائع کرتے ہیں اندازے کے مطابق اسکی تعداد ۲۲۲ ملین ٹن بنتی ہے۔ جبکہ سب صحارن افریقہ میں سالانہ خوراک کی پیداوار صرف ۲۳۰ ملین ٹن ہے۔

اگر دنیا میں ضائع کی جانے والی خوراک کا صرف ایک چوتھائی حصہ ہی محفوظ کر لیا جائے تو یہ دنیا بھر کے تقریبا ۸۷۰ ملین بھوکے لوگوں کی خوراک مہیا کرنے کیلئے کافی ہو گا۔[1]

اگر غور کیا جائے تو یہ غربت وافلاس کی ایسی قسم ہے کہ جس کو صرف تھوڑی سی احتیاط سے خاطر خواہ طریقے سے کم کیا جا سکتا ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ غربت وافلاس ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کا کوئی بھی ذی شعور انسان انکار نہیں کر سکتا۔

اسکی ہزارہا مثالیں ہمارے ملک پاکستان میں موجود ہیں کہ بھوک کی وجہ سے لوگ خودکشیاں کرنے پر مجبور ہیں اور یہ خبریں آئے دن اخبارات کی زینت بنتی رہتی ہیں اسکی ایک مثال ذیل میں پیش ہے۔

---

(1)http://www.fao.org/save-food/resources/keyfindings/en/Retrived15-2-18

غربت پر جھگڑے، ماں نے 2 بچے قتل کر کے خودکشی کرلی

شادباغ کی کرن نے اپنے میکے جا کر 4 سالہ بیٹے میتھیو اور 6 ماہ کی امان کا گلا دبایا، پھر پانی کے ٹب میں ڈبو دیا

خود بلیڈ سے بازوؤں کی نسیں کاٹیں اور گلے میں پھندا ڈال کر پنکھے سے لٹک گئی، پولیس کی خاوند سے پوچھ گچھ

لاہور (کرائم رپورٹر) شادباغ میں خاتون نے اپنے معصوم بیٹے اور بیٹی کے پہلے گلے دبائے، پھر پانی کے ٹب میں ڈبو کر مار ڈالا اور بعد میں خود بھی گلے میں پھندا ڈال کر اپنی جان لے لی۔ معلوم ہوا ہے کہ کرن کا اپنے خاوند صائم مسیح کیساتھ اکثر لڑائی جھگڑا رہتا تھا، گزشتہ روز سب گھر والے ایسٹر کی تقریب میں چلے گئے جبکہ اسکا خاوند صائم ہوٹل پر مزدوری کرنے چلا گیا، تو کرن نے اپنے دونوں بچوں کو ساتھ لیا اور قریب ہی اپنے ماں باپ کے گھر آ گئی، وہاں اس نے اپنے 4 سالہ بیٹے میتھیو اور 6 ماہ کی بیٹی امان کا گلا دبا، جب وہ قریب المرگ ہو گئے تو دونوں کو پانی کے ٹب میں ڈبو کر قتل کر دیا، پھر اس نے بلیڈ کیساتھ اپنے بازوؤں کی نسیں کاٹ لیں اور گلے میں پھندا ڈال کر پنکھے سے لٹک کر زندگی کا خاتمہ کر لیا۔ اطلاع پر پولیس اور فرانزک ٹیمیں موقع پر پہنچ گئیں اور شواہد اکٹھے کئے جبکہ پولیس نے صائم سے بھی پوچھ گچھ کی، دلدوز واقعہ پر علاقے میں خوف و ہراس پھیل گیا، محلے داروں کا کہنا ہے کہ سیف ہوٹل میں ملازمت کرتا اور غربت کے باعث دونوں میاں بیوی کے درمیان لڑائی جھگڑا چلتا رہتا جبکہ صائم بیوی کو تشدد کا نشانہ بھی بناتا اور وہ نشہ بھی کرتا ہے۔ ادھر پولیس کا کہنا ہے کہ ابتدائی طور پر قتل و خودکشی کی وجہ گھریلو جھگڑا ہی سامنے آئی ہے تاہم اصل حقائق تفتیش کے بعد معلوم ہونگے۔

یہ خبر دراصل خبر نہیں بلکہ ہمارے نام نہاد انسانی معاشرے کے منہ پر ایک کاری طمانچہ ہے جس کی گونج اگر محسوس نہ کی گئی اور جس کا درد روح تک نہ پہنچا تو وہ وقت دور نہیں جب یہ معاشرہ جو انسانیت کا علمبردار بنا پھرتا ہے اپنی موت آپ مر جائے گا اور ساتھ ہی انسانیت کو بھی دفن کر دے گا۔ اس سے پہلے کہ وہ وقت آن پہنچے ہمیں اس ضرورت کو محسوس کرنا ہو گا کہ ہم کس معاشرے کو پروان چڑھا رہے ہیں۔ کیا یہی وہ معاشرہ ہے جس کا ادراک ہمیں اسلام نے دیا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ اسلام میں تو پڑوسی کے حقوق ہی بتا کر معاشرے کی بہتری کی اولین اور بنیادی شرط بتا دی گئی کہ جس کے مطابق ایک حدیث نبوی ﷺ میں ہے کہ

((لَيْسَ الْمُؤْمِنُ الَّذِي يَشْبَعُ وَجَارُهُ جَائِعٌ))

"وہ شخص مومن نہیں جو خود تو پیٹ بھر کر سوئے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔"(۱)

اگر ہم صرف اسی بات کو اپنی زندگی کا حصہ بنا لیں تو معاشرے کی اصل صورت قائم ہو جائے گی ورنہ تو حالات دگرگوں صورت سے بھی آگے تیز رفتاری سے جا رہے ہیں۔

غربت ایک معاشرتی المیہ ہے اور اس مسئلے پر قابو پانے کے لئے معاشرے کے ہر طبقے کو اپنا بھرپور کردار ادا کرنا ہے۔ دنیا بھر میں غربت کے خاتمے کا دن تو منایا جاتا ہے تاہم ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کے بنیادی مقصد کو بھی ترجیحی

---

(۱) البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراهیم، الادب المفرد، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، ۱۹۸۹، رقم الحدیث: ۱۱۲

بنیادوں پر پورا کیا جائے۔اور اس دن کو منانے کا مقصد عالمی سطح پر غربت کے خاتمے کیلئے شعور اجاگر اور کاوشیں تیز کرنا اور افلاس کی زندگی گزارنے والے خاندانوں کو ان کے حقوق دلانے کی ضرورت کو اجاگر کرنا ہے۔لہٰذا اس مقصود کے کامیاب حصول کے لیے اجتماعی اقدامات کے ساتھ ساتھ ہر انسان کو انفرادی سطح پر اپنا کردار ضرور نبھانا چاہئے۔

غربت کے خاتمے کے عالمی دن کے موقع پر منعقدہ تقریب میں وزیرِ اعلیٰ پنجاب جناب میاں شہباز شریف کا اردو پوائنٹ پر جاری ہونے والا بیان بھی اہمیت کا حامل ہے۔موصوف نے غربت کو معاشرے میں بگاڑ، فساد اور امن وامان کے مسائل پیدا کرنے کا باعث قرار دیا ہے نیز انتہا پسندی اور دہشت گردی کے خاتمے کو بھی غربت کے خاتمے پر موقوف کیا ہے۔ذیل میں موصوف کے کلمات بطور اقتباس درج کئے جاتے ہیں:

"غربت ایک معاشی المیہ ہے اور اس مسئلے پر قابو پانے کے لئے معاشرے کے ہر طبقے کو اپنا بھرپور کردار ادا کرنا ہے۔غربت کے خاتمے کا دن منانے کا مقصد عالمی سطح پر غربت کے خاتمے کیلئے شعور اجاگر اور کاوشیں تیز کرنا ہے اور افلاس کی زندگی گزارنے والے خاندانوں کو ان کے حقوق دلانے کی ضرورت کو اجاگر کرنا ہے۔یہ دن غربت اور محرومی کی زندگی گزارنے والے لوگوں کی مشکلات کو کم کرنے کیلئے اقدامات کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔آج کے دن ہمیں ملک سے غربت کے خاتمہ کیلئے اپنی کوششیں تیز کرنے کے عزم کا اعادہ کرنا ہے۔غربت معاشرے میں بگاڑ اور امن وامان کے مسائل پیدا کرنے کا باعث بنتی ہے, اسی طرح انتہا پسندی اور دہشت گردی کے مسئلے پر قابو پانے کے لئے بھی غربت کا خاتمہ ضروری ہے۔

غربت سے متعلق مسائل میں کمی لانے کیلئے موثر اقدامات اور مؤثر حکمت عملی کے ساتھ آگے بڑھنا ہوگا۔ معاشرے میں معاشی ناہمواری ختم کرکے غربت کے ناسور کو بہت حد تک کم کیا جاسکتا ہے, لہٰذا معاشرے کے ہر فرد کا فرض ہے کہ وہ اپنی حیثیت کے اعتبار سے اس کارِ خیر میں حصہ ڈالے۔اس حوالے سے وسائل کی منصفانہ تقسیم غربت کے خاتمے کیلئے ضروری ہے۔

غربت کے خاتمے کے لیے تجاویز دیتے ہوئے وزیرِ اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف کا کہنا تھا:

"اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو وسائل کی دولت سے مالامال کیا ہے ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ غربت کے خاتمے کیلئے آگے آئیں۔اس نیک کارِ خیر سے وہ دین اور دنیا دونوں کمائیں گے۔"

آخر میں غربت کے خاتمے کے لیے اپنی حکومت کے عملی اقدامات کا مختصر جائزہ پیش کرتے ہوئے کہا:

"پاکستان مسلم لیگ (ن) کی حکومت نے غربت کے مسئلے پر قابو پانے کے لئے انقلابی نوعیت کے پروگرام شروع کر رکھے ہیں جن کا مقصد خط غربت سے نیچے زندگی گزارنے والے افراد کا معیار زندگی بلند کرنا ہے۔حکومت پنجاب کے فلاحی پروگراموں سے صوبے کے لاکھوں غریب خاندان مستفیض ہو رہے ہیں۔آج کے دن ہمیں اس عزم کا اعادہ

کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم سب مل کر وطنِ عزیز سے غربت کے خاتمے کے لئے اپنی تمام تر کاوشیں اور وسائل بروئے کار لائیں گے۔"[1]

مختصر الفاظ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ غربت کے شکار کسی بھی معاشرہ کا کلی طور پر پُر امن رہنا محال ہے۔ معاشرے میں غربت کے اثرات مختلف صورتوں میں رونما ہوتے ہیں۔ مثلاً غربت کا شکار ایک فرد جب اپنے کنبے کی حاجات و ضروریات حلال ذریعے سے پوری نہیں کرپاتا تو وہ لامحالہ ناجائز اور حرام ذریعہ معاش اپنانے سے بھی دریغ نہیں کرتا اور اس مد میں اپنی غربت کا خاتمہ یا اس میں کمی کرنے کے لیے ہر جائز و ناجائز حربہ استعمال کرتا ہے جس میں دیگر ضرورت مندوں کے حقوق کا بھی خیال نہیں رکھا جاتا، بلکہ ان کے حقوق پر بھی ڈاکہ مارنے کی کوشش کی جاتی ہے، جس کے نتیجے میں بااثر افراد اپنی غربت میں کمی یا اس کا مکمل خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں لیکن جن غریبوں کی کوئی سننے والا نہیں ہوتا وہ مزید غریب سے غریب تر ہوتے جاتے ہیں۔

اسی طرح غربت معاشرے میں امن و امان کی صورت حال میں بگاڑ اور فتنہ و فساد کا باعث بھی بنتی ہے۔ تاریخ کے قریبی مشاہدہ سے یہ بات واضح ہے کہ بااثر افراد معاشرے میں بگاڑ اور فتنہ و فساد برپا کرنے کے لیے غریب طبقے کا سہارا لیتے ہیں۔ اور غریبوں کو بہلا سہلا کر انہیں خطیر رقم کا لالچ دیتے ہیں اور ان سے غیر اخلاقی کاروائیاں کرواتے ہیں اور اس طرح سے اپنے مذموم ارادوں کی تکمیل غریب طبقے کے ذریعے کرتے ہیں۔

معاشرتی مسئلہ ایک ایسی حالت ہے جو معاشرے کی اعلیٰ اقدار کے زوال کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اگر معاشرہ کوشش کرے تو یہ حالت سُدھر سکتی ہے۔ سماجی مسئلہ ایسی صورت حال کا نام ہے، جس میں کثرت آبادی ناپسندیدہ صورت حال سے دوچار ہو۔ سماجی مسائل اور برائیاں معاشرے کو گھن کی طرح کھا جاتے ہیں۔ پاکستان ایک فلاحی مملکت کے طور پر قائم کیا گیا تھا۔ فلاحی مملکت سے مراد ایسی ریاست ہوتی ہے، جس میں شہریوں کو ہر طرح کی سہولتیں میسر ہوں۔ جہالت، غربت اور ناانصافی کا خاتمہ ہو۔ نیز لوگ اپنی صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے کے مساوی مواقع حاصل کر سکیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ اگر سب صاحب حیثیت لوگ اپنے طور پر ایسے اقدامات اٹھائیں کہ جن کے ذریعے امیر و غریب کے فرق کو کم کیا جاسکے تو اسکا معاشرتی زندگی پر بہت اثر ہوگا، ایک طرف غریب میں خود اعتمادی پیدا ہوگی تو دوسری طرف امراء کا طبقہ، اسکو غریب کی مشکلات قریب سے دیکھنے اور محسوس کرنے کا موقع ملے گا۔ اور ساتھ ہی ایک کسک جو غریب کے دل میں ہے کہ امیر غریب سے ارفع ہے اسمیں کمی واقع ہوگی۔

اگر ان تمام اسباب کو بغور دیکھا جائے تو ان میں سے چند ایک اسباب کا مختصراً ذکر ضروری ہے۔

---

(۱) روزنامہ اُردو پوائنٹ اخبار تازہ ترین۔ لاہور، ۱۶ اکتوبر ۲۰۱۶ء

۱۔ تعلیم کا فقدان:

ہمارا سب سے بڑا اور اہم مسئلہ تعلیم کا فقدان ہے پاکستان کا موجودہ لٹریسی ریٹ ۵۸ فیصد ہے اور اہم بات یہ کہ ہم اپنے کل بجٹ کا صرف ۲.۳ فیصد تعلیم پر خرچ کرتے ہیں۔ تعلیم ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جو قوموں میں شعور پیدا کرتا ہے اسی لیے اسلام نے تعلیم کی اہمیت پر خوب زور دیا ہے۔ دوسرا ہمارے معاشرے کا سب سے بڑا اور اہم مسئلہ لوگوں کا تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود بھی باشعور نا ہونا ہے جو کہ قوموں کو غربت کی کھائی میں دھکیلنے کا باعث بھی بنتا ہے معاشرتی مسائل خواہ کتنے ہی کیوں نا ہوں لیکن ان کی جڑیں ایک ہی ہیں جیسا کہ جہاں غربت ہے وہاں جہالت سے لے کر اور بھی بہت سی معاشرتی برائیاں جنم لیتی ہیں یہ غربت اور جہالت ہی کی وجہ سے ہے کہ آج کے دور میں جب والدین اپنی اولاد کو دو وقت کی روٹی نا دے پائیں تو اپنے ہی ہاتھوں اپنے بچوں کی زندگی چھین کر مجرم بن جاتے ہیں تو ضرورت اس امر کی ہے کہ لوگوں میں تعلیم کو عام کیا جائے تا کہ لوگوں میں معاشرتی زندگی گزارنے کا شعور پیدا ہو۔[1]

۲۔ اولاد کی پرورش:

غربت کی وجہ سے آج کے دور میں جب والدین اپنی اولاد کو دو وقت کی روٹی نا دے پائیں تو اپنے ہی ہاتھوں اپنے بچوں کی زندگی چھین کر مجرم بن جاتے ہیں غربت اور بے روزگاری کیسے زندگی دینے والے والدین کو اپنے ہی جگر گوشوں کی زندگی چھیننے پر مجبور کر دیتے ہیں غربت, کم آمدنی, بے روزگاری ہی معاشرے کے ایسے مضر عناصر ہیں جو والدین کو ایسے ایسے علاقوں میں رہنے پر مجبور کر دیتے ہیں جہاں ان کی اولادوں کے لئے گہری کھائیاں ہوتی ہیں جدھر ان کے بیٹیوں کی عزتیں محفوظ نہیں ہوتی تو دوسری طرف ان کے بیٹوں کے لئے قدم قدم موت کا سامان بچھا ہوتا ہے پھر یہی بچے تربیت کے فقدان کی وجہ سے حق سچ کی تمیز سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں ایسے پسماندہ علاقے پائے ہی کیوں جاتے ہیں جہاں قانون کی دھجیاں بکھیر دی جاتی ہیں یہ ملک صرف چار صوبوں پر مشتمل ہے لیکن پھر بھی اسکی آدھے سے زیادہ آبادی غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہی ہے اسکے بہت سے اسباب ہیں جنمیں معاشی آسودگی کا نہ ہونا بھی ایک اہم سبب ہے۔ کیا ہی ممکن ہو جائے اگر حکومتیں لوگوں کو روزگار فراہم کرنے کا مناسب انتظام کرنے لگ جائیں تو وہ لوگ اپنے لئے باقی مسائل حل کرنے کی راہیں خود ہی ہموار کر لیں گے۔

۳۔ جسم فروشی:

ایک رپورٹ کے مطابق بچپن میں جسم فروشی شروع کرنے والی لڑکیاں زیادہ تر اس دھندے میں اس لیے پڑتی ہیں کہ ان کے والدین یا ان کے سرپرست ان کا کنوارہ پن فروخت کر دیتے ہیں رپورٹ کے مطابق لاہور شہر میں کم سن

---

(۱) روزنامہ اُردو۔ لاہور، ۲۶ جون ۲۱۰۸ء

لڑکیوں کا استعمال کرنے والے گینگ پہلے اپنے گاہک کو ۱۰ سے ۱۲ سال عمر کی لڑکی کا کنوارہ پن فروخت کرنے کے لئے واٹس ایپ، ایمو، میسنجر اور سوشل میڈیا کی دیگر ویب سائٹس کے ذریعے تصویر بھیج کر بکنگ کرتا ہے اور پھر لڑکی کو اسکی بتائی ہوئی جگہ پر گارنٹی لے کر بھیج دی جاتی ہے جنسی ٹاؤٹ کی جانب سے لڑکی کے کنوارے پن کی گارنٹی ہونے کی وجہ سے اس ایک رات کی قیمت ہزاروں سے لاکھوں روپے میں ہوتی ہے۔ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ شہر میں جگہ جگہ جسم فروشی کے اڈے کھل گئے ہیں بلکہ نجی اور سرکاری تعلیمی اداروں میں بھی ایسے افراد موجود ہیں جبکہ بڑی مارکیٹوں، سڑکوں، باغوں، پارکوں اور اہم علاقوں میں بھی ایسے افراد کی کوئی کمی نہیں۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ ۵ سال قبل شہر میں ۲۰۰ قحبہ خانے تھے جن کی تعداد اب بڑھ کر ۴۴۵ ہو چکی ہے۔ اسی طرح ایک اندازے کے مطابق لاہور میں پانچ سال کے دوران جسم فروشی میں دگنا سے زیادہ اضافہ ہو چکا ہے شہر میں ایک لاکھ سے زیادہ جسم فروش خواتین، نابالغ لڑکے اور لڑکیاں ہیں جن کی عمریں ۱۲ سے ۱۳ سال سے لے کر ۴۰، ۴۵ سال تک ہیں ملک کے معاشی حالات کے باعث ان کی تعداد میں ماہانہ سو سے دو سو تک کا اضافہ ہو رہا ہے۔ جسم فروشی سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون "ج" نے نام نہ بتانے کی شرط پر بتایا کہ اس دھندے میں معاشرے کے مختلف طبقوں سے تعلق رکھنے والی خواتین شامل ہیں ان میں ایسی بھی ہیں جو سو روپے میں بک جاتی ہیں اور ایسی بھی جو اپنے آپ کو پیش کرنے کے لاکھوں روپے وصول کرتی ہیں اس نے کہا یہ بڑی بد قسمتی ہے کہ جہاں ہر چیز مہنگی ہوتی جا رہی ہے وہاں عورت کی عصمت سستی ہو رہی ہے چند سال پہلے جس معیار کی لڑکی پانچ ہزار میں ملتی تھی اب ایک ہزار میں مل جاتی ہے کیونکہ یہ عورتیں کسمپرسی کی زندگی گزارتی ہیں۔ ان کے بچے ضروریات زندگی کو ترستے ہیں حکمرانوں کیلئے اب یہ ایک لمحہ فکریہ ہے کہ کیسے اس ملک پاکستان میں لوگ بھوک کی وجہ سے اپنی عزت بھی قربان کر رہے ہیں۔ (۱)

۴۔ فرقہ بندی:

پاکستان میں فرقہ واریت کے بڑھتے ہوئے واقعات اور اقلیتوں پر ہونے والے حملوں نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ ملک میں مذہبی عدم برداشت کا کلچر تیزی سے فروغ پا رہا ہے۔ پہلے مذہب کے نام پر بیرونی طاقتوں کے خلاف صف آرا ہونے کی بات ہوتی رہی اور اب مختلف گروہ ایک دوسرے کے مدمقابل دکھائی دیتے ہیں۔ پاکستان انسٹیوٹ فار پیس سٹڈیز کے اعداد و شمار کے مطابق حالیہ برس کے دوران اب تک اڑسٹھ فرقہ وارانہ حملے ہو چکے ہیں۔ جن میں دو سو چورانوے افراد ہلاک جبکہ پانچ سو افراد زخمی ہو چکے ہیں۔ اب اندازہ کریں کہ اسلام ایک طرف امن کا درس دیتا ہے جبکہ دوسری

(۱) روزنامہ پاکستان۔ لاہور، ۱۳ اپریل ۲۱۰۸ء

طرف یہ فرسودہ خیالات کے حامل نام نہاد دین دار لوگ معاشرے میں لوگوں کو دین کے نام پر ایک دوسرے کے خلاف لڑا رہے ہیں اور معاشرے میں بدامنی پیدا کر رہے ہیں۔ [۱]

(۲)بی بی سی اُردو نیوز، ۱۵ مارچ ۲۱۰۳ء

فصل سوئم:

غربت و افلاس کے اخلاقی اثرات

فصل سوئم

غربت وافلاس کے اخلاقی اثرات

ماہرینِ نفسیات کے مطابق اشیائے خوردونوش اور دیگر اشیاء کی مہنگائی سے نفسیاتی امراض میں بے پناہ اضافہ ہوتا جارہاہے، خصوصاً خواتین شدید متاثر ہیں، گھریلو جھگڑے بڑھ گئے ہیں، اب پانچ چھ افراد کی چائے ناشتے کی دعوت پر ہی چار سے پانچ سو روپے خرچ ہوجاتے ہیں چنانچہ مہمان نوازی کی روایت پر منفی اثر پڑرہاہے، لوگ خود غرض اور مطلب پرست ہوتے جارہے ہیں، جس سے فائدے کی توقع ہو اس سے ہی تعلقات جوڑے جاتے ہیں، گھر کی چھوٹی تقریبات جس میں انتہائی قریبی عزیز ہی شریک ہوتے ہیں، کاانعقاد بھی اکثر لوگوں کے لیے ممکن نہیں رہابلکہ اکثر خواتین کاتو یہ کہنا ہے کہ مہمانوں کی آمد کاسن کر ہی انہیں ٹینشن شروع ہوجاتی ہے۔

متوسط طبقہ جس کی کمر گرانی کے سبب پہلے ہی دوہری ہوچکی ہے، کی پشت پر اسی طرح ظلم وستم کے وار جاری رہے تو یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ ملک میں انتشار بڑھتا جائے گا جس سے مذہبی انتہا پسندی کے رجحان کو فروغ ملے گا، پھر طالبانائزیشن کو ملک میں بڑھاوا دینے کے لیے مایوس نوجوان کی بڑی تعداد میسر آجائے گی۔ ویسے بھی ملکی نوجوانوں کی بڑی تعداد جرائم کے راستے پر قدم رکھ ہی چکی ہے، ان کی تعداد میں اضافے کی جو رفتار ہے حالیہ حکومتی اقدامات اس رفتار کو تیز تر کردیں گے۔

ہمارے خیال میں معاشی فلاح کاتصور اُس وقت حقیقت بن سکتاہے جب ایسے تمام افراد جنہیں کسی بھی دائرے میں کچھ اختیارات حاصل ہیں وہ اپنی ذمہ داریاں خلوص اور مخلوقِ خدا کی خدمت کے جذبے کے تحت پوری کریں۔

غربت وافلاس کی جس صورتحال کی مذکورہ سطور میں نشاندہی کی گئی ہے، اُسطرز کی صورتحال میں اخلاقی اور معاشرتی قدریں مفقود ہوجاتی ہیں اور بعض صورتوں میں یہ محرومیاں، بھوک اور مفلسی معاشرے میں جرائم، قتل و غارت گری اور فتنہ وفساد کے فروغ کاباعث بن جاتی ہیں۔

پاکستانی معاشرہ اس وقت جس اخلاقی، علمی، اقتصادی اور معاشرتی انحطاط کاشکار ہے، اس انحطاط کے باعث آبادی کی ایک کثیر تعداد جہالت، غربت اور افلاس کی گہری کھائیوں میں گر چکی ہے۔ لیکن اس بات کا احساس اکثر پاکستانیوں کو نہیں ہے۔ پاکستانی معاشرے پر ایک بے حسی کی کیفیت طاری ہے اور ہر فرداپنے حال میں مست یا اپنے حالات میں جکڑا ہوا ہے۔ معاشرے کا ہر فرد اپنے سامنے مختلف برائیاں ہوتے دیکھ رہاہے لیکن ان برائیوں کو روکنا تو درکنار وہ خود بھی کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی حد تک کسی نہ کسی برائی میں ملوث ہے جسکے باعث اس کے اندر اتنی اخلاقی جراءت وسکت ہی نہیں کہ وہ کسی برائی کے خلاف ڈٹ سکے، یہی حال تمام عالم اسلام کاہے۔ اس وقت مسلمان حقیقت سے

دور ایک جزباتی فضا میں سانس لے رہے ہیں۔ عالم اسلام کی اقتصادی خوشحالی کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ دنیا کے ۱۵ امیر ترین ممالک میں سے پانچ کا تعلق اسلامی دنیا سے ہے اور پہلا نمبر اسلامی ملک قطر کا ہے[1] لیکن اسکے باوجود اسلامی دنیا پسماندگی کا شکار ہے۔ علمی پسماندگی کا یہ عالم ہے کہ سارے عالم اسلام میں چھے سو کے قریب یونیورسٹیاں ہوں گی جن میں کسی یونیورسٹی کا معیار بھی عالمی سطح کا نہیں ہے جبکہ صرف اٹلی میں جسکی کل آبادی ساٹھ اعشاریہ چھ ملین ہے، نوے کے قریب یونیورسٹیاں موجود ہیں۔ ان میں سے ۳۰ عالمی معیار کی ہیں۔

عالم اسلام اور پاکستان میں جتنی بھی فکری، اصلاحی، علمی اور اسلامی تحریکیں اٹھیں یا اس وقت کام کر رہی ہیں ان کے مجموعی اثرات بھی مسلمانوں کے اخلاقی، اقتصادی اور علمی زوال کا تدارک کرنے میں ناکام رہی ہیں۔ جن اسلامی ممالک نے کچھ اقتصادی اور علمی ترقی کی بھی ہے تو وہ بھی بہت کچھ گنوا کر یعنی بہت سی اسلامی اقدار اور ہدایات کو پس پشت ڈال کر۔

اسلام خدا کے آخری احکامات جو اس کے آخری رسول ﷺ کے ذریعے بھیجے گئے ہیں پر مکمل عمل کرنے کا نام ہے۔ جو فرد ان احکامات پر یقین رکھتا ہے اور عمل کرتا ہے وہ مسلمان ہے، آج مسلمانوں کی اکثریت خدا کے احکامات پر عمل پیرا نہیں ہے لیکن اس کے باوجود ان کا خیال ہے کہ وہ مسلمان ہیں، مسلمان ہونے کا یہ پندار اور بے جا عصبیت بے شمار خرابیوں اور اسلام کو نقصان پہنچانے کا سبب بن رہی ہے۔ آج کا انسان جب مسلمان معاشروں کو دیکھتا ہے تو انہیں غربت، جہالت اور اخلاقی گراوٹوں میں گھرا ہوا پاتا ہے۔

پاکستانی معاشرے کی اخلاقی پسماندگی:

مسلمانوں کی اکثریت اخلاقیات میں اسقدر معدوم ہوگئی ہے کہ اب اس چیز کی ضرورت ہے کہ انکو اس بات کا احساس دلایا جائے کہ وہ صحیح مسلمان بنیں، قول و فعل کے تضاد کو ترک کردیں۔ ورنہ زبانی کلامی مسلمان ہونے کا دعوی انھیں نہ آخرت میں خدا کی پکڑ سے بچا سکے گا اور نہ دنیا میں ذلت و رسوائی سے جس سے کہ آج کا عالم اسلام دوچار ہے۔ ذیل میں ہم پاکستانی معاشرے کی کچھ اخلاقی برائیوں کا تذکرہ کریں گے۔

۱۔ جھوٹ:

جھوٹ یہ ایک ایسا ناسور ہے جسکی اسلامی معاشرے میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ قرآن کریم اور سنت رسول ﷺ نے بے شمار مقامات پر جھوٹ کی مذمت کی ہے قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

---

(1)http://fortune.com/2017/11/17/richest-country-in-the-world Retrived 29-2-17

﴿قُلْ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَo﴾[1]

"کہہ دو جو لوگ خدا پر جھوٹ بہتان باندھتے ہیں فلاح نہیں پائیں گے"۔

اور جھوٹ کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((عن عبد الله، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إياكم والكذب، فإن الكذب يهدي إلى الفجور، وإن الفجور يهدي إلى النار، وإن الرجل ليكذب ويتحرى الكذب حتى يكتب عند الله كذابا، وعليكم بالصدق، فإن الصدق يهدي إلى البر، وإن البر يهدي إلى الجنة، وإن الرجل ليصدق ويتحرى الصدق حتى يكتب عند الله صديقا"))۔[2]

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم جھوٹ سے بچو، اس لیے کہ جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے، اور برائی جہنم میں لے جاتی ہے، آدمی جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ میں لگا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے نزدیک جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے اور سچ بولنے کو لازم کر لو اس لیے کہ سچ بھلائی اور نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے، آدمی سچ بولتا ہے اور سچ بولنے ہی میں لگا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے نزدیک سچا لکھ دیا جاتا ہے"۔

جھوٹ جہاں یہ انسان کی زندگی سے برکت کو ختم کر دیتا ہے وہاں ہی انسان مختلف اخلاقی بیماریوں میں بھی ملوث ہو جاتا ہے ان میں ایک یہ بھی ہے کہ انسان حق سچ کی تمیز سے محروم ہو جاتا ہے اسکی بے شمار مثالیں ہمارے ارد گرد نظر آئیں گی اگر روزمرہ کی زندگی کی بات کریں تو ایک ریڑھی سے لیکر سوپر سٹور تک کثیر تعداد سامان کی فروخت کیلئے جھوٹ بولتی نظر آئے یہ جھوٹ کبھی خراب پھل یا سبزی آنکھ بچا کر گاہک کے شاپر میں ڈالنے کی صورت میں نظر آئے گا تو کبھی کسی چیز پر کسی برینڈ کا فرضی سٹیکر لگا کر زیادہ قیمت وصول کرنے کی صورت میں نظر آئے گا۔ اگر دفاتر کی طرف نظر دوڑائیں تو کہیں کورٹ میں چند روپوں کے عوض جھوٹی گواہی دینے والے نظر آتے ہیں یا پھر ایسے لوگ نظر آئیں گے جو تنخواہ تو سرکار سے عوام کی خدمت کی وصول کرتے ہیں لیکن انکی پوری توجہ اس چیز پر مرکوز ہوتی ہے کہ کس طرح وہ عوام سے اپنی خدمت اور نظرانہ وصول کر سکیں۔ الغرض اگر یہ کہا جائے کہ جھوٹ ہمارے معاشرے میں رچ بس گیا ہے تو یہ مبالغہ نہیں ہو گا اور یہی چیز ہمارے گھروں اور ہماری زندگیوں سے برکت کے خاتمے کا سبب بھی ہے۔

---

(۱)سورۃ یونس: ۱۰/ ۶۹

(۲)القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، باب البر والصلہ ۲۹، رقم الحدیث:۲۶۰۷

۲۔ منافقت:

منافقت کا مطلب ہوتا ہے کہ اندر کچھ اور باہر کچھ، ظاہر کچھ باطن کچھ، جو نہ ہو اسے ظاہر کرنا، اس صفت رذیلہ کی ہمارے دین میں بڑی مذمت کی گئی ہے اور اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا ہے ارشاد ربانی ہے۔

﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًاo﴾(1)

"منافق تو یقیناً جہنم کے سب سے نیچے کے طبقہ میں جائیں گے، ناممکن ہے کہ تو ان کا کوئی مددگار پالے"۔

اگر ہم اپنے موجودہ حالات اور قومی مزاج کی جانب، ذرا غور کریں تو کیا منافقت ہمارے قومی مزاج میں رچی بسی ہوئی نہیں ہے؟ تقریباً ہر پاکستانی بھائی، بہن، باپ، بیٹا، اور شہری یہ مرض پالے بیٹھا ہے۔ ہم زندگی تو فساق وفجار والی پسند کرتے ہیں اور موت کلمے والی چاہتے ہیں۔ ہم زندگی تو لندن پیرس اور ہالی وڈ کی پسند کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دفن جنت البقیع میں ہوں۔ ہم خود جھوٹ، فریب اور اپنی اپنی سطح پر دھوکہ دہی کا ارتکاب کرنے کے بعد دوسروں سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ ہم سے ہر اعتبار سے ایمان داری برتے گا۔ ہمارے ہر شعبہ ہائے زندگی میں معدودے چند کے سوا منافقین کا راج ہے اور اب تو اسے بجائے گناہ اور خامی کے خوبی سمجھا جاتا ہے، جو جتنا بڑا جھوٹا اور منافق وہ اس معاشرے میں اتنا ہی کامیاب، یہ سوچ اب پنپ چکی ہے۔

اگر صرف دین کا ہی نقصان ہوتا اور دنیاوی فائدے حاصل ہو رہے ہوتے اور یہ دنیا جسے ہم عملاً دین پر مقدم سمجھتے ہیں اس صفت رزیلہ کو اپنانے سے بن رہی ہوتی تو چلو پھر بھی کچھ بات تھی مگر یہاں تو دونوں طرف سے نقصان ہی نقصان نظر آرہا ہے۔ عالمی برادری میں ہم ناقابل اعتبار ٹھہرے ہیں۔ ہماری باتوں، ہمارے دعووں کو جھٹلادیا جاتا ہے۔ عالمی ادارے ہمارے اعداد و شمار تسلیم نہیں کرتے، ہماری تعلیمی ڈگریاں دنیا میں بے وقعت ہیں۔ ہم آپس میں بھی ایک دوسرے پر بھروسہ نہیں کرتے۔ ہم منافقت اور جھوٹ کو ڈپلومیسی کا خوبصورت نام دے کر خوش رہتے ہیں۔ ہمارا عام آرگیومنٹ یہ ہوتا ہے کہ کیا کریں یار، کرنا پڑتا ہے، یہاں ایسا ہی چلتا ہے۔

مگر ایسا کب تک چلے گا؟ کیا ہماری آئندہ نسل ہمیں کٹہرے میں کھڑا کریں گی اور حساب لیں گی تو کیا جواب ہوگا؟ اب ماسوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ ہم میں سے ہر ایک اپنی اصلاح کا بیڑا خود اٹھائے، ریاست اور معاشرے، کسی تعلیمی یا تبلیغی تحریک، یا کسی سیاسی جماعت سے یہ توقع رکھنا عبث ہے کہ وہ معاشرے میں رائج اور ہماری قومی زندگی اور قومی مزاج میں پیوست ہو جانے والی اس برائی کے خاتمے کے لیے کچھ کر سکتی ہیں۔ وہ صرف تھوڑا بہت کام کر سکتی ہیں

---

(۱) سورۃ النساء ۴/۱۴۵

اصل فکر ہمیں خود پہلے اپنی اور پھر اپنے گھر والوں کی کرنی ہو گی کہ کیسے ان صفات رزیلہ سے نجات پائی جائے جو نہ صرف ہماری دنیا تباہ کر رہی ہیں بلکہ آخرت بھی تباہ کر رہی ہے اور اگر ایسا نہ کیا گیا اور اس کو اسی طرح جاری وساری رہنے دیا گیا تو پھر رہی سہی امید بھی دم توڑ دے گی اور ہم سب انسانون کے بھیس میں جانوروں والی زندگی گزارتے نظر آرہے ہوں گے اور ہمارا پیارا پاکستان کبھی بھی اس صورت میں نہیں آسکے گا جسکا تصور اسلام نے ہمیں دیا ہے۔

۳۔رشوت خوری:

رشوت بدعنوانی کی بدترین شکل ہے، مال کے حصول کے ناجائز ذرائع میں سے ایک ذریعہ رشوت ہے۔ رشوت سے مراد وہ رقم ہے جو کوئی شخص اپنے منصب کی وجہ سے اس شخص سے وصول کرتا ہے جس کا کوئی کام اس کے پاس رکا ہوا ہے اور جس کا کرنا اس کی منصبی ذمے داری میں شامل ہے۔ اس صورت میں یہ اس شخص کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتا ہے اور اس سے مال کا مطالبہ کرتا ہے حالانکہ اس کو ایسا کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ اسلیے کہ جس منصب پر یہ کام کرتا ہے اس کے بدلے اسے باقاعدہ تنخواہ ملتی ہے۔ اس طرح یہ شخص معاشرے، ریاست، اور اپنے منصب کے ساتھ بیک وقت خیانت کرتا ہے اور اس کا یہ فعل بہت سنگین جرم ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (1)

"اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ اس کو (رشوۃً) حاکموں کے پاس پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ناجائز طور پر کھا جاؤ اور (اسے) تم جانتے بھی ہو۔"

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَّالُونَ لِلسُّحْتِ﴾ (2)

"یہ کان لگا لگا کر جھوٹ کے سننے والے اور جی بھر بھر کر حرام کے کھانے والے ہیں۔"

اور اسکی سنگینی کو حدیث نے یوں بیان کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((عن عبد الله بن عمرو قال:لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الراشي والمرتشى)) (3)

---

(۱)سورۃ البقرہ ۲/ ۱۸۸

(۲)سورۃ المائدہ ۵/ ۴۲

(۳) السجستانی، سلیمان بن الاشعث ابو داود، السنن ابو داود، کتاب الاقضیہ ،رقم الحدیث:۳۵۸۰

"عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے دونوں پر لعنت بھیجی ہے۔"

یعنی آپ ﷺ نے رشوت لینے والے شخص کو لعنتی قرار دیا ہے۔ رشوت کا سب سے بڑا اثر انسان کے ضمیر پر ہوتا ہے۔ باضمیر اور اپنے منصب و ریاست کے ساتھ مخلص انسان کبھی بھی رشوت لینے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھاتا۔ جو شخص رشوت لینے کا عادی ہو جائے اس کا ضمیر مردہ اور ایمان ختم ہو جاتا ہے، تمام اخلاقی اور ایمانی قدریں اس سے چھوٹ جاتی ہیں۔ سامنے محض دولت ہی رہتی ہے جس سے اس کی آنکھیں کبھی سیر نہیں ہوتیں۔ رشوت کی اصل سزا تو آخرت میں ملے گی لیکن دنیا میں رشوت لینے والے کو آرام اور چین نصیب نہیں ہوتا، قسم قسم کی تکلیفیں آتی رہتی ہیں خاص کر وہ شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہے اس کا تو ٹھیک ٹھاک مواخذہ ہوتا ہے جو مال رشوت وغیرہ سے اکٹھا کیا جائے اس مال میں برکت بھی نہیں ہوتی، اور یہ مال دنیا میں بھی اسکے لیے وبال جان ہے اور آخرت میں بھی۔

کسی بھی معاشرے میں رشوت پھیلنے کے کئی اسباب ہوسکتے ہیں لیکن اس کے دو بنیادی اور بڑے اسباب: ایک عیاشی اور آزاد روی اور دوسرا محبت اور باہمی تعاون کا فقدان۔ عیاشیانہ زندگی سے نظام تمدن تباہ و برباد ہو جاتا ہے، جس قوم کے اندر عیش پرستی کی وبا پھیل جاتی ہے وہ اپنے وسائل سے بڑھ کر خرچ کرتی ہے، نتیجتاً آمدن اور خرچ میں توازن قائم نہیں رہتا، ایسی قوم کے اپنے وسائل جب کم پڑ جاتے ہیں تو دوسری اقوام سے قرض کے لیے ہاتھ بڑھاتی ہے اور اس طرح بتدریج اپنی آزادی سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے۔ اہل ثروت عیاشی پر زیادہ مائل ہوتے ہیں اور ہر ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتا ہے چونکہ ان کے موجودہ ذرایع آمدنی ان کے اخراجات کے بہم پہنچانے سے قاصر ہوتے ہیں اسلیے انکو اپنی آمدن اور خرچ کا توازن قائم رکھنے کے لیے کئی طریقے اختیار کرنے پڑتے ہیں مثلاً جو لوگ ضروری پیشوں میں مشغول ہیں یا اہل زراعت و تجارت ہیں۔ ان پر نئے نئے ٹیکس لگاتے ہیں، رشوت ستانی اور ظلم و تعدی کا بازار گرم ہو جاتا ہے جس سے غریبوں کی زندگی دوبھر ہو جاتی ہے، اور پھر عیاشی کا شوق متعدی بیماری کی طرح رفتہ رفتہ پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور کوئی بھی اس مصیبت سے بچ کر نہیں رہ سکتا اور لامحالہ یہ لوگ اپنی خواہشات نفس کو پورا کرنے کی خاطر حصول رزق کے ناجائز ذرایع اختیار کرنے پر مائل ہوتے ہیں مثلاً چوری، قمار بازی، سود، رشوت اور دھوکا، فریب سے کسی کا مال اڑا لینا۔

اگر ہم لوگ قناعت اور کفایت شعاری سے کام لیں تو ہمیں رشوت لینے کی ہرگز ضرورت نہ پڑے، ہماری قوم نے سادگی کے ساتھ زندگی گزارنا نہیں سیکھا۔ ملک کے ہر فرد کی خواہش ہے کہ اس کی زندگی میں تکلفات اور بناوٹ ہو۔

ان تکلفات اور بناوٹوں نے عوام کو مجبور کر دیا ہے کہ وہ اپنے وسائل میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کریں، خواہ وہ اضافہ حرام ذرائع سے ہی کیوں نہ ہو۔

عام طور پر گھر کی خواتین اور بچے اپنے شوہر اور والد سے قسم قسم کے مطالبے کرتے ہیں، ان مطالبات کو پورا کرنا انکے بس کی بات نہیں ہوتی، اور وہ اپنے بیوی بچوں کو خوش رکھنے کے لیے اور اپنے عزیز و اقارب میں اپنا بھرم رکھنے کے لیے رشوت اور ناجائز آمدنی کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے، شروع میں اس کا ضمیر اسے روکتا ہے لیکن بعد میں اس کا ضمیر مردہ ہو جاتا ہے اور رشوت لینے میں اسے کسی قسم کا خوف محسوس نہیں ہوتا۔

رشوت پھیلنے کا دوسرا اہم سبب باہمی نفرت اور دوسروں کی مجبوری سے فائدہ اٹھانے کا رجحان ہے۔ ہمارے ہاں ایسے افراد کی بہت کمی ہے جو دوسروں کی تکلیف کا احساس کرتے ہیں۔ اکثریت ان حضرات کی ہے جو اپنے بھائیوں کو تکلیف میں دیکھ کر خوشی محسوس کرتے ہیں۔ اخلاقی قدریں ہم نے چھوڑ دی ہیں، محض دنیاوی اور ظاہری مفادات کا حصول ہمارا مطمع نظر ہے، باہمی اخوت، محبت اور تعاون کا جذبہ ہمارے معاشرے سے مفقود ہو چکا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمیں کسی کی تکلیف کا، دکھ کا، درد کا کوئی خیال نہیں، ہر ایک نے اپنے آپ کو ایک خاص حلقہ اور دائرہ میں محدود کر لیا ہے۔ انسان اور مسلمان ہونے کے حوالے سے ہم پر جو ذمے داریاں عائد ہوتی ہیں ان سے ہم دست بردار ہو چکے ہیں۔

بحیثیت انسان عام طور پر اور بحیثیت مسلمان خاص طور پر ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم حقوق اللہ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی پر بھی پوری توجہ دیں، ظاہر ہے جو شخص حقوق العباد کا خیال رکھے گا وہ رشوت نہیں لے گا۔ بلاشبہ ہمارے ملک میں رشوت ایک وبائی صورت اختیار کر چکی ہے، اس کا ختم ہونا اگر ناممکن نہیں تو انتہائی دشوار ضرور ہے، ملک میں جو بھی حکومت آتی ہے وہ اس لعنت کو ختم کرنے کے بلند بانگ دعوے ضرور کرتی ہے لیکن ساتھ ساتھ یہ اعتراف بھی کرتی ہے کہ معاشرے کے اندر اس بیماری کی جڑیں اتنی مضبوط اور گہری ہو چکی ہیں کہ انکے اکھاڑ پھینکنے سے وہ عاجز ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ معاشرے کا ہر طبقہ اس میں ملوث ہو چکا ہے۔ ہمارے معاشرے کو رشوت خوری نے ہر پہلو سے متاثر کیا ہے۔ ضرورت خود احتسابی کی ہے۔ اگر اس دنیا میں رشوت چھوڑنے سے تکلیف بھی آئے تو برداشت کر لینی چاہیے کیونکہ آخرت میں تو راحت ہی نصیب ہو گی۔ [1]

---

(۱) روزنامہ ایکسپریس۔ لاہور، منگل ۱۴ نومبر ۲۰۱۷ء

باب سوئم

غربت و افلاس دور کرنے کی خیراتی تدبیر

فصل اول: غربت و افلاس کا خاتمہ: اسلام کی بنیادی تعلیمات

فصل دوئم: زکوٰۃ کا موثر نظام، غربت کے خاتمے کی نوید

فصل سوئم: صدقات و خیرات کے ذریعے غربت و افلاس کا خاتمہ

فصل چہارم: کفارات (کفارہ ظہار و یمین وغیرہ) کے ذریعے غرباء کی امداد

باب سوئم

غربت وافلاس دور کرنے کی خیراتی تدبیریں

دین اسلام ایک مکمل ضابطہ ءحیات ہے اسی لیے اسلام اپنے ماننے والوں کی خودداری اور عزت نفس کا خاص خیال رکھتا ہے۔ غریبی ایک ایسی دیمک ہے جو انسان کی خودداری اور عزت نفس دونوں کو نقصان پہنچاتی ہے۔اسی لیے اسلام غربت کے خلاف ایجابی و قلبی ہر لحاظ سے جہاد کرتا ہے۔ تاکہ یہ صورت حال کسی بھی شخص کے عقیدہ واخلاق، اس کی عائلی اور اجتماعی زندگی پر اثرانداز ہوکر خطرناک صورت اختیار نہ کر جائے۔ایک حدیث میں اسی صورت حال کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:((كَادَالفَقرُ اَن يَّكُونَ كُفرًا))[1]

اور یہ حقیقت ہے کہ غریبی انسان کے دین وایمان کے لیے سخت خطرناک ہے، خصوصاً ایسی جگہ جہاں دولت کی فراوانی ہو، یہ خطرہ اسی وقت شدت اختیار کر جاتا ہے جبکہ غریب جفاکش اور محنتی ہو اور اس کا دولت مند پڑوسی انتہائی کاہل اور سست ہو، ایسے حالات میں غریب لامحالہ انہیں وسوسوں کا شکار ہو جاتا ہے کہ خدا اس کے ساتھ رزق کی تقسیم میں امتیاز اور جانبداری برت رہا ہے (نعوذ باللہ)، کسی عرب شاعر نے کہا ہے:

کم عاقل عاقل اعیت مذاهبه　　　وجاهل جاهل تلقاه مرزوقاً

هذا الذى ترک الاوهام حائرة　　　و صير العالم النحرير زنديقاً[2]

(ترجمہ) بہت سارے ہنر والے تھک ہار کر بیٹھ رہے، لیکن ان کے مقابلے میں ان پڑھ اور جاہل خوشحال ہو گئے۔ بلاشبہ غریبی وہ لعنت ہے جو عقل کو ششدر اور اچھے اچھوں کو بے دین بنا دیتی ہے۔

اور اگر نوبت لادینی تک نہ بھی آئے تب بھی اتنا ضرور ہوتا ہے کہ ایک برخود تعطل دل میں بیٹھ جاتا ہے۔شاعر کہتا ہے:

الرزق كالغيث بين النا س منقسم　　　هذا غريق و هذا يشتهى المطرا

يسعى القوى فلا ينال بسعيه　　　حظاً ويحظى عاجزو مهين[3]

(ترجمہ) روزی لوگوں میں بارش کی طرح برستی ہے کوئی اس میں شرابور ہو جاتا ہے اور کوئی قطرہ کو ترس جاتا ہے ، جفاکش اور محنتی، سخت دوڑ دھوپ کے بعد بھی محروم رہ جاتا ہے اور کاہل غبی ڈھیروں اکٹھا کر لیتا ہے۔

---

(۱) البیهقی، احمد بن الحسین، ابو بکر، شعب الایمان، مکتبہ الرشد للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۴۲۳ھ، رقم الحدیث:۶۱۸۸

(۲) ابن العجمی، ابوذر سبط، کنوز الذہب فی تاریخ حلب، دار القلم، حلب، ۱۴۱۷ھ

(۳) مجلہ البیان، المنتدی الاسلامی، حلب، مایو ۱۴۲۱ھ

اور غربت کی وجہ سے عقیدہ اور ایمان کی خرابی کو مد نظر رکھتے ہوئے ہی آپ ﷺ نے کفر اور فقر دونوں سے پناہ مانگی۔

((اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوذُبِکَ مِنَ الکُفرِوَالفَقرِ))[1]

خدایا میں کفر اور فقر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

ایک اور دعا میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((اللَّهُمَّ إِنِّی أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْقِلَّةِ وَالذِّلَّةِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ أَظْلِمَ أَوْ أُظْلَمَ))

ترجمہ: "اے اللہ! میں ذلت اور ناداری سے اور ظالم یا مظلوم بننے سے تیری پناہ مانگتا ہوں"۔[2]

ذیل میں ہم غربت افلاس دور کرنے کی خیراتی تدابیر پیش کریں گے۔

---

(۱) السِّجِستانی، سلیمان بن الاشعث ابوداود، السنن ابوداود، کتاب الادب، باب مایقول اذااصبح، رقم الحدیث: ۵۰۹۰

(۲) السنن ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب فی الاستعاذۃ، رقم الحدیث: ۱۵۴۴

فصل اول:

غربت وافلاس کا خاتمہ: اسلام کی بنیادی تعلیمات

فصل اول:

غربت وافلاس کا خاتمہ: اسلام کی بنیادی تعلیمات

اس وقت ساری دنیا کو بالعموم اور وطن عزیز کو بالخصوص درپیش سنگین اور تشویشناک مسائل میں سے ایک اہم اور فوری غور و فکر اور موئثر حل کا متقاضی مسئلہ غربت و افلاس ہے، جس نے لوگوں کو خودکشیوں پر مجبور کر رکھا ہے۔ بحیثیت مسلمان ہمارا اس بات پر پختہ ایمان ہے کہ دنیا کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس کے بارے میں رسول رحمت حضرت سیدنا محمد مصطفی صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے لئے کوئی نمونہ، رہنمائی اور اصولی ہدایات نہ چھوڑی ہوں۔

کسی معاشرہ کے ترقی یافتہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ وہ معاشرہ صنعتی ترقی، معاشی انصاف، معاشرتی اقدار، انسانی حقوق کے معیار، روزگار کے مواقع اور دیگر بنیادی سہولیات کے لحاظ سے کس مقام پر کھڑا ہے۔ اب یہ کوئی انکشاف نہیں بلکہ مسلمہ حقیقت اور معروف مشاہدہ ہے کہ پاکستان کا ہر شعبہ خواہ وہ صنعت ہو یا زراعت اس وقت عالم نزع میں ہے۔ معاشی انصاف کی حالت یہ ہے کہ نصف سے زائد آبادی غربت کی انتہائی حد سے نیچے زندگی بسر کر رہی ہے۔ معاشرتی اقدار سخت بحران کی زد میں ہیں۔ انسانی حقوق کا معیار بہت پست ہے۔ روزگار کے مواقع نہ ہونے کے برابر ہیں۔ رہ گئیں دیگر بنیادی سہولیات پانی، روٹی، کپڑا، مکان، تعلیم اور علاج تو نصف سے زائد آبادی ان سے محروم دکھائی دیتی ہے۔

غربت و افلاس کے اس پریشان کن مسئلہ کا حل حضور رحمۃ للعالمین انیس الغریبین محب الفقراء والمساکین صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سیرت طیبہ اور اسوہ حسنہ کی صورت میں ہمیں عطا فرمایا ہے۔

غربت وافلاس کا سبب

خالق کائنات نے انسان کو پیدا کر کے اور اس کی فطرت میں کھانے پینے کے تقاضے رکھ کر اسے یوں ہی اس کے اپنے حال پر نہیں چھوڑ دیا بلکہ اس نے محض لطف و کرم سے اس کے رزق کا بھی ذمہ لیا ہے۔ پھر اس رزق کی فراہمی کے لئے اس نے کمال حکمت اور عجیب و غریب انداز میں زمین میں ایسی صلاحیت، برکت، وسائل اور خزانے رکھ دیئے ہیں کہ قیامت تک بھی ختم نہیں ہوں گے۔ صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس رزاق مطلق نے تو سارا نظام کائنات ہی انسان کی اس خدمت پر مامور فرما رکھا ہے۔ البتہ ان لاتعداد وسائل معاش یا وسائل رزق کی منصفانہ تقسیم کا کام خود حضرت انسان کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

تاریخ انسانی کے کسی بھی دور میں یا اس وقت روئے زمین پر اگر کوئی آدمی رزق اور بنیادی ضروریات سے محروم ہے تو اس کا مطلب ہے وافر مقدار میں خدا داد وسائل معیشت رزق کی تقسیم کے نظام میں انصاف نہیں ہو رہا۔ عام غربت افلاس کے بہت سے اسباب ہو سکتے ہیں مگر ان میں سب سے بڑا سبب وسائل دولت اور اسباب معیشت کے تقسیم کنندگان وہ ظالم، لٹیرے، قارون صفت، حریص اور غاصب ہیں جو محروم المعیشت اور کمزور لوگوں کا حق مارے بیٹھے ہیں۔ یہی حرص و لالچ، ناانصافی اور استحصال معیشت کے میدان میں "ام الخبائث" یا "ام الامراض" ہے جو بیشمار خرابیوں کی بنیاد اور جڑ ہے۔ آج سے کوئی چودہ سو سال قبل درس گاہ نبوی اور صحبت نبوی صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعلیم و فیض یافتہ حیدر کرار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسی چیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اہل ثروت پر ان کے مالوں میں اپنے معاشرے کے فقراء و مساکین کی معاشی حاجات کو بدرجہ کفایت پورا کرنا فرض قرار دیا ہے۔ چنانچہ یہ فقیر لوگ اگر بھوکے ننگے یا معاشی تنگی میں مبتلا ہوتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل ثروت نے ان کے حق یا ان کے حصے کے وسائل رزق کو روک لیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ یہ امر لازم ٹھہرا رکھا ہے کہ روز قیامت وہ ان اہل ثروت کا محاسبہ فرمائے گا اور فقراء کی اس حق تلفی پر انہیں عذاب دے گا۔"[۱]

کوئی بڑے سے بڑا ماہر اقتصادیات یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ آج زمین پر جتنی پیداوار ہے اس سے زیادہ آبادی ہے کیونکہ اللہ کریم نے جس انسان کو پیدا کیا ہے اس کے رزق کا بھی وافر مقدار میں سامان کیا ہے۔ مگر آج انسان کی خواہشات اور ہوس اتنی بڑھ چکی ہے کہ وہ چاہے ایک سیر بھی نہ کھا سکے مگر اپنے پاس ایک من دیکھنا چاہتا ہے۔ یہ آنکھوں کی ہوس کبھی پوری نہیں ہو سکتی۔ اس ہوس کو حدیث نبوی ﷺ نے یوں بیان کیا:

((لو كان لابن آدم واديا من ذهب لاحب ان يكون له ثانيا، ولا يملا فاه إلا التراب، ويتوب الله على من تاب))[۲]

"اگر آدمی کے پاس سونے کی دو وادیاں ہوں تو اسے ایک تیسری وادی کی خواہش ہو گی اور اس کا پیٹ کسی چیز سے نہیں بھرے گا سوائے مٹی سے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کی توبہ قبول کرتا ہے جو اس سے توبہ کرے"

معاشی استحکام بذریعہ پیروی تعلیمات مصطفی ﷺ:

انسانی تاریخ اس امر پر گواہ ہے کہ انسانی معاشرے میں معاشی و معاشرتی عدل و انصاف اور استحکام رب کریم کے پسندیدہ یا مقرر کردہ دین (نظام زندگی) کے کلی اور ہمہ جہتی نفاذ کے لیے بغیر ممکن نہیں ہے جسے اس نے اپنے برگزیدہ

(۱) الاندلسی، امام ابن حزم، المحلی، دارالدعوہ سلفیہ، لاہور، ۱۹۸۴، ۳/ ۴۵۵

(۲) الترمذی، ابوعیسی، محمد بن عیسی، السنن الترمذی، شرکہ مکتبہ ومطبعہ مصطفی البابی الحلبی، مصر ۱۳۹۵ھ، کتاب الزھد، باب ماجاء لوکان لابن آدم وادیان، رقم الحدیث: ۲۳۳۷

اور منتخب نفوس قدسیہ انبیاء علیہم السلام کے ذریعے انسانیت کی دنیوی واخروی فلاح کے لئے عنایت فرمایااور جس کی تکمیل اس نے اپنے آخری پیغمبر رحمت دوعالم حضرت محمد مصطفی ﷺ کے ذریعے فرمادی۔

ہمارااس بات پر پختہ ایمان اور یقین ہے کہ انسان جب تک رحمۃ للعالمین ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا نہیں ہو گا دنیامیں طرح طرح کے مصائب و آلام اور مسائل کا شکار رہے گا۔ وہ زندگی میں امن وسکون، معاشی خوشحالی و معاشرتی عدل وانصاف کبھی نہیں پاسکے گا۔ دنیااس سراج منیر سے جب تک روشنی حاصل نہیں کرے گی مختلف قسم کی تاریکیوں میں ٹامک ٹوئیاں مارتی رہے گی اور جب تک تعلیمات وہدایت نبوی ﷺ پر عمل پیرا نہیں ہوگی، ہمہ جہتی فوزوفلاح کی مبارک منزل سے دور رہے گی۔

دنیامیں ظلم وناانصافی، بھوک، افلاس اور تنگدستی، خودساختہ استحصالی اور غیر منصفانہ قانون، غیر فطری حد تک معاشی و معاشرتی تفاوت وعدم توازن جیسی بنیادی اور ننگ انسانیت خرابیوں کو ختم کرنے اور دنیوی واخروی سعادتوں کے حصول کے لئے سیرت طیبہ، اسوہ حسنہ اور تعلیمات وہدایات نبوی صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی ضروری ہے۔

دینِ اسلام مکمل ضابطہ حیات کا حامل دین ہے لہٰذا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہی غربت کا آسان حل ممکن ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سلسلے میں تعلیمات وہدایات محمدیہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کسی ایک پر بھی خلوص نیت سے عمل کیاجائے تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ مسئلہ حل نہ ہو۔

محنت وروزگار کا فروغ:

ہمیں یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ دولت پیدا کرنے کا ایک اہم اولین بنیادی اور کلیدی ذریعہ یاعامل انسان کی ذاتی محنت بھی ہے جس کے بغیر بہت سے خام حالت میں خزائن الٰہی قابل منفعت نہیں بن سکتے۔ ہمارے معاشرے میں غربت وافلاس، تنگ حالی اور آمدنی وپیداوار میں کمی کا ایک سبب اس ذریعہ دولت (محنت) سے جی چرانا ہے۔ یہ محنت سے جی چرانا کچھ تو ذاتی سستی، کاہلی اور لاپرواہی کے باعث ہوتا ہے مگر زیادہ تر اس کا باعث ذریعہ معاش کے طور پر کوئی پیشہ اختیار کرنے اور ہاتھ سے کام کرنے کو حقیر ومعیوب سمجھنا ہے اور یہ سوچ شاید ہندو آنہ تہذیب و معاشرت کے ساتھ زیادہ دیر قرب کی وجہ سے پیدا ہوئی جبکہ یہ دونوں باتیں عقلاً ونقلاً انسان کے لئے نقصان دہ ہیں۔ مقام غور ہے کہ اگر خالق کائنات نے انسان کے ساتھ ایک چھوٹا پیٹ لگایا ہے تو اس نے اس پیٹ کو بھرنے کے لئے دوہاتھ، دوپاؤں، جسمانی قوت، سوجھ بوجھ اور دوسری مخلوق کے برعکس اسے عقلی ودماغی صلاحیتیں بھی عطا فرمائی ہیں جنہیں کام میں لاکر زمین میں پھیلے ہوئے بے شمار رزق الٰہی کو بآسانی تلاش کیاجاسکتا ہے۔ غالباً اسی لئے ارشاد ہوا:

﴿هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِهَا وَکُلُوْا مِنْ رِّزْقِهِ ؕ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ﴾[1]

"وُہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو نرم و مسخر کر دیا، سو تم اس کے راستوں میں چلو پھرو، اور اُس کے (دیے ہوئے) رِزق میں سے کھاؤ، اور اُسی کی طرف (مرنے کے بعد) اُٹھ کر جانا ہے۔"

محنت کے حوالے سے جب ہم سیرت نبوی صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ محنت و مزدوری کو جو عزت جو حوصلہ افزائی اور قابل رشک حد تک جو مرتبہ و مقام آپ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بخشا اس کا وجود روئے زمین پر نہ آپ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل تھا نہ آج کی متمدن و مہذب اور بزعم خویش حقوق انسانی کی علمبردار دنیا میں پایا جاتا ہے۔ محنت و مزدوری اور ہاتھ سے کما کر کھانے کو آپ کس قدر و منزلت سے دیکھتے تھے اور اس کی دنیوی و اخروی برکات و درجات کیا ہیں اس کے لئے اکثر کتب حدیث میں موجود باب "طلب کسب الحلال" کا مطالعہ کافی ہے۔ آپ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچپن میں مکہ مکرمہ کے مقام جیاد پر خود بکریاں چرا کر چرواہوں کو عزت بخشی اور بعد میں نہ صرف اس کا فخریہ اظہار فرمایا بلکہ ذہنی اصلاح کے لئے امت کو یہ بھی بتایا کہ بکریاں چرانا کوئی معیوب اور حقیر پیشہ نہیں بلکہ یہ وہ معزز پیشہ ہے جسے ہر نبی محتشم نے اختیار فرمایا۔ ہاتھ سے کما کر کھانے کی ترغیب دیتے ہوئے نبی پاک صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ، خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ، وَإِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ، كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ))

"ہاتھ سے کما کر کھانے سے بہتر کوئی کھانا نہیں ہو سکتا اور (یہی وجہ ہے کہ) اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام (بادشاہ ہونے کے باوجود) ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔"[2]

ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا:

((لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ، فَيَأْتِيَ بِحُزْمَةِ الحَطَبِ عَلَى ظَهْرِهِ، فَيَبِيعَهَا، فَيَكُفَّ اللَّهُ بِهَا وَجْهَهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ أَعْطَوْهُ أَوْ مَنَعُوهُ))

"تم میں سے کسی ایک کا اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھانا یعنی لکڑیاں بیچ کر کمانا اس بات سے کہیں بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرے پھر اسے کوئی دے یا نہ دے۔"[3]

---

(۱) سورۃ الملک:۶۷/۱۵

(۲) البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل و عملہ بیدہ، رقم الحدیث:۲۰۷۲

(۳) الصحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب الاستعفاف عن المسألۃ، رقم الحدیث:۱۴۷۱

محنت کی نقد دنیوی برکات تو ہیں ہی جس سے کسی کو انکار نہیں، نبی اکرم ﷺ نے تو اس کا بہت سا اخروی ثواب بھی بتایا ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تاریخ میں متعدد ایسے ائمہ، فقہاء کرام، مفسرین اور محدثین کے نام ملتے ہیں جو اپنے اپنے آباؤاجداد کی نسبت اپنے معمولی پیشوں کے حوالے سے زیادہ معروف ہیں۔ مثلاً امام غزالی، امام جصاص، امام بزاز، امام قدوری وغیرہ۔ اس سے بڑھ کر محنت مزدوری کی حوصلہ وعزت افزائی کیا ہو سکتی ہے کہ آپ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مزدور صحابی کے ہاتھوں کو اپنے لب ہائے مبارک سے بوسہ دیا اور فرمایا:

"یہ وہ ہتھیلیاں ہیں جنہیں اللہ محبوب رکھتا ہے۔"[1]

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"یہ وہ ہاتھ ہے جسے آگ نہیں چھوئے گی۔"[2]

پاک نبی ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب نے ہمیں یہ ترغیب بھی دی ہے کہ اگر کسی جگہ محنت کے باوجود روزگار کے حصول کے مناسب اور معقول مواقع نہ ہوں تو اللہ کی وسیع زمین میں کسی دوسری جگہ ہجرت کر جاؤ اللہ کریم تمہیں وہاں خوشحالی اور وسعت عطا فرمائیں گے۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ۭ﴾[3]

اور جو کوئی اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر نکلے وہ زمین میں (ہجرت کے لیے) بہت سی جگہیں اور (معاش کے لیے) کشائش پائے گا۔

سیرت طیبہ سے ہر مومن کو یہ سبق ملتا ہے کہ وہ قوت بازو اور اپنی خداداد جسمانی و دماغی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر زمین پر پھیلے ہوئے رزق الٰہی میں سے اپنی پسند کے مطابق شرعاً جائز ذرائع سے اپنی اور اپنے بال بچوں کی معاش کا اہتمام کرے۔ اس سلسلے میں اس راہ میں پیش آنے والی ہر رکاوٹ کو نہ صرف دور کیا جائے بلکہ اسلامی ریاست اس کے لئے روزگار کے مواقع مہیا کرے۔ جیسا کہ خود نبی کریم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بے روزگار نوجوان صحابی کی وقتی طور پر مدد کرنے کی بجائے اس کا کمبل اور پیالہ بولی میں دو درہم کا فروخت کیا۔ ایک درہم سے اس کے اہل خانہ کے لئے

---

(۱) طبرانی، المعجم الاوسط للطبرانی، دار الحرمین، ۱۹۹۵، رقم الحدیث: ۸۹۳۴

(۲) الجزری، عزالدین بن الاثیر، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، المیزان کتب، لاہور، سن ندارد ۲/ ۴۲۰

(۳) سورۃ النساء: ۴/ ۱۰۰

کھانے پینے کا سامان اور دوسرے سے کلہاڑی خرید کر اور خود دست نبوت سے اس میں دستہ لگا کر اسے لکڑیاں کاٹنے اور بازار بیچنے کے کاروبار پر لگایا۔ (۱)

ایثار وانفاق کی تلقین

کسی بھی انسانی معاشرے میں لوگوں کے درمیان معاشی تفاوت کا پایا جانا یعنی بعض کا صاحبِ ثروت و دولت اور امیر و غنی ہونا بعض کا ضرورت مند اور غریب و مفلس ہونا ایک فطری امر ہے اور اس میں بفحوائے قرآن مجید کئی تکوینی مصلحتیں پوشیدہ ہیں مگر ہم خالق کائنات کے تکوینی نظام کے بجائے اس کے آخری رسول صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عطا کردہ تشریعی نظام کے مکلف ہیں۔ چنانچہ شریعت محمدیہ درجاتِ معیشت میں سوشلزم کی طرح غیر فطری مساوات کی تو قائل نہیں البتہ اس نے ''حق معیشت'' میں بغیر کسی تفریق کے جملہ انسانوں کو برابر قرار دیا ہے۔ اس کے لئے اس نے بالعموم خوشدلانہ، رضاکارانہ اور برادرانہ مساوات یعنی باہمی ہمدردی و غمخواری کی تعلیمات سے کام لیا ہے۔ اس لئے غربت و افلاس کا مسئلہ زیادہ تر تو شریعت محمدیہ کی انہی بے نظیر و بے مثال اور مؤثر تعلیمات سے حل ہو جاتا ہے باقی کسر قانون کی مدد سے نکال لی جاتی ہے۔

سیرت نبوی صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس کی سب سے بڑی مثال سرکار دوعالم ﷺ کا وہ معاہدہ مواخاۃ ہے جو آپ ﷺ نے مہاجرین مکہ اور انصار مدینہ کے درمیان قائم فرمایا تھا۔ جس کی مدد سے حضور نبی اکرم ﷺ نے مہاجرین کی رہائش خوراک اور کاروبار کا مسئلہ فوری طور پر اتنی آسانی سے حل فرمایا کہ دنیا آج تک انگشت بدنداں ہے۔ اسلام اپنی اخلاقی تعلیمات کے ذریعے امارت و غربت کے طبقاتی احساس کو مٹا کر اخوت و بھائی چارے، ہمدردی و غمخواری کا ماحول پیدا کرتا ہے۔

یہ بات عدل وانصاف اور اسلام کے مزاج کے خلاف ہے کہ کچھ لوگ تو ضروری خوردونوش، لباس، تعلیم، علاج معالجہ کی بنیادی ضروریات سے بھی محروم ہوں اور ساتھ ہی ایک طبقہ عیش و عشرت فضول خرچیوں اور اپنے اللوں تللوں سے ان غربت کے مارے لوگوں کے زخموں پر مزید نمک چھڑکے۔ ایک اسلامی معاشرے میں اس امر کی قطعاً گنجائش نہیں۔

اس لئے قرآن مجید میں مکی دور کے اندر ہی غرباء و مساکین اور محروم المعیشت لوگوں کی معاشی حالت کو بہتر بنانے اور انہیں معاشی فکر سے مطمئن کرنے کے لئے احکامات اور ہدایات اترنا شروع ہو گئیں۔ قانون نافذ کرنے سے قبل

---

(۱) السِّجِستانی، سلیمان بن الاشعث ابوداود، السنن ابوداود، کتاب الزکاۃ، باب ماتجوز فیہ المسألہ، رقم الحدیث: ۱۶۴۱، الترمذی، ابو عیسی، محمد بن عیسی، السنن الترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی بیع من یزید، رقم الحدیث: ۱۲۱۸، القزوینی، ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، السنن ابن ماجہ، دار إحیاء الکتب العربیہ، بیروت، سن ندارد، کتاب التجارات، باب بیع المزایدۃ، رقم الحدیث: ۲۱۹۸

ترغیبی اور تشویقی انداز میں صاحب حیثیت حضرات کو دلنشین انداز میں ایثار وانفاق کی تلقین کی گئی۔ انہیں ذہنی و قلبی طور پر غرباء کی رضاکارانہ مالی امداد و تعاون پر ابھارا گیا۔ کیونکہ جب تک کسی معاشرے میں ذہنی و قلبی تبدیلی نہیں آجاتی اس وقت تک اس میں کوئی تبدیلی رونما اور انقلاب بپا کرنا آسان نہیں ہوتا۔

دلوں کی تبدیلی کا مطلب یہ ہے کہ دل و دماغ پر اس ذمہ داری کا احساس چھایا ہوا ہو جو رب العالمین کا نائب اور سارے جہانوں کے پالنے والے کا خلیفۃ اللہ فی الارض ہونے کی حیثیت سے ہم پر لازم ہے۔ پروردگار عالم کا خلیفہ اور اشرف المخلوقات ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ ہمارا یہ احساس ذمہ داری ایسا بیدار ہو کہ حدیث نبوی صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ہم ہر غریب و مفلس کی غربت و افلاس کی ٹیس اور چبھن اس طرح محسوس کریں جس طرح ایک عضو بدن میں تکلیف سے سارا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے۔ جب ہم کسی غریب و مفلس کو دیکھیں تو ہمارا خواب و خور حرام ہو جائے۔ قبیلہ مضر کے کچھ لوگ جب ننگے پاؤں ننگے جسم اور پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس نبی رحمت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کی یہ خستہ حالی دیکھ کر آپ ﷺ کا چہرہ انور متغیر ہو گیا اور حضور نبی اکرم ﷺ کو اس وقت تک چین نہ آیا اور اس وقت تک آپ کے چہرہ انور پر بشاشت کے آثار نمودار نہ ہوئے جب تک کہ ان کی اس تنگ حالی کا ضروری سامان نہیں ہو گیا۔ [(۱)]

جب کچھ لوگ محتاج اور ضرورت مند ہوں تو اس وقت اپنی ضرورت سے زائد مال دے دینے کی نبی اکرم ﷺ نے صرف ترغیب ہی نہیں دی بلکہ حکم فرمایا ہے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ ایک جگہ ایک آدمی اپنی سواری پر سوار آپ ﷺ کے پاس آیا اور (سوال بھری نگاہوں سے) دائیں بائیں دیکھنے لگا۔ نبی اکرم ص ﷺ نے اس کی اس احتیاجی کو دیکھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہما سے فرمایا: جس آدمی کے پاس فاضل سواری ہو وہ سواری اس آدمی کو لوٹا دے جس کے پاس سواری نہیں اور جس کے پاس فاضل زادراہ ہے وہ اس بھائی کو دے دے جس کے پاس زادراہ نہیں۔ راوی کہتا ہے کہ آپ نے مختلف قسم کے اموال کا ذکر اسی طرح کیا یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا ہم میں سے کسی کو بھی اپنے فاضل مال میں کوئی حق نہیں۔" [(۲)]

یہی حضور اکرم ﷺ کی حسین تعلیمات تھیں جن کی وجہ سے ایک طرف امراء و اغنیاء کے دل میں غریب کی محبت، احساس ہمدردی، خیر خواہی، غمگساری، ایثار و قربانی اور اخوت کے جذبات پیدا ہوئے۔

((يُوْثِرُوْنَ ذَالحَاجَهِ وَيَحْفَظُوْنَ الْغَرِيْبَ))۔ [(۳)]

---

(۱) القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، کتاب الزکوۃ باب الحث علی صدقہ، رقم الحدیث: ۳۲۷

(۲) صحیح مسلم، کتاب اللقطہ، رقم الحدیث: ۱۷۲۸

(۳) الترمذی، ابو عیسی، محمد بن عیسی، الشمائل المحمدیہ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ ﷺ۔

"وہ صحابہ حاجت مند کو اپنے اوپر ترجیح دیتے اور غریب (کے حقوق) کی حفاظت کرتے ہیں۔"
دوسری طرف غریبوں کے دلوں میں اپنے امیر بھائیوں کے لئے نفرت و عداوت کی جگہ محبت، عزت و تکریم اور مرتبہ شناسی کے لطیف جذبات پیدا ہوئے اور یوں ایسا ماحول پیدا ہوا کہ امراء و غرباء کے درمیان نفرت کی ساری دیواریں گر گئیں۔ امارت و غربت کے سارے فاصلے مٹ گئے۔ معاشی و معاشرتی تفاوت ختم ہو گیا۔ امیر و غریب کی بنیاد پر طبقاتی تفریق و تقسیم نسیاً منسیاً ہو گئی۔ دنیا کے خود ساختہ درجات اور مراتب کا خاتمہ ہو گیا۔ چھوٹے و بڑے، امیر و غریب، قریشی و غیر قریشی، عربی و عجمی، حبشی و رومی، گورے و کالے اور آقا و غلام کے امتیازات ختم ہو گئے۔ اور سب بھائی بھائی، ایک دوسرے کے ہمدرد، خیر خواہ، بہی خواہ، اور جاں نثار بن گئے۔ امراء اور غرباء میں تعاون و تکافل اور بھائی چارے کی ایسی پر سکون، پر لطف اور محبت بھری فضا پیدا ہو گئی کہ چشم فلک نے اس کا نظارہ نہ اس سے پہلے کیا تھا اور نہ آج تک کر سکی ہے۔

تعیشات کے بجائے سادگی کا فروغ

کسی ملک میں غربت و افلاس کا ایک بڑا سبب وہاں کے امراء بالخصوص اہل حکومت و اقتدار کا تعیشات، اللوں تللوں شاہ خرچیوں اور رنگ رلیوں میں پڑ جانا ہے۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے کوئی آدمی حتیٰ کہ سربراہ مملکت بھی عام لوگوں کے مقابلے میں بود و باش، کھانے پینے اور دوسرے انسانی حقوق میں کوئی امتیاز نہیں رکھتا ہے۔ VIP اور غیر VIP کی تقسیم غیر اسلامی ہے۔ نبی رحمت صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کون دنیا میں VVIP ہو سکتا ہے اس کے باوجود اس شاہ دو عالم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دولت کدہ میں دو دو مہینے آگ نہیں جلتی تھی۔ آپ کے لئے کبھی کپڑوں کا کوئی جوڑا تہہ کر کے نہیں رکھا گیا۔ دس لاکھ مربع میل رقبہ کے حکمران کی رہائش جس "ایوان صدر" یا "وزیر اعظم ہاؤس" میں تھی اس کا طول و عرض آج بھی "گنبد خضریٰ" سے معلوم کیا جا سکتا ہے اور اس قدسی صفات سید العرب والعجم کی رہائش گاہ کے "سامان زیست" اور "کل دنیا" کی تفصیل اور چشم دید گواہی آج بھی پڑھی جا سکتی ہے۔
ازواج مطہرات میں سے ہر ایک زوجہ محترمہ یا خاتون اول کا حجرہ کس قسم کے سنگ مرمر، ساگوان کی لکڑی اور "امپورٹڈ" سامان سے بنایا گیا تھا۔ اس کی تفصیل آج بھی معلوم کی جا سکتی ہے۔ حضور صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
((ایاک والتنعم فان عباد الله لیس بالمتنعمین))(۱)
"عیش کوشی سے بچو کیونکہ اللہ کے بندے عیش کوشی نہیں کرتے۔"
عام افلاس کے زمانے میں ایک صحابی کے مکان پر بالاخانہ کو پسند نہ فرمایا۔(۲)

---

(۱) التبریزی، الخطیب، مشکوٰۃ المصابیح، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۸۵، باب فضل الفقراء، ص ۴۴۹
(۲) السِّجِستانی، سلیمان بن الاشعث ابو داود، السنن ابو داود، کتاب الادب، رقم الحدیث: ۱۷۱۱

پیاری لخت جگر سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر میں دروازہ پر پردہ دیکھا تو گھر میں داخل ہونا پسند نہ فرمایا۔[1]

وطن عزیز میں عام غربت کا ایک بڑا باعث حکمرانوں، عوامی نمائندوں اور دولت مند لوگوں کی عیش کوشی اور تعیش پسند بھی ہے۔ اسلام عیش کوشی اور تعیش پسندی کی بجائے تمام معاملات زندگی میں سادگی کو پسند کرتا ہے۔ جبکہ تعیش پسندی اور عیش کوشی میں بے شمار معاشی واخلاقی نقصانات کے باعث اس کو سخت ناپسند قرار دیا گیا ہے۔

وطن عزیز میں ہر سال حکومتی بجٹ کا ایک کثیر حصہ حکمرانوں، وزراء اور مشیران کی فوج ظفر موج، ممبران پارلیمنٹ اور افسران بالا کے تعیشات اور غیر ضروری اخراجات کی نذر ہو جاتا ہے۔ جس کے لئے بجٹ خسارہ کو پورا کرنے کے لئے ہر سال قرضہ اٹھانا پڑتا ہے۔ قوم کی نمائندگی کا دعویٰ کرنے والے نام نہاد حکمرانوں اور ان کے مشیروں وزیروں کے ماہانہ اخراجات کروڑوں روپے بنتے ہیں۔ عوامی نمائندوں کے لئے ہر سال بجٹ میں جو مسرفانہ مراعات رکھی جاتی ہیں اس سے اندازہ ہی نہیں ہوتا کہ یہ کسی غریب ملک کے نمائندے ہیں۔ ایوان صدر اور وزیراعظم سیکرٹریٹ کی صرف دیکھ بھال مہمانوں کی تواضع اور دیگر ضروریات کی فراہمی کے لئے کروڑوں روپے رکھے جاتے ہیں جبکہ ملک کی اکثریت کے پاس سر چھپانے کے لئے جھونپڑی بھی نہیں۔ دوسرے سرکاری دفاتر میں بھی ہر سال کروڑوں روپیہ صرف ان کی تزئین و آرائش پر خرچ ہو جاتا ہے۔ صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی مرحوم کے بقول:

"ہمارے حکمرانوں کا طرز معاشرت یہ پتہ دیتا ہے کہ یہ لوگ ایک ایسے ملک کے حکمران ہیں جس کے دریاؤں میں گدلا پانی نہیں شیریں اور شفاف دودھ بہتا ہے۔ جس کے درختوں پر پتے نہیں روپے اگتے ہیں۔ جس کے موسم برسات میں سونے اور چاندی کی بارش ہوتی ہے۔ اور جس میں آنے والے سیلاب دنیا جہاں کی نعمتیں سمیٹ کر یہاں بکھیر دیتے ہیں۔ اسسٹنٹ کمشنر ہو یا ڈپٹی کمشنر، وزیر اعلیٰ ہو یا وزیر اعظم سب کا انداز معاشرت ملک کے افلاس اور عوام کی غربت کی ہلکی سی چغلی بھی نہیں کھاتا۔ اے سی کو دیکھ کر قطعاً اندازہ نہیں ہوتا کہ وہ کسی دور افتادہ تحصیل کا حاکم ہے۔ ڈی سی سے مل کر بالکل احساس نہیں ہوتا کہ وہ کسی مسائل زدہ ڈویژن کا انچارج ہے۔ وزیر اعلیٰ کی شان و شوکت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کسی غریب صوبے کا مقتدر ہے اور نہ وزیر اعظم کے قرینہ زیست سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ کسی مقروض ملک کا چیف ایگزیکٹو ہے۔ یہ ایک مسلسل طرز عمل ہے جو برسوں سے ہمارے حکمران اختیار کئے ہوئے ہیں۔"

اس غریب اور مقروض ملک کی ہر حکومت سادگی کے دعوؤں اور اعلان کے باوجود بالائی سرکاری سطح پر نہ صرف نہایت بے دردی سے اخراجات کرتی ہے بلکہ لوٹ مار اور کرپشن کا بھی ایک سیلاب مسلسل بہتا رہتا ہے جس کا اندازہ حالیہ دنوں میں نیب کی کارروائیوں کے بعد صرف چند افراد کی ''کارکردگی'' کے طور پر سامنے آیا ہے۔

---

(۱) سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، رقم الحدیث: ۵۷۲

لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ان سرکاری اور عوامی سطح پر مال کے ضیاع اور اسراف و تبذیر کرنے والوں پر پابندی عائد کی جائے اور حکام بالا سے لے کر نیچے تک دفاتر میں سرکاری تقریبات، خورد و نوش، رہن سہن اور غیر پیداواری اخراجات میں بعض دوسرے ممالک کی طرح سادگی، کفایت شعاری اور خود انحصاری کو فروغ دیا جائے۔ تزئینات یا تکلفات و فضولیات کا شوق قرضے لے کر پورا کرنے کی بجائے معاشی خوشحالی کے حصول تک صرف ضروریات پر اکتفا کیا جائے۔

معاشی و اقتصادی ترقی کا حصول

معاشی ترقی اور خود انحصاری ہی وہ چیز ہے جس کے باعث معاشی میدان میں ترقی یافتہ دیگر اقوام کو کسی ملک کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی ہونے کا موقع نہیں مل سکتا۔ پاکستان میں آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی کھلم کھلا مداخلت اور معاشی پالیسیوں میں دخل اندازی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اس کی واحد وجہ ہماری احتیاجی ہے۔

کسی ملک کی فوجی طاقت اور دفاعی قوت کی بنیاد اور اس کے سیاسی استحکام کی لازمی شرط معاشی تعمیر ہے۔ لہذا معاشی و اقتصادی ترقی غربت کے خاتمہ اور خود کفالت کے لئے ضروری ہے۔ حد درجہ معاشی تفاوت اور غربت کو ختم کرنے اور ضرورت مندوں کی کم از کم بنیادی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لئے ہمیں اسلامی تعلیمات اور سیرت مصطفی ﷺ سے رہنمائی لیناہو گی و گرنہ "ہماری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں۔[۱]

(۱) ماہانہ منہاج القرآن، غربت و افلاس کا خاتمہ: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں، از ڈاکٹر سعد اللہ، جلد ۲۹ شمارہ ۱۱، نومبر ۲۰۱۵، لاہور

فصل دوئم

زکوٰۃ کا موثر نظام: غربت کے خاتمے کی نوید

فصل دوئم

زکوٰۃ کا موثر نظام: غربت کے خاتمے کی نوید

زکوٰۃ چونکہ دین کا تیسرا اہم ترین ستون ہے۔[1] اور غریبوں کی امداد کا بہت بڑا ذریعہ ہے جس کے ذریعے ملک و قوم سے کامیاب طریقے سے غربت کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ سب سے پہلے ہم زکوٰۃ کے معنی جاننے کی کوشش کرتے ہیں:

زکوٰۃ کا معنی:

لفظ زکوٰۃ مختلف جگہ پر مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے جیسے:

نشوونما، بالیدگی، پاکیزگی، خیر وخوبی کے ساتھ بڑھنے والا۔

جیسے کہا جاتا ہے: "زکی المال والزرع" (مال بڑھا، کھیتی نے نشوونما پائی)

"زکی الرجل"[2] (وہ آدمی آسودہ ہو گیا)

اس لغوی معنی کی روشنی میں اللہ کی راہ میں خرچ ہونے والا مال برکت و ثواب کے لحاظ سے اللہ کے خزانہ میں بڑھتا ہی رہتا ہے اور جب انسان اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دیتا ہے تو اس کا مال پاک اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہو جاتا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌo﴾[3]

ترجمہ: "جو لوگ اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک دانہ بویا جائے اور اس سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں اسی طرح اللہ جس کے عمل چاہتا ہے افزونی عطا کرتا ہے وہ فراخ دست بھی ہے اور علیم بھی"

---

(۱) الصحیح البخاری، کتاب الایمان، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: « بنی الاسلام علی خمس » رقم الحدیث:۸، القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، کتاب الایمان، باب ارکان الاسلام ودعائمہ العظام، رقم الحدیث:۱۶

(۲) الزبیدی، مرتضی، تاج العروس من جواھر القاموس، دار الفکر بیروت. ۱۹۹۴ء، ۲۲۰/۳۸

(۳) سورۃ البقرہ: ۲۶۱/۲

اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت کسی شخص کی حسن نیت ایثار اور اخلاص پر اجر و ثواب کی وسعت جس قدر پھیلانا چاہے تو نہ اسے کوئی روک سکتا ہے اور نہ بندہ اس کا اندازہ کر سکتا ہے۔ یعنی اس کے وعدہ پر یقین کرنا ضروری ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ۝﴾

"تم میں سے کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے تا کہ اللہ اسے کئی گنا بڑھا چڑھا کر واپس کرے"(۱)

یہ زکوٰۃ کے غیر محسوس فائدے ہیں جن کا زیادہ تر تعلق غیب اور آخرت سے بھی ہے۔

زکوٰۃ کی فرضیت واہمیت:

قرآن کریم میں زکوٰۃ کی اہمیت کے پیش نظر جہاں نماز کا ذکر کیا وہیں زکوٰۃ کا بھی ذکر کر دیا۔ قرآن کریم میں ۸۲ مقامات پر نماز اور زکوٰۃ کا ذکر ایک ساتھ کیا گیا ہے۔ مکہ مکرمہ میں اسلام نے زکوٰۃ کو اجمالی طور پر بیان کیا اور مدینہ منورہ میں اس کو مفصل طریقے سے واضح کر دیا۔ اور زکوٰۃ ۲ ہجری میں باضابطہ طور پر نافذ کی گئی۔(۲)

زکوٰۃ کے بغیر اسلام کا دعویٰ نامکمل ہے۔ آنحضور ﷺ کی وفات کے بعد جب حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو قبیلہ بنی غطفان اور بنی مسلم نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اس موقع پر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا:

"وَاللَّهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ"

ترجمہ: "خدا کی قسم! میں اس شخص کے خلاف ضرور لڑوں گا جس نے نماز اور زکوٰۃ کے درمیان تفریق کی کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے"۔(۳)

قرآن کریم میں نماز اور زکوٰۃ کو اسی لئے بار بار یکجا ذکر کیا گیا تا کہ دونوں کا باہمی تعلق نمایاں ہو سکے اور ہر کوئی یہ جان لے کہ اسلام کی تکمیل دونوں کی یکجا ادائیگی میں مضمر ہے۔ چنانچہ جس طرح نماز دین کا ستون ہے اور اس کو گرانے والا وہی شخص ہے جو اس کا انکار کر دے بعینہ زکوٰۃ اسلام کا پُل ہے جو جہنم کے دونوں سروں پر بچھا ہوا ہے۔ جو اس پر سے صحیح وسالم گزرا وہ ہلاکت سے محفوظ ہو گا۔ لیکن جو غلط راستے کو اپنائے گا جہنم اسے نگل لے گی۔

---

(۱) سورۃ البقرہ: ۲/ ۲۴۵

(۲) التبریزی، الخطیب، مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث: ۱۵۶

(۳) البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ رقم الحدیث: ۱۳۹۹-۱۴۰۰، القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، کتاب الایمان، رقم الحدیث: ۲۰

اور وہ لوگ جو اپنے مالوں سے زکوٰۃ نکالتے ہیں ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رحمت کا ذکر قرآن کریم میں یوں فرمایا ہے:

﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ۝﴾[۱]

(ترجمہ:) "یوں تو میری رحمت سبھی کے لیے عام ہے لیکن اس کے خصوصی حقدار وہ لوگ ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیتوں پر کامل یقین رکھتے ہیں"۔

قرآن کریم جہاں زکوٰۃ دینے والوں کے لیے خیر و برکت اور اجر و ثواب کا وعدہ کرتا ہے وہیں غریبوں کی حق تلفی کرنے اور اپنی تجوریاں بھرنے والوں کے لیے ہولناک اور سخت ترین وعیدوں کا بھی اعلان کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ۝﴾[۲]

ترجمہ: "اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے آپ انہیں دردناک عذاب کی خبر دیجیے اُس روز سونے اور چاندی کو آگ سے تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانی، پہلو اور پشتوں کو داغا جائے گا او ران سے کہا جائے گا یہ وہی سونا اور چاندی ہے جسے تم اپنے لیے جوڑ جوڑ کر رکھتے تھے اب مزہ چکھو اپنے جمع کرنے کا"۔

اسی طرح زکوٰۃ نہ دینے والوں کو رسول اللہ ﷺ نے بڑی سخت وعید سنائی ہے اور دنیا میں برے انجام اور آخرت میں برے حشر سے خبردار کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَلَا مَنَعُوا الزَّكَاةَ إِلَّا حُبِسَ عَنْهُمُ الْقَطْرُ)) "جو قوم زکوٰۃ دینے سے کتراتی ہے خدا اسے قحط سالی اور بھوک و افلاس میں گرفتار کر دیتا ہے"۔[۳] زکوٰۃ دبانے والوں کی یہ سزائیں تو وہ ہیں جو باری تعالیٰ کی طرف سے دنیا یا

---

(۱) سورۃ الاعراف: ۷/ ۱۵۶

(۲) سورۃ التوبہ: ۹/ ۳۴-۳۵

(۳) الطبرانی، سلیمان بن احمد، ابو القاسم، المعجم الکبیر، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ، ۱۴۱۵ھ، رقم الحدیث: ۱۰۹۹۲

آخرت میں ظہور پذیر ہوتی ہیں یا ہوں گی لیکن اس کے علاوہ اس جرم کی کچھ اور سزائیں بھی ہیں جن کو اسلامی شریعت نے وضع کیا ہے اور حاکم وقت یا امت کے سربراہ کو اس کے نفاذ کی اجازت دی ہے جیسا کہ فرمان رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہے:

((مَنْ أَعْطَاهَا مُؤْتَجِرًا فَلَهُ أَجْرُهَا، وَمَنْ مَنَعَهَا فَإِنَّا آخِذُوهَا وَشَطْرَ مَالِهِ، عَزْمَةً مِنْ عَزَمَاتِ رَبِّنَا عَزَّ وَجَلَّ، لَيْسَ لِآلِ مُحَمَّدٍ مِنْهَا شَيْءٌ))

ترجمہ: "زکوٰۃ دینے والا کبھی بھی اجر سے محروم نہ ہو گا لیکن یاد رکھو جو زکوٰۃ نہ دے گا میں اسے گرفتار کر لوں گا اور اس کی جائیداد کا نصف حصہ بحق باری تعالیٰ ضبط کر لوں گا لیکن مجھے یا آل محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو اس میں سے ایک پائی بھی نہ ملے گی۔[۱]

اس حدیث سے اس بات کی مکمل اجازت ملتی ہے کہ حاکم وقت ایسوں کی جائیداد ضبط کر سکتا ہے تاکہ زکوٰۃ چوروں یا اس کی ادائیگی میں سستی کرنے والوں کی آنکھیں کھلیں اور ضرور غفلت سے باز آئیں۔

اسلام نے زکوٰۃ کے معاملے میں اتنی سختی اس لیے روا رکھی ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مال مخصوص لوگوں کے ہاتھوں میں سمٹ جائے اور غریب اور مفلس لوگ اپنی جائز ضروریات کو پورا کرنے کے لیے بھی ترستے رہ جائیں۔

مستحقین زکوٰۃ:

مصارف زکوٰۃ کا تعین قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کر دیا گیا اور ان میں ردوبدل کا اختیار کسی انسان کے سپرد نہیں کیا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ۝﴾

ترجمہ: "زکوٰۃ تو صرف فقیروں اور مسکینوں اور ان کے اہلکاروں کے لیے ہے جو اس (کی وصولی) پر مقرر ہیں اور ان کے لیے جن کی دلداری مقصود ہے اور گردنیں چھڑانے اور قرضہ داروں (کے قرض اتارنے) کے لیے اللہ کی راہ میں اور مسافروں (کی مدد) میں (یہ) اللہ کی طرف سے فرض ہے اور اللہ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے"۔[۲]

---

(۱) السِّجِستانی، سلیمان بن الاشعث ابوداود، السنن ابوداود، کتاب الزکاۃ، باب فی السائمہ، رقم الحدیث: ۱۵۷۵

(۲) سورۃ التوبہ: ۹ / ۶۰

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

" اللہ تعالیٰ کی یہ بہت بڑی حکمت تھی کہ اس نے زکوٰۃ کی تقسیم کو کسی کی رائے یا شخصی ذمہ داری پر نہیں چھوڑا اور نہ ہی ان کو قانون سازوں اور علماء یا حکام کے حوالہ کیا کہ وہ معاشرے کی ضرورت کے مطابق زکوٰۃ کا تعین کریں بلکہ ان کی تقسیم اور مصارف کی نشاندہی خود فرمائی اور زکوٰۃ پانے والوں کو آٹھ حصوں میں تقسیم کیا۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آٹھ مصارف دو بنیادی قسموں میں بٹے ہوئے ہیں۔

ایک قسم ان لوگوں کی ہے جو بجا طور پر ضرورتمند اور محتاج ہیں ایسے لوگ فقراء، مساکین، غلام اور ایسے مسافر ہیں جو وطن سے دور جا پڑے ہیں اور ان کا زاد راہ ختم ہو چکا ہے۔

دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جن سے نفع کی امید ہوتی ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہوتا کہ وہ خود ضرورت مند اور محتاج ہوں اس زمرے میں زکوٰۃ وصول کرنے والے، مولفۃ القلوب، مجاہدین اور ایسے مقروض شامل ہیں جو مسلمانوں کے باہمی جھگڑے مٹانے کے پیچھے یا کسی کی ضمانت وغیرہ لے لینے کے سبب قرض میں دب گئے ہوں۔

یوں تو زکوٰۃ سال میں ایک بار فرض ہوتی ہے البتہ باغات اور کاشت کا سال اس وقت پورا سمجھا جائے گا جب پھل یا کھیتی پک کر تیار ہو جائے اور اس وقت کل پیداوار کا دسواں حصہ سالانہ زکوٰۃ کے طور پر ادا کر دیا جائے گا۔ عشر سال پر اس لیے واجب ہو گا کہ ہفتہ عشرہ کی ادائیگی واجب ہونے کی صورت میں مالداروں کا نقصان اور عمر میں ایک بار ادائیگی لازم ہونے کی صورت میں غریبوں کا نقصان ہو گا۔ [1]

---

(۱) الجوزیہ، محمد بن ابی بکر شمس الدین ابن قیم، زاد المعاد، مؤسسہ الرسالہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ، ۲/ ۵-۷

نظامِ زکوٰۃ خدا کی بیمہ [۱] کمپنی ہے:

نظامِ زکوٰۃ جہاں انسان کو معاشرے میں دوسروں سے ہمدردی اور مدد کا جذبہ دیتا ہے وہاں ہی بخل اور کنجوسی کی حوصلہ شکنی بھی کرتا ہے۔ نظامِ زکوٰۃ ہر شخص کو کل کی فکر سے آزاد کر دیتا ہے۔ زکوٰۃ ایک قسم کی بیمہ کمپنی ہے جس میں اپنی زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد ہر شخص اپنا اور اپنی اولاد کا بیمہ کرا دیتا ہے۔ یعنی آج اگر یہ اپنے خون پسینے کی کمائی سے غریبوں اور ناداروں کی مدد کرتا ہے تو کل یہ خود یا اس کی اولاد کسی ناگہانی آفت یا مصیبت کا شکار ہو جاتے ہیں تو اس کی ذمہ داری اسلامی ریاست کے شعبہ زکوٰۃ پر ہو گی ورنہ روزِ قیامت یہی مال ثواب کی شکل میں اس کی فلاح کا ذریعہ بن جائے گا۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یوں بیان فرمایا کہ:

﴿ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ﴾

ترجمہ: "اور تم اپنے مال میں سے جو خرچ کرو گے اس کا تمھیں پورا صلہ دیا جائے گا"۔ [۲]

معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کی ادائیگی ایک لحاظ سے اپنی ہی امداد ہے۔ ضرورت سے زائد ہونے کی صورت میں یہ دولت ناداروں اور حاجت مندوں میں گردش کرتی رہتی ہے۔

آخر زکوٰۃ غریبوں کے لیے ہی کیوں؟

امام رازیؒ نے اسی سوال کے جواب میں تین وجوہات ذکر کیے ہیں کہ سرمایہ داروں کی دولت میں غریبوں کا حصہ کیونکر نکلتا ہے۔

پہلی وجہ:

یہ ایک فطری بات ہے کہ جو کوئی اپنے روزمرہ کے اخراجات سے کچھ رقم بچا کر رکھتا ہے باوجودیکہ اس سے کہیں زیادہ ضرورت دوسروں کو ہوتی ہے مگر پھر بھی یہ حق تنہا اسے حاصل ہوتا ہے کہ وہ انہیں جہاں چاہے استعمال کرلے یا نہ کرے یہ اس لیے کہ یہ دولت اسی کی ہے اور اس کی اپنی دولت پر اس کا اپنا حق ہی سب سے زیادہ ہو سکتا ہے۔ لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک بے حد غریب اور فاقہ کش آدمی ایسے کئی مالداروں کے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے اور خود کو امداد

---

(۱) بیمہ کے لئے انگریزی زبان میں Insurance (انشورنس) کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور عربی زبان میں اس کو تامین کہا جاتا ہے۔ ان تینوں الفاظ یعنی بیمہ، انشورنس، تامین کے معنی "یقین دہانی" کے ہیں۔ بیمہ فریقین کے درمیان ایک معاہدے کا نام ہے جس میں ایک فریق (بیمہ کمپنی) دوسرے فریق (بیمہ کرانے والا) کے نامعلوم نقصان کے واقع ہونے پر ایک مقررہ رقم ادا کرنے کا ذمہ لیتا ہے اور اس کے بدلے دوسرا فریق ایک مقررہ رقم اقساط (پریمیئم) کی شکل میں اس وقت تک ادا کرنے کا عہد کرتا ہے جب تک کہ وہ نامعلوم نقصان واقع نہ ہو جائے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۱۴: ۴۵۶، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور)

(۲) سورۃ البقرہ: ۲/۲۷۲

اور اعانت کا حق دار ثابت کرتے ہوئے اس بات کی پر زور درخواست کرتا ہے کہ مخاطب کسی طرح اس کی مدد کر دے۔ سو چیں تو معلوم ہو گا کہ مالدار کی ضرورت سے زائد رقم پر اس کے حق کے ساتھ ساتھ اس دوسرے کا کچھ نہ کچھ تو حق نکلتا ہے۔ مالک کا حق۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں اسطرح نکلتا ہے کہ اس نے اس کے حصول کے لیے انتھک کوششیں کیں۔ اور انتہائی دانشمندی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی ضرورت کے لیے اسے بچا کر رکھا لیکن اس غریب کا حق بھی اس لیے نکلتا ہے کہ وہ مصیبت زدہ اور بے حد پریشان ہے اور امداد کا سخت محتاج ہے اور یہاں یہ بات بھی قابل تسلیم ہے کہ الگ الگ رجحان کے حامل ان دونوں افراد کو جب غلط آب وہوا ملتی ہے ان کے اندر نفرت پروان چڑھتی ہے اور پھر دنیا دو طبقوں میں بٹ جاتی ہے۔ ایک طرف وہی باشعور، مالدار، سرمایہ دار کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور دوسری طرف وہ فاقہ کش حقوق کی طویل فہرست لے کر سڑکوں پر اور چوراہوں پر نکل جاتا ہے اور پھر یہ اختلاف تصادم کی حد تک پہنچ کر پر سکون بستیوں کو برباد اور ویران کر دیتا ہے۔ لیکن آپ یہ دیکھیں گے کہ ایسے ہر موقع پر اسلام ثالث بالخیر ہوتا ہے اور دونوں فریق کو صحیح مشورہ دیتا ہے چنانچہ اس موقع پر وہ یہ فیصلہ کرتا ہے کہ محنت اور تدبر اور نگرانی کی وجہ سے دولت پر ملکیت کا حق مالک کو پہنچتا ہے لیکن غریبی اور افلاس کی وجہ سے اس دولت کی ایک مخصوص مقدار پر اس غریب کا بھی حق ہوتا ہے اور اس کا یہ حق اسے ملنا چاہیے۔

دوسری وجہ:

یہ ہے کہ اگر زائد دولت کو کوئی اگر گھر میں ڈال لے یا تجوری میں بند کر لے تو کسی کام نہ آئے گی اور یونہی پڑی رہ جائے گی۔ لیکن اس کے برعکس جب اس دولت کا ایک حصہ نکل کر غریبوں کی بستی میں گردش کرنے لگے گا تو اگر چہ بظاہر اس دولت سے کوئی دنیاوی فائدہ نہیں پہنچے گا لیکن اس گردش سے اس بستی والوں کو ضرور فائدہ پہنچے گا ان کا کام بھی بن جائے گا اور خدا کے حکم پر اس کا عمل بھی ہو جائے گا اور کیا عجب کہ وقت آنے پر وہی غریب اس دنیا میں اس کے بھی کام آجائے۔

تیسری وجہ:

اور آخری وجہ کہ غریب اور مسکین خدا کا کنبہ ہیں، مشہور مقولہ ہے (الخلق عیال اللہ) اور مالدار اس کی دی ہوئی دولت کے نگران۔ اور یہ بڑی زیادتی ہے جس کا روپیہ ہو اسی کے اہل و عیال پر اسے خرچ نہ کیا جائے۔ (۱)

مشہور حدیث قدسی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اپنے بندے سے کہیں گے کہ اے بنی آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے کھانا نہیں دیا وہ کہے گا میں آپ کو کیسے کھانا دیتا؟ آپ تو رب العالمین ہیں۔ اللہ

---

(۱) الرازی، ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسن، فخر الدین، تفسیر کبیر، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۰ھ ۱۶/ ۷۷-۸۰

تعالیٰ فرمائیں گے تجھ کو خبر نہیں میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تونے اسے کھانا نہیں دیا اگر تو اس کو کھانا کھلا تا تو وہ میرے پاس ہی پہنچتا۔ (۱)

زکوٰۃ کے لیے حکومتی یا جماعتی نظام:

زکوٰۃ کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس کی وصولیابی یا ادائیگی کی ذمہ داری تنہا افراد کے سر نہیں ڈالی گئی نہ ہی انفرادی خیرات جیسی کوئی شکل اختیار کی گئی اس لیے کہ اس صورت میں اس کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہوتا کہ خدا اور آخرت پر اعتماد کرنے والے تو اس کی ادائیگی میں کوئی کسر نہ رکھتے لیکن بے دین اور بے فکرے زکوٰۃ دینے کا نام تک نہ لیتے اور اس طرح یہ عظیم الشان منصوبہ رائیگاں ہوتا جس کی تنظیم اور نفاذ پوری امت کی فلاح و بہبود کے لیے عمل میں لایا گیا تھا۔ جس طرح نماز کی ایک شرعی حیثیت ہے اسکے اہتمام کیلئے مساجد، مئوذن، امام وغیرہ کا تقرر ہوتا ہے ایسے ہی زکاۃ کی شرعی حیثیت یہ طے پائی کہ حکومت (یا جماعت) کی سرپرستی میں کوئی منظم ادارہ اس کی وصولیابی اور تقسیم کا ذمہ دار ہے اور اس اہم فریضہ کو بحسن وخوبی انجام دے۔

اسی لیے زکوٰۃ کے اجتماعی نظام کے لیے قرآن پاک نے عاملین (تحصیلدار اور ہرکارے) کے نام سے مستقل ایک جماعت کی داغ بیل ڈالی اور ان کو اس مد کے جملہ آمد و صرف کا ذمہ دار ٹھہرایا اور ان کے اخراجات کے لیے اسی مد سے ایک حصہ مقرر کر دیا تا کہ وہ بے نیاز ہو کر یکسوئی سے اپنا کام کر سکیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ﴾ (۲)

اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ (۳)

ترجمہ: "آپ ان مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعے آپ ان کو گناہوں کے آثار سے پاک وصاف کریں گے"۔

اس آیت میں بالاتفاق صدقہ سے مراد زکوٰۃ ہے۔ (۴) اور اس آیت کے مخاطب حضور ﷺ کی ذات گرامی اور وہ تمام افراد ہیں جن کے ہاتھ میں مسلمانوں کی زمام اختیار ہو۔

---

(۱) القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، کتاب البر والصلہ، باب فضل عیادۃ المریض، رقم الحدیث:۲۵۶۹

(۲) سورۃ التوبہ: ۹/ ۶۰

(۳) سورۃ التوبہ: ۹/۱۰۳

(۴) السعدی، عبد الرحمن بن ناصر بن عبد اللہ، تیسیر الکریم الرحمن، مؤسسہ الرسالہ، بیروت، ۱۴۲۰ھ، ص:۹۷۴

اجتماعی نظام کی ضرورت:

((عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ ادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ))

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن بھیجا اور ان کی روانگی کے وقت بڑی تاکید کے ساتھ فرمایا: کہ تم ایک ایسی قوم کے پاس جارہے ہو جو اہل کتاب ہیں اس لیے سب سے پہلے انہیں اس بات کی دعوت دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اگر وہ یہ بات قبول کرلیں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو اُن کے مالداروں سے لی جائے گی اور انھیں کے غریبوں کو دے دی جائے گی۔ اور اگر وہ یہ بات بھی منظور کرلیں تو تمھیں چاہیے کہ بہترین مال پر ہاتھ ڈالنے سے پرہیز کرو اور مظلوم کی بد دعا سے بچو اس لیے کہ اللہ اور اس کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔ (۱)

حدیث کے ان الفاظ **"تُؤْخَذُ مِن"** سے پتا چلتا ہے کہ محکمہ تحصیلات کے کارندے زکوٰۃ کی فراہمی کے لیے مالداروں کے ہاں جائیں نہ یہ کہ اس مسئلہ کو ان کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے۔

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں" اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کی وصولیابی اور خرچ کا کام امام خود کرے یا اس کا نائب کرے اور جو نہ دے اس پر سختی کرے۔ (۲)

اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو تاریخ شاہد ہے کہ آنحضرت ﷺ اور خلفائے راشدین کا عمل اس کے مطابق تھا۔ علماء نے صراحت کی ہے کہ امام زکوٰۃ کی وصولیابی کا انتظام بھی سنت کے مطابق اسی طرح کرے تاکہ کوئی جہالت یا بخل کے سبب زکوٰۃ نہ روکے۔ (۳)

---

(۱) البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب اخذ الصدقۃ من الاغنیاء وترد فی الفقراء حیث کانوا، رقم الحدیث: ۱۴۶۴، القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح، کتاب الایمان، باب الدعاء الی الشہادتین وشرائع الاسلام، رقم الحدیث: ۱۹

(۲) العسقلانی، احمد بن علی بن حجر ابو الفضل، فتح الباری، دار المعرفہ، بیروت، ۱۳۷۹، ۳/۳۶۰

(۳) النووی، ابو زکریا محی الدین یحیی بن شرف، المجموع شرح المہذب، دار الفکر، بیروت، ۶/۱۶۷

نیز مالداروں کا بھی فرض ہے کہ وہ امیر کے نمائندوں اور تحصیلداروں کے ساتھ تعاون کریں۔ اور کچھ بھی چھپائے بنا پوری پوری زکوٰۃ ادا کریں حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا ارشاد گرامی ہے۔

حضرت جابر بن عتیکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا:

((سَيَأْتِيكُمْ رُكَيْبٌ مُبْغَضُونَ، فَإِنْ جَاءُوكُمْ، فَرَحِّبُوا بِهِمْ، وَخَلُّوا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَبْتَغُونَ، فَإِنْ عَدَلُوا فَلِأَنْفُسِهِمْ، وَإِنْ ظَلَمُوا، فَعَلَيْهَا وَأَرْضُوهُمْ، فَإِنَّ تَمَامَ زَكَاتِكُمْ رِضَاهُمْ، وَلْيَدْعُوا لَكُمْ))

"زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے تمھارے پاس ایسے سوار آئیں گے جن سے ممکن ہے تمھیں نفرت بھی ہو جائے لیکن بہر صورت جب وہ آئیں تو تم ان کے ساتھ کشادہ پیشانی کے ساتھ پیش آؤ اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو اگر انہوں نے انصاف سے کام لیا تو ان کا اپنا فائدہ ہو گا اور اگر زیادتی کریں گے تو نقصان کے ذمہ دار خود ہوں گے"۔[۱]

اس حدیث میں جہاں نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے زکوٰۃ دینے والوں کو خندہ پیشانی سے زکوٰۃ ادا کرنے کی تلقین کی وہیں یہ بھی واضح کر دیا کہ ہم زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے منصف لوگوں کو مقرر کریں گے لیکن اگر پھر بھی کبھی کوئی بد دیانتی کرے اور مال میں ہیر پھیر کرے تو وہ اس کا خود ذمہ دار ہو گا۔

سابقہ بیان کی گئی قرآنی آیات اور احادیث کی روشنی سے یہ بات واضح ہوتی ہے کی اسلام زکوٰۃ کی درست اور شفاف وصولی اور تقسیم پر کس قدر زور دیتا ہے۔ ذیل میں ہم صحابہ کرام کے مؤقف کو پیش کریں گے کہ صحابہ کرام زکوٰۃ کی وصولی اور اس کی صحیح اور شفاف تقسیم کا کس قدر اہتمام کرتے تھے اور ساتھ ہی ساتھ اس بات کی یقین دہانی بھی کرتے تھے کہ زکوٰۃ کا مال بیت المال یا حاکم وقت کے پاس جمع ہو۔

سہیل بن ابو صالح اپنے والد کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب ان کے پاس اتنی رقم جمع ہو گئی جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی تھی تو انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص، ابو ہریرہ، ابو سعید خدری اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ میں اس زکوٰۃ کو حاکم وقت کے حوالے کر دوں؟ یا خود غریبوں میں تقسیم کر دوں اس کے جواب میں سبھی نے یہی کہا کہ حاکم وقت کے حوالے کر دو۔

دوسری روایت میں ہے کہ میں نے عرض کیا آپ صاحبان دیکھ رہے ہیں کہ موجودہ حکام کس طرح زکوٰۃ کو استعمال کر رہے ہیں؟ کیا زکوٰۃ انہیں دینا درست ہے؟ جواب میں انہوں نے یہی کہا کہ زکوٰۃ حکام ہی کو دی جائے گی۔[۲]

---

(۱) السجستانی، سلیمان بن الاشعث ابو داود، السنن، کتاب الزکاۃ، باب رضا المصدق، رقم الحدیث:۱۵۸۸

(۲) البیہقی، احمد بن الحسین، ابو بکر، السنن الکبری، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ، ۴/۱۹۲

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ:

((ادْفَعُوا صَدَقَاتِ أَمْوَالِكُمْ إِلَى مَنْ وَلَّاهُ اللهُ أَمْرَكُمْ فَمَنْ بَرَّ فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَثِمَ فَعَلَيْهَا))

"زکوٰۃ حاکم وقت کے پاس جمع کردو اگر انہوں نے ٹھیک ٹھیک اس کا نظم کیا تو بہتر، ورنہ اس کا وبال خود ان کی گردن پر ہوگا"۔ (۱)

مذکورہ بالا احادیث اور صحابہ کرام کے اقوال کے مطالعہ سے یہ یقین پختہ ہو جاتا ہے کہ اسلامی شریعت زکوٰۃ کی جمع و تقسیم کو حکومتی سطح پر چلانا چاہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ایک طرف حکومت کے محکمہ تحصیلات کو زکوٰۃ کی رقم خاص طور پر جمع کرنے کا پابند بناتی ہے اور مستحق افراد کا پورا پورا جائزہ لینے کے بعد ان میں تقسیم کرنے کی تاکید کرتی ہے اور دوسری طرف عوام کو بھی خبردار کرتی ہے کہ وہ تحصیلداروں سے بہر صورت تعاون کریں وہ قصور کریں تو کریں لیکن خود اپنی طرف سے کسی قسم کا نقص یا قصور نہ آنے دیں ورنہ اجتماعیت منتشر ہوگی اور بیت المال کا نظم بگڑ جائے گا۔

کتنی مقدار میں زکوٰۃ دی جائے:

نظام زکوٰۃ کو صحیح طور پر اپنانا ہی غربت و افلاس کا دائمی علاج ہے اب یہاں ایک سوال یہ اٹھتا ہے کہ غریبوں اور مسکینوں میں فی کس کتنی زکوٰۃ مفید ہوگی؟ یہ وضاحت اس لیے بھی اہمیت کی حامل ہے کہ عام طور پر دیکھا جارہا ہے کل تک جو زکوٰۃ لیتے تھے وہ آج بھی زکوٰۃ لیتے ہیں اور اپنے آپ کو غریب کہتے ہیں اور صورتحال کی اس نزاکت کا سہارا لے کر کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ زکوٰۃ بھی وقتی علاج ہوا جس سے درد گھڑی بھر کے لیے رفع ہوا لیکن اصل بیماری ہنوز برقرار رہی آئندہ سطروں میں فکر و نظر کی اسی خرابی کو دور کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

تمہید کے طور پر یہ سمجھ لینا چاہیے کہ غریب دو قسم کے ہوتے ہیں:

(۱) ایسے لوگ جو غریب ہونے کے ساتھ ساتھ کسی ذہنی یا جسمانی بیماری میں مبتلا ہو کر اپاہج اور معذور ہو جاتے ہیں یا معمر ہونے کی وجہ سے کام نہیں کرسکتے۔ ظاہر ہے ایسے لوگوں کی غریبی لاعلاج ہے اور متبادل امداد فراہم ہونے تک ان کے لیے تاحیات زکوٰۃ کی فراہمی کے سوا کوئی دوسرا سہارا نہیں ہے لہٰذا اس قسم کے غریب و مسکین کی گزر بسر اگر صرف زکوٰۃ پر ہو تو اس میں حیرت کبھی نہیں کرنی چاہیے۔

(۲) اس میں وہ غریب شامل ہیں جو اگرچہ تہی دست اور مفلس ہوتے ہیں لیکن درحقیقت یہ اس لائق بھی ہوتے ہیں کہ ہاتھ اور پیروں کو حرکت دیں اور کچھ سہارا پا کر مزید سہارا از خود پیدا کرلیں۔ ایسی صورت میں زکوٰۃ کے ذریعے انھیں ایک بار وہ سہارا مل سکتا ہے جس سے یہ آئندہ زکوٰۃ لینے کی بجائے زکوٰۃ دینے کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کرسکتے ہیں۔

---

(۱) البیہقی، احمد بن الحسین، ابو بکر، السنن الکبری، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ، ۴/ ۱۹۲

اسی مقصد کے لیے زکوٰۃ کی تقسیم کا ایک طریقہ جو اسلامی اسپرٹ سے زیادہ قریب ہے یہ ہے کہ امداد اس طرح کی جائے کہ غریبوں کی جملہ ضروریات کی تکمیل ہو جائے اور ان کا احتیاج سدا کے لیے ختم ہو جائے تاکہ انھیں دوبارہ زکوٰۃ لینے کی محتاجی بھی نہ رہے۔

امام نوویؒ لکھتے ہیں:

"علمائے عراق وخراسان کا اس پر اتفاق ہے کہ فقیروں کو اس قدر دیا جائے جس سے ان کا فقر زائل ہو اور بے نیازی انھیں حاصل ہو"۔ امام شافعی کا بھی یہی مسلک ہے ان کی دلیل قبیصہ بن مخارق ہلالیؓ کی وہ روایت ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: "صرف تین قسم کے آدمیوں کو سوال کرنے کی اجازت ہے:

(۱) وہ شخص جو قرض میں گرفتار ہو، اسے اس حد تک مانگنے کی گنجائش ہے کہ جس سے اس کی ضرورت پوری ہو جائے۔

(۲) وہ شخص جسے فاقے کی نوبت آجائے اور پاس پڑوس والے بھی اس کا اعتراف کریں (راوی نے تیسرے شخص کو بیان نہیں کیا) لیکن ان کے علاوہ کسی شخص کو مانگنا جائز نہیں۔ اس کے باوجود اگر کوئی مانگتا ہے تو قبیصہ یوں سمجھو کہ وہ زنا کی کمائی کا کھا رہا ہے۔[۱]

اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ اس حد تک سوال درست ہے جس احتیاج اور ضرورت رفع ہو سکے۔[۲]

اور اگر ہم اسلامی تاریخ کا بغور مطالعہ کریں تو اسلامی تاریخ ہماری واضح رہنمائی کرتی ہے۔ حضرت عمرؓ کا دورِ خلافت آپ کے اس جملے کی بھرپور عکاسی کرتا ہے کہ "غریبوں کو اتنا دو کہ وہ بے نیاز ہو جائیں"۔[۳]

غرض حضرت عمرؓ روٹی کے چند لقموں یا کچھ سکوں کو امداد کے لیے ناکافی سمجھتے تھے۔ اس مؤقف کی تائید اس واقعے سے ہوتی ہے کہ ایک شخص نے آپ کے پاس آکر اپنی غربت کا شکوہ کیا آپ نے اسے تین اونٹنیاں مرحمت فرمائیں۔[۴]

اس گراں قدر امداد کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ امداد لینے والا بے نیاز ہو جائے اور پھر سے زکوٰۃ لینے کے لیے رُخ نہ کرے۔ غریبوں کے بارے میں اپنے مؤقف کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے ایک موقع پر فرمایا:

---

(۱) القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، کتاب الزکاۃ، باب من تحل لہ المسألہ، رقم الحدیث: ۱۰۴۴

(۲) النووی، ابوزکریا محی الدین یحیی بن شرف، المجموع شرح المھذب، ۶/۱۹۳

(۳) العبسی، ابو بکر بن ابی شیبہ، المصنف ابن ابی شیبہ، مکتبہ الرشد، الریاض، ۱۴۰۹ھ، رقم الحدیث: ۱۰۴۲۵

(۴) الھروی البغدادی، ابوعُبید القاسم بن سلاّم، کتاب الاموال، دار الفکر، بیروت، رقم الحدیث: ۱۹۲۰

((وَاللَّهِ لَأَرُدَّنَّ عَلَيْهِمِ الصَّدَقَةَ حَتَّى تَرُوحَ عَلَى أَحَدِهِمْ مِائَةُ نَاقَةٍ، أَوْ مِائَةُ بَعِيرٍ))

" بار بار زکوٰۃ دینے سے میں نہیں رکتا خواہ مجھے ایک شخص کو سو اونٹ کیوں نہ دینا پڑیں۔ (۱)

غریبوں کی ہر ممکنہ امداد اور ان کی سینکڑوں ضرورتوں میں زکوٰۃ کا معقول استعمال فکر و نظر کو یہ احساس دلاتا ہے کہ غریبوں کے لیے زکوٰۃ وہ سالانہ اور مستقل امداد ہے جسے پا کر فقیر اور مسکین بھوک اور افلاس کی سرحدوں کو عبور کر سکتے ہیں، اپاہج اور بے نوا آلام و مصائب کے مہیب غاروں سے نکل سکھ اور چین کی پرُسکون وادی میں قدم رکھ سکتے ہیں اور اسی کے سہارے بے روزگار اپنی بیکاری کے دنوں کو خیر باد کہہ سکتے ہیں۔

انسانی ضمیر کو اس لمحہ سے زیادہ فرحت اور مسرت کب حاصل ہو گی جس لمحہ پیار و محبت کے ہاتھوں مالی امداد پا کر کسی خانہ خراب کا گھر آباد اور کسی کا ٹوٹا ہوا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ اگر ہم بھی مصیبت کے مارے کسی ایسے فرد و بشر کے ساتھ کچھ دور چلیں جس کے قدم غربت اور افلاس کی تاریکی سے نکل کر فراخ دستی اور فارغ البالی کی طرف بڑھ رہے ہو ں تا کہ محبت کا یہ لمحہ ہم بھی دیکھ سکیں۔

حضرت عمر فاروقؓ اسلام کے مایہ ناز فرزند اور ایک عظیم مملکت کے خلیفہ دوم تیز دھوپ کی وجہ سے ٹھیک دوپہر کے وقت ایک درخت کے سائے میں فرش خاک پر لیٹے ہوئے ہیں دور سے آنے والی دیہات کی ایک سادہ عورت قریب پہنچ کر خود حضرت عمرؓ کا پتہ پوچھ رہی ہے اور پھر روانی میں کہنا شروع کرتی ہے میں بال بچوں والی غریب دیہاتی عورت ہوں ، امیر المؤمنین نے محمد بن مسلمہ کو زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کے لیے ہمارے علاقے میں بھیجا تھا وہ آئے بھی، مگر افسوس انہوں نے ہمیں کچھ نہ دیا، خدا آپ کا بھلا کرے میری آپ سے بس اتنی گزارش ہے کہ ان کے سامنے ہماری سفارش کر دیں، حضرت عمرؓ نے اپنے غلام یرفا سے محمد بن مسلمہ کو حاضر ہونے کا کہہ دیتے ہیں۔ عورت سہم جاتی ہے کہتی ہے آپ انہیں بلانے کی بجائے کسی سے کہلوا دیں یا خود میرے ساتھ بنفس نفیس چلنے کی زحمت فرمائیں، اس طرح شائد میرا کام بن جائے، گویا اس کے لاشعور میں ایک خوف تھا کہ کہاں میں ایک دیہاتی خاتون اور کہاں ایک تحصیلدار، اتنے بڑے مرتبے کا انسان کب کسی کو خاطر میں لا سکتا ہے، لیکن اب تک عورت کو یہ علم نہ تھا کہ یہی حضرت عمرؓ ہیں۔ اتنے میں محمد بن مسلمہ آ جاتے ہیں زمین پر بیٹھ جاتے ہیں تب عورت کو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ یہی ہیں، حضرت عمرؓ بڑے درد بھرے لہجے میں کہنا شروع کرتے ہیں:

"محمد بن مسلمہ! خدا گواہ ہے میں نے تمھارے بارے میں پورا پورا اطمینان کر لینے کے بعد اس منصب کو تمھارے حوالے کیا تھا مگر افسوس! نتیجہ برعکس نکلا، بھلا بتاؤ کل جب خدا اس عورت کے بارے میں پوچھے گا تو تم یا میں کیا جواب دیں گے؟ پھر یاد رکھو! آئندہ اگر تم اسی منصب پر رہے

(۱) العبسی، ابو بکر بن ابی شیبہ، المصنف ابن ابی شیبہ، ۲/ ۴۲۲ رقم الحدیث: ۱۰۶۴۵

اور تمھارا گزر اسی عورت پر ہو تو اسے سال بھر کے لیے خرچ دینے کے ساتھ گزشتہ سال کا خرچ بھی ضرور دو، لیکن ٹھہرو نہ جانے تمھارا گزر کب ہو؟ پھر آپ نے ایک اونٹنی، کچھ آٹا اور روغن منگوا اسے مرحمت فرمایا اور کہا کہ کسی قافلے کے ساتھ خیبر چلی جاؤ جہاں تمھارا گھر ہے ایک ضرورت کے تحت میں خیبر آرہا ہوں اگلے روز جب آپ وہاں پہنچے تو آپ نے اسے مزید دو اونٹنیاں عطا فرمائیں اور روزمرہ کی ضرورتوں کے لیے اور بھی کچھ سامان اسے دیا"۔[1]

اس واقعہ سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ غریب طبقہ کو معاشی بحران سے نجات دلانے کی اگر کوئی گارنٹی اور ضمانت دی جاسکتی ہے تو وہ صرف زکوٰۃ کے ذریعے دی جاسکتی ہے۔ نیز یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ خود حضرت عمرؓ بھی اس بات کے قائل تھے کہ زکوٰۃ اتنی دینی چاہیے جو لینے والے کو آسودہ حال اور بے نیاز کردے اور یہی مؤقف حدیث کا بھی ہے۔

---

(۱) الھروی البغدادی، ابوعُبید القاسم بن سلاّم، کتاب الاموال، دار الفکر، بیروت، رقم الحدیث: ۱۹۲۰

فصل سوئم:

صدقات وخیرات کے ذریعے غربت وافلاس کا خاتمہ

فصل سوئم

صدقات وخیرات کے ذریعے غربت وافلاس کا خاتمہ

غریبوں کے حقوق کو آئینی حیثیت عطا کرنے کے ساتھ ساتھ اسلام کی شروع سے یہ کوشش رہی ہے کہ انسان خصوصاً مسلمان کے اندر خیر خواہی اور سخاوت کا ایسا جذبہ پیدا کیا جائے کہ وہ مطالبے سے کچھ زیادہ ہی دینے کا رجحان رکھتا ہو بلکہ اسکا عزم اسقدر جوان ہو کہ بغیر طلب کئے اس کے اندر دینے کا جذبہ موجزن ہو۔ خوشی ہو یا غم اسکی داد و عیش میں کوئی فرق نہ آتا ہو۔ وقت بے وقت وہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتا ہو۔ اگرچہ خود سخت ضرورت میں گھرا ہو۔ اس کی نظروں میں دولت وسیلہ اور ذریعہ ہو۔ منزل اور انتہا نہ ہو۔ پھر یہ سب اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہو۔ نہ اپنی عزت و مرتبہ کی لالچ ہو نہ ہی جاہ و حشمت کی کوئی پرواہ ہو۔

اسلام کیونکہ ایک عالمگیر مذہب ہے اور یہ ضروری تھا کہ وہ قانونی ذرائع کو اسکا مقام عطا کرتے ہوئے اخلاقی قدروں کو اجاگر کرتا، اسلئے کہ یہ ہر کوئی جانتا ہے کہ برادری اور سماج میں اشتراک و تعاون کا جذبہ ممکن قانون کو بنا دینے سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ اس کی اخلاقی اور انسانی ذمہ داری اسکو یاد دلائی جائے۔ اسے یاد دلایا جائے کہ خیر خواہی اور باہمی ہمدردی وہ جوہر ہے جسے اپنا کر بندہ خدا کی مرضی اور جنت میں انبیا اور صالحین کی ہم نشینی کا شرف حاصل کر سکے گا۔ اور مادی فائدہ یہ ہو گا کہ تنگ دستی اور ناداری کی مصیبت سے دنیا پاک ہو سکے گی۔

قرآن کریم نے جن امور کو خاص طور پر اپنا موضوع قرار دیا ہے اور بار بار جن امور کی تاکید کی ہے ان میں سے ایک خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب ہے۔ یہ بارہا ہوا کہ قران کریم نے اس کی تلقین کی اور حرص و بخل سے ڈرایا اور دھمکایا پھر انتہائی خوبی اور صفائی کی ساتھ بلیغ ادبی پیرائے میں دلکش اور موثر تمثیلیں پیش کیں جن سے سخت دلوں میں رقت اور بند مٹھیوں میں حرکت پیدا ہو اور جود و سخا کی راہیں خود بخود کُھل جائیں۔

قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

﴿الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَاخَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ﴾[1]

ترجمہ: جو لوگ اپنا مال (اللہ کی راہ میں) رات اور دن، پوشیدہ اور ظاہر طور پر خرچ

---

(۱) سورۃ البقرہ: ۲/ ۲۷۴

کرتے ہیں تو ان کا ثواب ان کے پروردِگار کے پاس طے ہے اور ان کو (قیامت کے دن) نہ کسی طرح کا خوف ہو گا اور نہ غمگین ہوں گے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِه وَ يَقْدِرُ لَه وَ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُه وَ هُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ۝﴾[۱]

"(اے پیغمبر اِن سے) کہہ دو کہ میرا پروردِگار اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے اور تم جو خرچ کرتے ہو وہ اسکا عوض دیتا ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے"۔

ان دونوں آیات میں جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خرچ کرنے کی ترغیب دی وہاں یہ بھی بیان فرمایا کہ تم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدلہ تمھیں لوٹا دیا جائے گا۔[۲]

صدقہ کا معنی:

صدقہ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو خدا کی راہ میں دی جائے[۳]

امام راغب صدقہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"ہر وہ چیز جو انسان اپنے مال سے قربِ الٰہی حاصل کرنے کے لیے خرچ کرتا ہے خواہ یہ اس پر واجب ہو یا غیر واجب۔"[۴] واجب کی مثال قرآن کریم کی یہ آیت ہے:

﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً﴾۔[۵]

ترجمہ: ان کے مال میں زکوٰۃ وصول کرو۔

اور اسلام میں رضاکارانہ طور غیر واجب خیرات کرنے والوں مصدق کہا جاتا ہے اس کی مثال قرآن کریم نے یوں بیان کی:

---

(۱) سورۃ سبا: ۳۴/ ۳۹

(۲) سورۃ البقرہ: ۲/ ۲۷۲

(۳) الزبیدی، مرتضی، تاج العروس من جواھر القاموس، دار الفکر بیروت. ۱۹۹۴ء، ۲۶/ ۱۲

(۴) الاصفھانی، ابوالقاسم الحسین بن محمد الراغب، المفردات فی غریب القرآن، المکتبہ المرتضویہ، سن ندارد، ص: ۲۷۸

(۵) سورۃ التوبہ ۹/ ۱۰۳

﴿اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَ الْمُصَّدِّقٰتِ وَ اَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾۔[1]

ترجمہ: مردوں اور عورتوں میں سے جو لوگ صدقات دینے والے ہیں۔

لفظ صدقہ کبھی کبھی عفوودرگزر کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

"کھیتی سے جو چرند پرند اور ضرورت مند انسان کھا جائیں وہ بھی صدقہ ہے"۔[2]

یہ کبھی عورتوں کے حق مہر کے لیے استعمال ہوتا ہے:

﴿وَ اٰتُوا النِّسَاءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحلَةً﴾

"اور عورتوں کے مہر خوش دلی کے ساتھ ادا کرو"۔[3]

صدق، تصدق کا معنی صدقہ دینے اور اپنے مال سے دوسروں کی ضرورت پورا کرنے کے ہیں۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ یَجزِی المُتَصَدِّقِینَ﴾

اللہ خیرات دینے والوں کو جزا دیتا ہے۔[4]

یعنی صدقہ و خیرات سے مراد سچے دل اور خلوص نیت کے ساتھ صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے ہر قسم کی قولی، مالی اور عملی قربانی میں جس میں دکھاوا، نمائش اور احسان شمار نہ ہو۔

صدقہ کس چیز کا نام ہے:

عام لوگوں میں صدقہ حقیر معنوں میں تصور کیا جاتا ہے لیکن اسلام میں یہ صدق و اخلاص کی علامت سمجھا جاتا ہے جو انتہائی پاکیزہ مقاصد اور بھلائی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((کُلُّ مَعْرُوفٍ إِلَی غَنِيٍّ أَوْ فَقِیرٍ صَدَقَةٌ))

"ہر غنی اور محتاج کے ساتھ جو تو بہتر سلوک کرے وہ صدقہ ہے"۔[5]

اس حدیث سے صدقہ کی جامع عمومی افادیت اور اس کی اصل اہمیت بخوبی واضح ہوتی ہے اور بھلائی کا کوئی قول و

---

(۱)سورۃ الحدید:۱۸/۵۷

(۲)البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح، کتاب المزارعہ، باب فضل الزرع والغرس اذا اکل منہ، رقم الحدیث:۲۳۲۰، القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح، کتاب المساقاۃ، باب فضل الغرس والزرع، رقم الحدیث:۱۵۵۳

(۳)سورۃ النساء:۴/۴

(۴)سورۃ یوسف:۱۲/۸۸

(۵)العتکی، ابو بکر احمد بن عمرو البزار، البحر الزخار، مکتبہ العلوم والحکم، المدینہ المنورہ، ۲۰۰۹ء، رقم الحدیث:۱۵۸۲

عمل اس (صدقہ) سے باہر نہیں۔

صدقہ دراصل ایک مسلمان کی قلبی اور باطنی کیفیت اور اس کے اندرونی جذبات ورجحانات کی مخصوص شکل ہے۔ خواہ یہ مادی شکل میں ہو یا غیر حسی شکل میں۔ قولی جیسے دعوت الی الخیر اور غلبہ دین کے لیے ہر ممکن جدوجہد اور اس کے لیے ایثار اور صدقات وغیرہ یا پھر مال و اسباب کے ذریعے بھلائیوں کے فروغ اور خلق خدا کی ضروریات کی تکمیل کا عمل یہ کسی انسان کی باطنی نیک نیتی اور خیر خواہی کا ثبوت ہے۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((الصَّلَاةُ نُورٌ، وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ))

ترجمہ: نماز ایک نور ہے (جو رضائے الٰہی کی راہیں روشن کرتا ہے) اور صدقہ ایک روشن دلیل ہے (کسی انسان کے ایمان، صدق عمل اور اس کی فلاح و نجات کی)"۔[1]

((كَثْرَةِ الصَّدَقَةِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ، تُرْزَقُوا وَتُنْصَرُوا وَتُجْبَرُوا))

"خدا کے ساتھ خفیہ و اعلانیہ بکثرت صدقات اور بکثرت ذکر کے ذریعے (اپنی وفاداری اور بندگی کا) تعلق قائم رکھو تمھیں فراخ روزی دی جائے گی تمھاری مدد کی جائے گی اور تمھیں غنی بنادیا جائے گا"۔[2]

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((هَلْ تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ))

ترجمہ: "ضعیف لوگوں کی سرپرستی و کفالت کے لیے تمہیں روزی بھی دی جاتی ہے اور تمہاری امداد بھی کی جاتی ہے"۔[3]

ان احادیث کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں نظر آتی ہے کہ ایک طرف تو اسلام نے اپنے مال سے نابالغ اولاد، ضعیف العمر والدین، غریب و نادار قریبی رشتے دار اور جماعت کے کمزور یا بے روزگار اور مفلس افراد کی امداد اور کفالت کرنے کا حکم دیا ہے اور ساتھ ہی ان لوگوں کو یہ بھی یاد کروادیا کہ تمھارے رزق کی بڑھوتری بھی انہی لوگوں کی امداد پر منحصر ہے۔

صدقات کے ذریعے غربت و افلاس دور کرنے کی ترغیب:

لازمی انفاق (زکوٰۃ) کا بیان سابقہ فصل میں تفصیلاً ذکر کردیا گیا اور کفارات ایمان کا تذکرہ ان شاء اللہ آئندہ فصل

(۱) القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، کتاب الطھارہ، باب فضل الوضوء، رقم الحدیث: ۲۲۳

(۲) القزوینی، ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، السنن ابن ماجہ، دار إحیاء الکتب العربیہ، بیروت، کتاب اقامۃ الصلوات، باب فی فرض الجمعہ، رقم الحدیث: ۱۰۸۱

(۳) البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب من استعان بالضعفاء والصالحین فی الحرب، رقم الحدیث: ۲۸۹۶

میں تفصیلاً آئے گا۔ یہاں اس فصل میں ہم صدقات نافلہ کے ذریعے غربت و افلاس کا خاتمہ اور صدقات پر تلقین کو ذکر کریں گے۔

لازمی انفاق (زکوٰۃ) کے علاوہ محتاجوں اور ضرورتمندوں پر خرچ کرنا طوعی انفاق کہا جاتا ہے یہ بیان مختلف پیرایوں، طریقوں اور زاویوں سے اتنی کثرت سے آیا ہے کہ اسلام کا مطالعہ کرنے والا یہ سمجھتا ہے کہ اسلام میں شخصی نیکی ہی اصل ہے۔ اس میں کوئی شائبہ نہیں کہ شخصی اور انفرادی نیکی اپنی جگہ پر مسّلم ہیں لیکن لازمی نیکی چونکہ لازم اور واجب ہوتی ہے اس لیے مومن اپنے ایمانی تقاضے، ماحول و معاشرے کے اثرات اور بعض نکات میں حکومتی دباؤ کی وجہ سے کرلیتا ہے اس کے برعکس انفرادی نیکی (انفاق) کے لیے انسان کو آمادہ کرنے اور احساس دلانے کی ضرورت ہے۔

چونکہ انسان کی حالت یکساں نہیں رہتی اس کا نفس کبھی امارہ بن کر سامنے آتا ہے تو کبھی لوامہ بن جاتا ہے اور کبھی اطمینان کی حالت میں آکر مطمئنہ بن جاتا ہے کبھی خوشی و شادمانی میں کھو جاتا ہے تو کبھی غموں میں غرق ہو جاتا ہے۔ یہ کیفیت صحابہ کرام تک میں جزوی طور پر نظر آتی ہے اس لیے ان سے رب العزت نے انفاق طوعی (نفلی) تو اپنی کتاب میں مختلف پیرایوں میں بیان کیاہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَنْفِقُوا مِنْ مَا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُنْ مِنَ الصَّالِحِينَ﴾ (۱)

ترجمہ: "اور جو رزق ہم نے تمھیں دیاہے اس میں یہ خرچ کرو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت نکالے اور اس وقت وہ کہے اے رب! کیوں نہ مجھے تھوڑی سی مہلت اور دے دی کہ میں صدقہ دیتا اور صالح لوگوں میں شامل ہو جاتا۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۗ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا﴾ (۲)

"ایسے لوگ (بھی اللہ کو پسند نہیں) جو کنجوسی کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی کنجوسی کرنے کا حکم دیتے ہیں اور اللہ نے اپنے فضل سے جو کچھ ان کو دیا ہے اسے چھپاتے ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے رسوا کر دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ان دونوں آیات کا بغور مطالعہ کرنے پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ پہلی آیت میں لوگوں کو صدقہ و خیرات کی

---

(۱) سورۃ المنافقون: ۶۳/ ۱۰

(۲) سورۃ النساء: ۴/ ۳۷

ترغیب دلائی اور ساتھ ساتھ یہ بھی باور کروادیا کہ اگر وہ اپنے مال سے غریبوں کا حق نہیں نکالیں گے تو کل قیامت کے روز انہیں اپنے اسی عمل پر پچھتاوا ہو گا اور دوسری آیت میں بخل کی مذمت فرمائی اور بخل کو باعث ہلاکت قرار دیا۔ اس کی مزید وضاحت آپ ﷺ کی اس حدیث سے ہوتی ہے:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ العِبَادُ فِيهِ، إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلاَنِ، فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا: اللَّهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَيَقُولُ الآخَرُ: اللَّهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا)) "

" کوئی دن ایسا نہیں ہوتا جو بندوں پر گزرے اور اس دن صبح دو فرشتے (آسمان سے) اترتے ہوں ان میں سے ایک دعا کرتا ہے یا اللہ! (اپنی راہ میں خرچ کرنے والے کو اس کا پھل عطا فرما اور دوسرا یہ دعا کرتا ہے کہ یا اللہ! بخیل کا مال تباہ کردے۔"[۱]

اس حدیث سے واضح طور پر صدقہ دینے والوں کو باعث رحمت اور اپنے مالوں کو روک لینے والوں کو باعث شقاوت قرار دیا ہے۔

اس بات کی وضاحت کہ صدقات وخیرات کی مقدار کیا ہے اس کو قرآن کریم نے یوں واضح کیا:

﴿وَ يَسْئَلُونَکَ مَا ذَا يُنفِقُونَ قُلِ العَفوَ کَذٰلِکَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَکُمُ الاٰيٰتِ لَعَلَّکُم تَتَفَکَّرُونَ﴾

ترجمہ: "وہ تجھ (نبی کریم ﷺ) سے سوال کرتے ہیں کیا خرچ کریں کہہ دیجیے جو کچھ ضرورت سے زیادہ ہو خرچ کرو"۔[۲]

رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں:

((إن في المال لحقا سوى الزكاة، ثم تلا هذه الآية التي في البقرة ليس البر ان تولوا وجوهكم.. الآية))

"زکوٰۃ کے علاوہ مال میں کچھ حق ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی کہ نیکی صرف یہی نہیں کہ تم اپنے مونہوں کو مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو۔[۳]

یعنی زکوٰۃ وخیرات دو الگ الگ چیزیں ہیں مذکورہ حدیث واضح کرتی ہے کہ ہر انسان کے مال میں دوسروں کے دو حق ہیں، ایک حق زکوٰۃ ہے جو حکومت کے زیر اہتمام جمع کی جاتی ہے اور سورۃ التوبہ کی آیت ۶۰ کے تحت اس کو خرچ کیا جاتا ہے اور خیرات (طوعی انفاق) انسان اپنے طور پر اقربا، مساکین، یتامیٰ، بیواؤں اور دیگر حاجت مندوں پر خرچ کرتا

---

(۱) البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب قول اللہ تعالیٰ فأما من اعطی واتقی، وصدق بالحسنی، رقم الحدیث: ۱۴۴۲، القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، کتاب الزکاۃ، باب فی المنفق والممسک، رقم الحدیث: ۱۰۱۰

(۲) سورۃ البقرہ: ۲/۲۱۹

(۳) الترمذی، ابوعیسی، محمد بن عیسی، السنن الترمذی،، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء ان فی المال حقا سوی الزکاۃ، رقم الحدیث: ۶۵۹

ہے۔

مختلف طبقوں پر خرچ کرنے کے متعلق قرآن کریم اور حدیث میں تاکید کی گئی ہے تاکہ اس کے ذریعے بھی معاشرے سے غربت کے ناسور کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلٰكِنَّ البِرَّ مَن اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ اليَومِ الاٰخِرِ وَ المَلٰئِكَةِ وَ الكِتٰبِ وَ النَّبِيّنَ وَاٰتَى المَالَ عَلٰى حُبِّه ذَوِى القُربٰى وَ اليَتٰمٰى وَ المَسٰكِينَ وَ ابنَ السَّبِيلِ وَ السَّائِلِينَ وَ فِى الرِّقَابِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ﴾

ترجمہ: "لیکن بڑا نیک وہ ہے جو اللہ اور آخرت کے دن اور فرشتوں اور کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے اور اس کی محبت کے لیے غریبوں اور یتیموں اور مسکینوں اور سوالیوں کو اور غلاموں کے آزاد کرنے میں مال دے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے"۔[1]

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے دونوں قسم کے انفاق کا ذکر فرمایا۔ ایک اور مقام پر اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

﴿فَلَا اقتَحَمَ العَقَبَةَoوَ مَآ اَدرٰىكَ مَا العَقَبَةُoفَكُّ رَقَبَةٍ oاَو اِطعٰمٌ فِى يَومٍ ذِى مَسغَبَةٍo يَّتِيمًا ذَا مَقرَبَةٍ اَو مِسكِينًا ذَا مَترَبَةٍ o ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَ تَوَاصَوا بِالصَّبرِ وَ تَوَاصَوا بِالمَرحَمَةِ ﴾

"پھر وہ گھاٹی پر سے ہو کر نہیں گزرے اور آپ کو کیا معلوم کہ وہ دشوار گھاٹی کیا ہے؟ وہ بے کس انسان کو غلامی سے چھڑانا یا بھوک والے دن کھانا کھلانا کسی رشتہ دار یتیم کو یا کسی خاک نشین مسکین کو"۔[2]

قرآن کریم کی طرح رسول کریم ﷺ نے بھی اپنے فرمودات میں غربت و افلاس کے خاتمے کے لیے صدقہ و خیرات پر ترغیب دلائی اور اس کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

" يَقُولُ ابْنُ آدَمَ: مَالِي، مَالِي، قَالَ: وَهَلْ لَكَ، يَا ابْنَ آدَمَ مِنْ مَالِكَ إِلَّا مَا أَكَلْتَ فَأَفْنَيْتَ، أَوْ لَبِسْتَ فَأَبْلَيْتَ، أَوْ تَصَدَّقْتَ فَأَمْضَيْتَ؟ "

ترجمہ: "آدمی کہتا ہے میرا مال، میرا مال، حالانکہ اسکا مال نہیں وہی ہے جو اسکے پیٹ میں گیا اور ہضم ہو گیا یا جسے اس نے پہن لیا اور بوسیدہ ہو گیا یا پھر اپنے خدا کی راہ

---

(۱)سورۃ البقرہ: ۲/۱۷۷

(۲)سورۃ البلد: ۹۰/۱۱۔۱۶

میں کچھ خیرات کی اور وہ اس کے لیے آخرت میں ذخیرہ بنے گی ورنہ یاد رکھو اس کے علاوہ ساری دولت ہاتھ سے نکل جائے گی یا وہ خود ہی اس دارِ فانی سے کوچ کر جائے گا اور اس کے مال پر اس کے ورثاء قبضہ کر لیں گے"۔[۱]

پھر آپ ﷺ نے ایک اور جگہ صدقہ کی مزید وضاحت یوں فرمائی:

((عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ، فَقَالُوا: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ؟ , قَالَ: يَعْمَلُ بِيَدِهِ، فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ، قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَجِدْ؟ , قَالَ: يُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفَ، قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَجِدْ؟ , قَالَ: فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوفِ، وَلْيُمْسِكْ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهَا لَهُ صَدَقَةٌ)).

"ہر مسلمان پر صدقہ لازم ہے لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ جس کے پاس مال نہ ہو فرمایا اپنے ہاتھ سے مزدوری کرے اپنے آپ کو بھی فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی دے اور پھر لوگوں نے عرض کیا اگر کام نہ ملے فرمایا حاجت مندوں مصیبت زدہ کی امداد کرے انہوں نے عرض کیا (اگر یہ بھی) نہ ہو سکے فرمایا نیک کام کرے اور برائی سے بچا رہے یہی اس کے لیے صدقہ ہے"۔[۲]

رسول اللہ ﷺ نے ایک اور مقام پر فرمایا:

((انفقي ، ولا تحصي فيحصي الله عليك ، ولا توعي فيوعي الله عليك)).

" خرچ کیا کر، گنانہ کر، تاکہ تمہیں بھی گن کے نہ ملے اور جوڑ کے نہ رکھو، تاکہ تم سے بھی اللہ تعالیٰ (اپنی نعمتوں کو) نہ چھپالے"۔[۳]

آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ)).

"صدقہ سے مال میں کمی نہیں آتی"۔[۴]

---

(۱) القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، کتاب الزھد والرقائق، رقم الحدیث:۲۹۵۸

(۲) البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب علی کل مسلم صدقۃ، فمن لم یجد فلیعمل بالمعروف، رقم الحدیث:۱۴۴۵، الصحیح المسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف، رقم الحدیث:۱۰۰۸

(۳) الصحیح البخاری، کتاب الھبہ، باب ھبۃ المرأۃ لغیر زوجھا وعتقھا، رقم الحدیث:۲۵۹۱، الصحیح المسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الإنفاق وکراھۃ الاحصاء، رقم الحدیث:۱۰۲۹

(۴) الصحیح المسلم، کتاب البر والصلۃ، باب استحباب العفو والتواضع، رقم الحدیث:۲۵۸۸

آپ ﷺ نے فرمایا:

((ما منكم من احد إلا وسيكلمه الله يوم القيامة ليس بين الله وبينه ترجمان،ثم ينظر فلا يرى شيئا قدامه ، ثم ينظر بين يديه فتستقبله النار ، فمن استطاع منكم ان يتقي النار ولو بشق تمرة)) .

"تم میں ہر ہر فرد سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس طرح کلام کرے گا کہ اللہ کے اور بندے کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہو گا۔ پھر وہ دیکھے گا تو اس کے آگے کوئی چیز نظر نہیں آئے گی۔ پھر وہ اپنے سامنے دیکھے گا اور اس کے سامنے آگ ہو گی۔ پس تم میں سے جو شخص بھی چاہے کہ وہ آگ سے بچے تو وہ اللہ کی راہ میں خیر خیرات کرتا رہے، خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعہ ہی ممکن ہو"۔ (۱)

یعنی جتنا میسر ہو خواہ کم سے کم ہو خیرات کر دو۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

((ايكم مال وارثه احب إليه من ماله " ، قالوا : يا رسول الله ، ما منا احد إلا ماله احب إليه ، قال: " فإن ماله ما قدم ، ومال وارثه ما اخر))

"تم میں کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو۔" صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں کوئی ایسا نہیں جسے مال زیادہ پیارا نہ ہو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "پھر اس کا مال وہ ہے جو اس نے (موت سے) پہلے (اللہ کے راستہ میں خرچ) کیا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو وہ چھوڑ کر مرا"۔ (۲)

آپ ﷺ نے فرمایا: **((الصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ، كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ))**

" خیرات لغزشوں کو اس طرح زائل کر دیتی ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے"۔ (۳)

آپ ﷺ نے فرمایا: **((كُلُّ امْرِئٍ فِي ظِلِّ صَدَقَتِهِ حَتَّى يُفْصَلَ بَيْنَ النَّاسِ))**

---

(۱) البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب من نوقش الحساب عذب، رقم الحدیث: ۶۵۳۹، القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ، رقم الحدیث: ۱۰۱۶

(۲) الصحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب ماقدم من مالہ فھولہ، رقم الحدیث: ۶۴۴۲

(۳) القزوینی، ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، السنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الحسد، رقم الحدیث: ۴۲۱۰

"قیامت کے دن ہر کوئی اپنی خیرات کے سائے میں ہو گا تا آنکہ فیصلہ ہو جائے"۔ (۱)

آپ ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيتَةَ السُّوءِ))

"صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت کو دور کرتا ہے"۔ (۲)

آپ ﷺ نے اپنے متعلق طوعی انفاق کی کیفیت ان الفاظ میں بیان فرمائی:

((لو كان لي مثل احد ذهبا ما يسرني ان لا يمر علي ثلاث وعندي منه شيء ، إلا شيء ارصده لدين))

" اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تب بھی مجھے یہ پسند نہیں کہ تین دن گزر جائیں اور اس (سونے) کا کوئی حصہ میرے پاس رہ جائے۔ سوا اس کے جو میں کسی قرض کے دینے کے لیے رکھ چھوڑوں"۔ (۳)

یہ تمام قرآنی آیات اور احادیث جہاں انسان کو اللہ کے دیئے ہوئے مال پر شکر کرنے کی تلقین کرتی ہیں وہاں سے اس بات کی بھی ترغیب دلاتی ہیں کہ اللہ کے دیئے ہوئے اس مال سے غریبوں، محتاجوں، فقیروں اور مسکینوں کا حصہ نکالو تا کہ اس کے ذریعے ان کا افلاس دور ہو پھر صدقہ و خیرات نکالنے والوں کو دنیا اور آخرت کی خیر و بھلائی کی نوید سنائی اور مال کو روک کر رکھنے والوں کو شدید عذاب کی وعید سنائی۔

صدقات سے گریز کرنے والوں کے متعلق وعید:

اسلام نے صرف طوعی انفاق (صدقات) کی ہی تعلیم نہیں دی بلکہ صدقات سے گریز کرنے والوں کے متعلق ہدایات بھی کی ہیں کیونکہ مال کو روک کر رکھنا اور ضرورت پر خرچ نہ کرنا جذبہ اخوت وایثار اور تعاون کے خلاف ہے جن پر اسلامی معیشت کی اساس ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَانفِقُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَ لَا تُلقُوا بِاَيدِيكُم اِلَى التَّهلُكَةِ۝﴾ (۴)

"اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں نہ ڈالو"۔

---

(۱) الشیبانی، احمد بن محمد بن حنبل ابو عبد اللہ، المسند الاحمد، مؤسسہ قرطبہ، القاہرہ، سن ندارد، رقم الحدیث: ۱۷۳۳۱

(۲) الترمذی، ابو عیسی، محمد بن عیسی، السنن الترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی فضل الصدقۃ، رقم الحدیث: ۶۶۴

(۳) الصحیح البخاری، کتاب فی الاستقراض واداء الدیون، باب اداء الدین، رقم الحدیث: ۲۳۸۸، ۲۳۸۹، القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، کتاب الزکاۃ، باب تغلیظ عقوبہ من لایؤدی الزکاۃ، رقم الحدیث: ۹۹۱

(۴) سورۃ البقرہ: ۲/ ۱۹۵

اس آیت مبارکہ میں انفاق سے گریز کو ہلاکت کا موجب قرار دیا گیا ہے۔

﴿لَن تَنَالُوا البِرَّ حَتّٰی تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَo﴾(۱)

"تم ہرگز بھلائی نہ پاسکو گے جب تک کہ اسے اس پر خرچ نہ کرو جس کو تم پسند کرتے ہو"۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِی جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَهٗ یَحسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخلَدَهٗ کَلَّا لَیُنبَذَنَّ فِی الحُطَمَةِ o﴾(۲)

"جو مال کو جمع کرتا ہے اور اسے شمار میں لاتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس ہمیشہ رہے گا ہر گز نہیں وہ "حطمہ" (اللہ تعالیٰ کی جلائی ہوئی آگ) میں ڈالا جائے گا"۔

مزید ارشاد ہوا:

﴿وَ کَم اَهلَکنَا مِن قَریَةٍ بَطِرَت مَعِیشَتَهَا فَتِلکَ مَسٰکِنُهُم لَم تُسکَن مِّن بَعدِهِم اِلَّا قَلِیلًا وَ کُنَّا نَحنُ الوٰرِثِینَo﴾(۳)

"بہت سی بستیاں ہم نے ہلاک کیں جو اپنی (وافر) روزی کے سامان پر گھمنڈ کرتی تھیں سو یہ ان کے مکانات ہیں جو ان کے بعد آباد نہیں ہوئے مگر بہت کم اور ہم ہی وارث ہیں"۔

ان آیات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جن لوگوں کو روزی کا سامان وافر مل گیا ہے وہ اس پر اترانا شروع کر دیتے ہیں اسے اپنی طاقت اور عقل کی نتیجہ قرار دیتے ہیں اور دوسرے حاجت مندوں کو دینے سے گریز کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان گریز کرنے والوں کو تنبیہہ کر رہا ہے کہ ان کا غرباء کو مال نہ دینا ان کی ہلاکت کا باعث بنے گا۔

صدقات وخیرات کی ادائیگی کی شرائط:

اس فصل میں اجمالاً صدقہ و خیرات کی اہمیت، ان کی ادائیگی اور انعام اور ان کو روکنے کی صورت میں شریعت نے جو وعیدیں سنائی ہیں ان کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب صدقہ خیرات کی اتنی فضیلت اور اس کی ادائیگی کا اتنا اہتمام کیا گیا ہے تو لازمی امر ہے کہ اس کی کچھ شرائط وضوابط بھی ہوں گے جن کے پابند رہ کر صدقہ و خیرات کیا جاسکتا ہے اور وہ انعام حاصل کیا جاسکتا ہے جس کا وعدہ شریعت اسلام نے کیا ہے۔

۱۔ صدقات وخیرات اور انفاق اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات کے مطابق ہونے چاہئیں۔

۲۔ انفاق فی سبیل اللہ میں نیت خالص، مال پاک اور خالص اللہ کی رضا کے لیے ہونا ضروری ہے۔

---

(۱) سورۃ آل عمران: ۳/ ۹۲

(۲) سورۃ الھمزۃ: ۱۰۴/ ۴-۲

(۳) سورۃ القصص: ۲۸/ ۵۸

۳۔ صدقات واجبہ (زکوٰۃ وغیرہ) ہوں یا نافلہ، غریبوں، حاجت مندوں اور بے بس لوگوں کا اپنے مال میں حق سمجھنا چاہیے۔

۴۔ صدقات وخیرات کرتے وقت کسی پر احسان نہیں جتلانا چاہیے بلکہ ہر کام خالص اللہ کی رضا کے لیے کرنا چاہیے۔

۵۔ صدقات وخیرات کے لیے ضروری ہے کہ کمائی حلال اور پاک ذرائع سے حاصل ہو کیونکہ بصورت دیگر (حرام کمائی) سے کیا گیا صدقہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول نہیں ہے۔(۱)

تجاویز: کسی بھی معاشرے سے اگر غربت و افلاس کو ختم کرنا مقصود ہو تو وہاں اسلامی نظام کا نفاذ ضروری ہے کیونکہ یہی ایک ایسا نظام ہے کہ جس کو اپنا کر معاشرے سے غربت کے ناسور کو ختم کیا جا سکتا ہے اس کی واضح مثالیں حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ دوم اور عمر بن عبد العزیزؒ کے ادوار ہیں کہ جب لوگ صدقہ وخیرات دینے کے لیے پھرتے تھے لیکن ان کے صدقات وخیرات کو قبول کرنے والا کوئی شخص نہیں ہوتا تھا۔ اس کی صرف ایک ہی وجہ تھی اور وہ ہے صحیح طور پر اسلامی شریعت کا نفاذ۔

کیونکہ مقالے کا موضوع پاکستان میں غربت و افلاس کا خاتمہ ہے اس لیے ہم اپنے وطن عزیز پر ہی نظر ڈالتے ہیں:

اگر پاکستان کے وسائل پر نظر ڈالی جائے تو ہر طرف وسائل کی فراوانی ہی فراوانی نظر آتی ہے ایک تہائی سرحدوں کو گھیرے ہوئے وسیع و عریض سمندر اور ان کی نعمتیں جیسے بندر گاہیں، قسم قسم کی مچھلی اور سمندری خوراک، بہتے ہوئے دریا، ہزاروں میل میں پھیلی ہوئی زرعی زمین، مختلف معدنیات سے بھری ہوئی کانیں، سر بفلک پہاڑ، دنیا کے بڑے بڑے گلیشیئر، ہر قسم کے پھل، غذائی اجناس، افرادی قوت کی کثرت (بصد افسوس اکنامک واچ کے مطابق پاکستان کی کل لیبر فورس یعنی ۶ کروڑ ۳۶ لاکھ میں سے آدھے سے زیادہ بے روزگار ہیں جو تقریباً ۳ کروڑ ۱۸ لاکھ بنتے ہیں) ہر قسم کے ہر وقت رہنے والے موسم، ایٹمی قوت کا ذخیرہ، بل کھاتی ہوئی شاہراہیں، پاکستان کا قدرتی محل وقوع کے دنیا کے ہوائی، بحری اور بری راستے پاکستان میں سے یا اسی کے کنارے سے گزرتے ہیں۔

ان تمام حقائق کے باوجود پاکستان کی ۴۰ فی صد سے زائد آبادی انتہائی غربت کی زندگی گزار رہی ہے۔ یہاں ہمارا مقصود صرف چند تجاویز پیش کرنا ہے کہ زکوٰۃ کی صحیح تقسیم کے بعد صدقات وخیرات کی تقسیم، غربت کے خاتمہ میں ایک مسلمہ حیثیت رکھتی ہے۔ اگر ایک گھرانہ غریب ہے تو اس کو ہر ماہ یا ہر سال کچھ رقم دینے کی بجائے اس کو کوئی کام شروع کروا دینا جو اس کی اور اس کے اہل خانہ کی غربت کو مکمل ختم کر سکتا ہے۔

---

(۱) مہر، امیر الدین، اسلام میں رفاہِ عامہ کا تصور اور خدمت خلق کا نظام، میٹرو پرنٹرز، لاہور، ۲۰۰۹

اولاً یہ حکومت وقت کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ ملک سے غربت و افلاس کا خاتمہ کرے لیکن کیونکہ صحیح اسلامی نظام نہ ہونے کی وجہ سے ملک میں غربت کا دور دورہ ہے تو لوگ اپنی اپنی حیثیت میں غرباء و مساکین کی مدد کرتے نظر آتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ کچھ این جی اوز بھی جو غریبوں کی مدد میں مصروف عمل نظر آتی ہیں کیونکہ یہ غربت کے خاتمے کا مستقل حل نہیں ہے جب تک غریب کو اس قابل نہ کیا جائے کہ وہ خود کفیل ہو جائے۔ ذیل میں کچھ تجاویز پیش کی جا رہی ہیں جن پر عمل کر کے کم سرمائے سے غریب کو خود کفیل بنایا جا سکتا ہے:

۱۔ موٹر سائیکل / رکشہ کی فراہمی:

پاکستان میں کیونکہ موٹر سائیکل / رکشہ کی سواری عام ہے اسی وجہ سے اس کی قیمت بھی کسی حد تک مناسب ہے اگر ہم اپنے صدقات و خیرات کی رقم سے کسی غریب کو موٹر سائیکل جس کی (استعمال شدہ) قیمت مبلغ بیس ہزار سے چالیس ہزار اور غیر استعمال شدہ کی قیمت پچاس سے ڈیڑھ لاکھ تک ہے لے کر دے دیں اور ساتھ کچھ مناسب رقم کام کے لیے دے دیں تو اس کے ذریعے وہ مختلف کام کر کے خود کفالت کی منزل پا سکتا ہے۔

۲۔ فوڈ سپلائی سروس:

اس کام میں اپنا ہفتہ وار مینیو ترتیب دے کر ایک جگہ کا انتخاب جہاں دفاتر ہوں یا کوئی مارکیٹ ہو ان سے آرڈر لے اور کھانا اپنے گھر میں تیار کر کے اور پھر اس کی ڈیلوری وقت پر کر دے اس کام میں اس کے اخراجات کم اور منافع مناسب مقدار میں حاصل ہو گا۔

۳۔ مختلف اشیاء کی سپلائی (Delivery of Different Items):

مارکیٹ کی ڈیمانڈ کے حساب سے وہ دوکانداروں سے مختلف اشیاء مثلاً گراسری، کھلونے، بچوں کے کھانے پینے کی اشیاء وغیرہ کے آرڈرز لے اور ہول سیل مارکیٹ سے مطلوبہ سامان خرید کر ڈیلیوری کر دے یہ کام بھی معقول اور منافع بخش ہے۔

۴۔ رکشہ کی صورت میں شفٹ کا کام (Pick & Drop Service):

اپنے محلے یا علاقے کے بچے، بچیوں کو سکول، کالج ڈراپ کرنا اور لانا اس کام میں بھی معقول معاوضہ ہے۔

۵۔ لوڈنگ کا کام:

اس صورت میں وہ اپنے رکشہ اگر چنگ چی ہے اسکی سیٹوں کو ہٹا کر لوڈنگ اور ان لوڈنگ کا کام با آسانی کر سکتا ہے۔

اگر کوئی شخص چاہے تو یہ اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سے کام اپنے موٹر سائیکل / رکشہ سے لے سکتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ انسان محنت میں عار محسوس نہ کرے تب ہی وہ اس قابل ہو سکتا کہ اپنے آپ کو غربت و افلاس کے ناقابل شکست پنجے سے آزاد کروا سکے۔ بصورت دیگر وہ ساری عمر اسی طرح زکوٰۃ و صدقات و خیرات پر ہی گزارا کرتا رہے گا۔

ذیل میں مختلف برانڈز کے موٹر سائیکل اور رکشہ کی قیمت درج ہے۔ (۱)

Model	Company	Price
Crown CR 70	Crown Bike	42000
Eagle Fire Bird D/o 70	Eagle Bike	38500
Hero RF 70	Hero Bike	42500
Honda CD 70	Honda	63500
Power PK 70	Power Bike	39000

مختلف برانڈز کے رکشہ کی قیمت (۲)

Model	Price
Meezan Rickshaw	53000
Loader Rickshaw	60000
CNG Rickshaw 3 Stroke	65000
Super Loading Chingchi	45000

یہ تمام قیمتیں ایک محتاط اندازہ ہیں کیونکہ روزانہ کی بنیاد پر مارکیٹ میں ریٹ تبدیل ہوتا ہے لیکن اگر غور کیا جائے کہ اگر صدقہ و خیرات کی رقم کو ایسی نہج پر تقسیم کیا جائے کہ غربت و افلاس کا خاتمہ مقصود ہو اور اگر اہل محلہ یا اہل علاقہ اپنے اپنے علاقوں کے غرباء کی امداد اسی سوچ کے تحت کریں کہ ہم نے ان غرباء کی عزت نفس کو بحال کرنا ہے اور ان کو ان کے قدموں پر کھڑا کرنا ہے اور ان کو کوئی کاروبار یا کوئی ایسی چیز لے دیں جو ان کی روزی کا سبب بنے تو یہ چیز معاشرے سے غربت کے خاتمے کی طرف ایک بہترین اقدام ہوگا اور معاشرے کی ترقی میں اہم سنگ میل ثابت ہوگا۔

(1)http://www.pakwheels.com/bikes/pricelist Retrived 11-۳-1۷

(2)http://www.olx.com.pk/allreuslts/q-rickshaw/ Retrived 11-۳-1۷

۶۔ سلائی مشین:

اگر کوئی بیوہ خاتون ہو یا کوئی بھی ایسی خاتون جو سلائی کا کام جانتی ہو اور غربت کا شکار ہو تو ایسی صورت میں بہتر یہی ہے کہ ایسی خاتون کو سلائی مشین لے کر دی جائے تا کہ اس کے ذریعے وہ خود کفیل ہو سکے۔

مختلف سیونگ مشینوں کی قیمت[1]

Model	Company	Price
Singer 15ND	Singer	7600
22-8280	Singer	14300
2263	Singer	19400

اس کے علاوہ مارکیٹ میں استعمال شدہ مشینیں بھی دستیاب ہیں جن کی قیمت غیر استعمال شدہ مشینوں کی نسبت کم ہے۔

۷۔ ڈے کیئر سنٹر:

اس صورت میں اگر گھر میں جگہ موجود ہو یا کوئی ایسی جگہ کرایہ پر لے کر جہاں غریب خواتین کام کر سکتی ہوں ڈے کیئر سنٹر بنایا جا سکتا ہے تا کہ شادی شدہ ورکنگ خواتین جو اکثر اس پریشانی میں مبتلا ہوتی ہیں کہ دن کے وقت اپنے بچوں کی نگہداشت کیسے کریں تو ڈے کیئر سنٹر ایسے بچوں کی نگہداشت کرتے ہیں اور ایک معقول رقم حاصل کرتے ہیں۔
اگر صدقات و خیرات کی رقم سے کسی بھی غریب فیملی کو یہ کاروبار شروع کروا دیا جائے تو وہ نہ صرف یہ کہ اس سے ایک قابل ذکر منافع کما سکتے ہیں۔ بلکہ وہ اس قابل بھی ہو سکتے ہیں کہ اپنے آپ سے اس غریبی کی چادر کو اتار سکیں۔
یہ کچھ مختلف ذرائع اور کاروبار ہیں جو اگر معاشرے کے کچھ لوگ اپنے صدقات و خیرات کی رقم کو اکٹھا کر کے اس کے ذریعے غرباء کو کاروبار شروع کروا دیں تو آہستہ آہستہ غربت کا خاتمہ ہو جائے گا مثلاً محلے کی سطح پر اگر دس گھرانوں میں سے پانچ غریب ہیں تو دوسرے پانچ اپنی زکوٰۃ و صدقات اور خیرات کو اکٹھا کر کے ایک سال ایک غریب کو کاروبار کروا دیں، دوسرے سال دوسرے غریب کو اس طرح کچھ سالوں میں اس محلے سے غربت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اسی طرح علاقے، شہر، صوبے اور ملک کی سطح پر کام ہو تو انشاء اللہ اس ملک سے غربت کا مکمل خاتمہ ہو جائے گا بس ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے مالوں کے صدقات و خیرات نکالیں اور انہیں مستحقین تک پہنچائیں اور پہلی کوشش یہ کریں کہ ان لوگوں کو ان کے قدموں پر کھڑا کریں تا کہ رفتہ رفتہ معاشرے سے غربت کا مکمل صفایا ہو سکے۔

---

(1)http://www.singer.com.pk/product category/swing machines Retrived 11-۳-1۷

فصل چہارم:

کفارات (کفارہ ظہار و یمین وغیرہ) کے ذریعے غرباء کی امداد

فصل چہارم

کفارات (کفارہ ظہار ویمین وغیرہ) کے ذریعے غرباء کی امداد

دیگر امدادی ذرائع

اگر فقر اور افلاس کی وبا عام ہو اور زکوۃ کی پوری پوری رقم ادا کرنے کے بعد بھی لوگ فاقے سے نجات نہ پا سکیں۔ تو ایسی صورت میں ایک مسلمان پر زکوۃ کے علاوہ کچھ اور تقاضے اور مطالبات ہیں جن کی ادائیگی اس پر لازم ہوتی ہے۔ دیکھا جائے تو غریبوں کی اعانت اور انسانوں، خصوصاً مسلمانوں کے اندر سے تنگدستی کے انسداد کے لئے ان کے اندر بھی بڑی طاقت مخفی ہے۔ ان حقوق میں سے چند یہ ہیں:

ا۔ پڑوسی کے حقوق:

قرآن پاک نے متعدد موقعہ پر اس حق کو ادا کرنے کی تاکید کی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا﴾[۱]

اور تم اللہ تعالی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو، اور اہل قراب کے ساتھ بھی اور پاس والے پڑوسی کے ساتھی اور دور والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور ہم مجلس کے ساتھی بھی۔

ایک حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم جاره))

اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لانے والے کو پڑوسی کی عزت کرنی چاہیے۔[۲]

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ:۔

((ما زال يوصيني جبريل بالجار حتى ظننت انه سيورثه))

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پڑوسی کے حقوق ادا کرنے کی مجھے اس قدر تاکید کی کہ مجھے خیال آیا کہ کہیں

---

(۱) سورۃ النساء، ۴/۳۶

(۲) البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب الادب، باب من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یؤذ جارہ، رقم الحدیث: ۶۰۱۹، القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، کتاب الایمان، باب الحث علی إکرام الجار والضیف وفی اللقطة باب الضیافة ونحوھا، رقم الحدیث: ۴۸

اسے وراثت میں حصہ نہ دینا پڑے۔[1]

مشہور حدیث میں ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَيْسَ الْمُؤْمِنُ الَّذِي يَشْبَعُ وَجَارُهُ جَائِعٌ))

وہ آدمی مومن نہیں جو رات میں شکم سیر ہو کر سورہے، اور اس کے قریب کا پڑوسی یونہی بھوکا رہے۔[2]

آپ ﷺ نے فرمایا:۔

جس گھرانے کا ایک فرد بھی بھوکا سو رہے (اور گھر کے دوسرے افراد اس کی کوئی فکر نہ کریں) تو باری تعالی بھی اُن سے بری الذمہ ہو جاتا ہے۔[3]

آپ ﷺ نے فرمایا:

اپنے گھر میں لذیذ پکوان پکا کر اس کی خوشبو سے پڑوسی کا دل نہ دکھاؤ۔ بلکہ کچھ اس کے یہاں بھی بھیج دو، حتی کہ پھل خرید و تب بھی اسے کچھ کھلا دو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارا بچہ ہاتھ میں پھل لے کر کھاتا ہوا پڑوس میں جائے اور وہاں بچے اس کا منہ تکتے رہیں۔[4]

حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا:

((إن خليلي صلى الله عليه وسلم اوصاني إذا طبخت مرقا فاكثر ماءه، ثم انظر اهل بيت من جيرانك، فاصبهم منها بمعروف))

میرے عزیز ترین رفیق ﷺ نے مجھے اس بات کی نصیحت کی تھی کہ اپنے یہاں کچھ پکاؤ تو شوربہ بڑھا لیا کرو۔ پھر کسی ضرورت مند پڑوسی کی تلاش میں نکل پڑو۔ اور کچھ تھوڑا سا اُسے دے آؤ۔[5]

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری نہیں بلکہ سبھی جانتے ہیں کہ پڑوسی صرف وہ نہیں جس کا مکان گھر سے متصل ہو، اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب الادب، باب الوصاۃ بالجار، رقم الحدیث: ۶۰۱۴

(۲) البخاری، محمد بن اسماعیل، الادب المفرد، باب لا یشبع دون جارہ، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، ۱۴۰۹ھ، رقم الحدیث: ۱۱۲، البیہقی، احمد بن الحسین، ابو بکر، شعب الإیمان، باب اکرام الجار، رقم الحدیث: ۹۰۸۹

(۳) الشیبانی، احمد بن محمد بن حنبل ابو عبد اللہ، المسند الاحمد، رقم الحدیث: ۴۸۸۰، الحاکم، ابو عبد اللہ، المستدرک علی الصحیحین، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۱ھ، رقم الحدیث: ۲۱۶۵

(۴) الخرائطی، ابو بکر، مکارم الاخلاق، دار الآفاق العربیہ، القاہرہ، ۱۴۱۹ھ، باب ما جاء فی حفظ الجار وحسن مجاورتہ من الفضل، رقم الحدیث: ۲۴۷

(۵) القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، کتاب البر والصلۃ، باب الوصیہ بالجار والاحسان الیہ، رقم الحدیث: ۲۶۲۵

((أَرْبَعُونَ دَارًا)) پڑوسی کا دائرہ چالیس گھر تک وسیع ہوتا ہے۔[1]

اس کی تشریح بعضوں نے یہ کی ہے کہ چاروں سمتوں میں چالیس گھر مراد ہیں۔[2]

دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہوا کہ پورا محلہ بمنزلہ پڑوس کے ہوا۔ رہا یہ سوال کہ ان میں مقدم اور موخر کون ہیں؟ تو ایک بار حضرت عائشہؓ نے یہی سوال حضور ﷺ کے حضور پیش فرمایا۔ حضور میرے دو پڑوسی ہیں ایک کا مکان دروازے کے عین سامنے ہے دوسرا ذرا فاصلہ پر رہتا ہے اور ہماری حالت یہ ہے کہ کبھی ہمارے یہاں بس اتنا بچا کچھا ہوتا ہے۔ جو صرف ایک آدمی کے لیے بمشکل کافی ہوتا ہے۔ پس ان دونوں میں سے کون اس کا زیادہ حقدار ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ((لِى أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا))

جو دروازے کے سامنے ہے وہ زیادہ حقدار ہے۔[3]

در حقیقت اسلام کی تعلیم ہے کہ پورا محلہ ایک یونٹ اور وحدت کی شکل میں آباد ہے جہاں ایک کا غم سب کا غم، اور ایک کی خوشی سب کی خوشی ہو، جہاں بھوکے شکم سیر ہو سکیں اور کسی کے بدن پر چیتھڑے نہ جھولتے رہیں یہ اس لئے کہ اگر ایسا نہ ہوا تو خدا اور رسول اس کے ذمہ سے بری ہوں گے، اور ایسا فرد خود کو اسلامی برادری میں شامل کہلانے کا حقدار بھی نہ ہوگا۔

اسلامی تعلیمات کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ مسلم اور غیر مسلم میں امتیاز کو سختی سے روکتا ہے۔ اور ان کے ساتھ یکساں سلوک کا حکم دیتا ہے۔

چنانچہ حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں: میں حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ان کا غلام بکری ذبح کر کے اسے چھیل رہا تھا۔ حضرت عبد اللہ نے اس سے فرمایا دیکھو بکری چھیل کر فرصت پاؤ تو سب سے پہلے ہمارے پڑوس کے یہودی کے گھر گوشت دے آنا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے پھر یہی فرمایا۔ غلام نے اصرار کی وجہ پوچھی، تو جواب میں آپ نے فرمایا:

---

(۱) البیھقی، احمد بن الحسین، ابو بکر، السنن الکبری، کتاب الوصایا، ب رقم الحدیث: ۱۲۶۱۱

(۲) البخاری، محمد بن اسماعیل، الادب المفرد، باب الادنی فالادنی من الجیران، رقم الحدیث: ۱۰۹

(۳) البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب الادب، باب حق الجوار فی قرب الابواب، رقم الحدیث: ۶۰۲۰

"حضور ﷺ ہمیں پڑوسی کا حق ادا کرنیکی اس قدر تاکید فرماتے تھے کہ ہم سمجھتے تھے اسے ترکہ سے حصہ بھی ملے گا۔[۱]

۲۔ قربانی: امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہر مالدار صاحب نصاب پر واجب ہے[۲] اس لئے کہ حدیث میں ہے:

((مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ، وَلَمْ يُضَحِّ، فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا))

جس نے وسعت رکھتے ہوئے قربانی نہ کی، وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ آئے۔[۳]

۳۔ قسم کا کفارہ[۴]: قرآن پاک میں ہے:

﴿وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ﴾[۵]

(قسم کا) کفارہ یہ ہے کہ قسم کھا کر توڑنے والا دس فقیروں کو اوسط درجے کا وہ کھانا کھلائے جو وہ کھاتا تھا یا وہ کپڑا پہنائے جو خود پہنتا تھا، یا پھر ایک غلام آزاد کرے۔

۴۔ ظہار کا کفارہ:

﴿الَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْكُمْ مِنْ نِسَائِهِمْ مَا هُنَّ أُمَّهَاتِهِمْ إِنْ أُمَّهَاتُهُمْ إِلَّا اللَّائِي وَلَدْنَهُمْ وَإِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنْكَرًا مِنَ الْقَوْلِ وَزُورًا وَإِنَّ اللَّهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ ٥ وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّا ذَلِكُمْ تُوعَظُونَ بِهِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ٥ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّا فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا ذَلِكَ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾[۶]

---

(۱) السجستانی، سلیمان بن الاشعث ابوداود، السنن ابوداود، کتاب الادب، باب فی حق الجوار، رقم الحدیث: ۵۱۵۲

(۲) المرغینانی، ابوالحسن، الھدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۴/۳۵۵

(۳) القزوینی، ابوعبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، السنن ابن ماجہ، کتاب الاضاحی، باب الاضاحی، واجبۃ ھی ام لا، رقم الحدیث: ۳۱۲۳

(۴) "کفارۃ" کفر (ک کی زبر کے ساتھ) سے مشتق ہے۔ اسکا معنی ہے چھپانا۔ یہ بھی قسم توڑنے کے گناہ کو چھپاتا ہے۔ دینی اصطلاح میں اس سے مراد ہے "صدقہ دینا، قربانی کرنا اور شرعی عمل وغیرہ انجام دینا اس گناہ کے بدلے میں اور سزا میں جو انجام دیا ہے۔ اس لحاظ سے کہ آثار گناہ کو مٹاتا ہے اور اُسے انسان سے چھپاتا ہے۔ اسے کفارہ کہتے ہیں۔ زحیلی، ڈاکٹر وھبہ، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دارالاشاعت، کراچی، ۲۰۱۲

(۴) سورۃ المائدہ: ۵/۸۹

(۵) سورۃ المجادلہ: ۵۸/۲-۴

جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا۔ تو میرے حق میں ایسی ہے جیسے میری ماں یا بہن کی پشت، تو اس صورت میں اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی، جب تک کہ یہ شخص اپنی قسم کا کفارہ نہ دے۔ اور اس قسم کا کفارہ یہ ہے کہ یا تو ایک غلام آزاد کرے یا مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے، یہ بھی نہ ہو۔ تو ساٹھ فقیروں کو کھانا کھلائے۔

۵۔ رمضان کے دن میں جماع کا کفارہ:

یہ کفارہ ظہار کی طرح ہے۔ اور از روے حدیث واجب ہے۔[۱]

۶۔ بڑھاپے یا بیماری کے سبب روزہ نہ رکھنے کا فدیہ:

﴿أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ۝﴾[۲]

جو لوگ رمضان کے روزے نہ رکھ سکیں وہ ہر روزے کے بدلے کسی غریب کو کھانا کھلائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ﴾[۳]

اور جو لوگ روزے کی طاقت رکھتے ہوں انکے ذمہ فدیہ ہے کہ وہ ایک غریب کا کھانا ہے۔

حاملہ اور دودھ پلانے والی کو بچہ کے بارے میں خطرہ (بہ تکلف طاقت رکھنا) لاحق ہو تو اس کے لیے بھی یہی حکم ہے جیسا کہ فقہا نے کہا۔[۴]

۷۔ ہدی:

گائے بکری یا اونٹ جنہیں حج یا عمرہ کرنے والے خانہ کعبہ کے پاس اس لئے روانہ کریں کہ حالت احرام میں سرزد قصور کی تلافی ہو یا تمتع یا قران کا شکرانہ ادا ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

(۱) البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب الصوم، باب إذا جامع فی رمضان، ولم یکن لہ شيء، فتصدق علیہ فلیکفر، رقم الحدیث ۱۹۳۶، القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، کتاب الصیام، باب تغلیظ تحریم الجماع فی نھار رمضان، رقم الحدیث: ۱۱۱۱

(۲) سورۃ البقرہ: ۲/ ۱۸۴

(۳) سورۃ البقرہ: ۲/ ۱۰۴

(۴) الصنعانی، عبد الرزاق، المصنف عبد الرزاق، کتاب الصیام، باب الحامل والمرضع، رقم الحدیث: ۷۵۵۵، ۷۵۵۶

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ﴾ (۱)

اے ایمان والو! وحشی شکار کو قتل مت کرو، جب تک کہ تم حالت احرام میں ہو، اور جو شخص تم میں سے اس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا۔ تو اس پر بدلہ واجب ہو گا جو مساوی ہو گا اس جانور کے جس کو قتل کیا ہے جس کا فیصلہ تم میں سے دو شخص کر دیں۔ خاص چوپایوں میں سے بشرطیکہ نیاز کے طور پر کعبہ تک پہنچائی جائے، اور خواہ کفارہ مسکین کو دیدیا جائے۔

﴿ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾ (۲)

تو جس شخص نے عمرہ سے اس کو حج کے ساتھ ملا کر فائدہ اٹھایا ہو تو جو قربانی میسر ہو۔

بہت ممکن ہے کہ ہدی کا طریقہ شارع نے بھوک کے مسئلے پر قابو پانے اور غریبوں کو گوشت کی نعمت سے بہرہ ور کرنے کے لیے اختیار کیا ہو، اس لئے کہ یہ بھی ممکن تھا کہ اس موقعہ پر غلام آزاد کرنے کے لیے کہا جاتا، یا روزہ رکھنے کا حکم ہوتا یا اسکی قیمت یا اس سے زیادہ خیرات کرنے کے لیے کہا جاتا۔ باری تعالی کا ارشاد ہے۔

﴿لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ﴾ (۳)

"اپنے فائدے حاصل کرنے کو آجائیں اور ان مقررہ دنوں میں اللہ کا نام یاد کریں اور چوپایوں پر جو پالتو ہیں۔ پس تم آپ بھی کھاؤ اور بھوکے فقیروں کو بھی کھلاؤ"۔

﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذَلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ (۴)

"قربانی کے اونٹ ہم نے تمہارے لئے اللہ تعالی کی نشانیاں مقرر کر دی ہیں ان میں تمہیں نفع ہے۔ پس انہیں کھڑا کر کے ان پر اللہ کا نام لو، پھر جب ان کے پہلو زمین سے لگ جائیں اسے [خود

(۱) سورۃ المائدہ: ۵/۹۵

(۲) سورۃ البقرہ: ۲/۱۹۶

(۳) سورۃ الحج: ۲۲/۲۸

(۴) سورۃ الحج: ۲۲/۳۶

بھی] کھاؤ اور مسکین سوال سے رکنے والوں اور سوال کرنے والوں کو بھی کھلاؤ، اسی طرح ہم نے چوپایوں کو تمہارے ماتحت کر دیا ہے کہ تم شکر گزاری کرو"۔

۸۔ کٹائی سے حصہ:

قرآن پاک میں ارشاد ہے:۔

﴿وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ جَنَّاتٍ مَعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أُكُلُهُ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ﴾(۱)

"خدا وہی ہے جس نے ایسے باغات بنائے جو ٹیٹوں پر چڑھائے جاتے ہیں اور (بعضے ایسے جو) نہیں چڑھائے جاتے، اسی طرح کھجور، انار، زیتون اور بہت سی فصلیں ایک جیسی اور مختلف نظر آنے والی جب یہ پھل دیں، تو تم ان کے پھلوں کو کھاؤ اور کٹائی کے اس دن کا حق غریبوں تک پہنچاؤ"۔

صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت کا قول ہے کہ یہ ادائیگی، زکوۃ کے علاوہ ہونی چاہیے، اس حق کے مستحق خصوصاً وہ لوگ ہیں، جو کھیت اور کھجوروں کے باغات کے مالک نہیں۔

علامہ ابن کثیرؒ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو پھل توڑ لیتے ہیں اور کسی کو کچھ نہیں دیتے۔ سورہ نون(۲) میں باغ والوں کا قصہ اسی کا ثبوت ہے۔(۳)

۹۔ غریبوں مسکینوں کی پرورش کا حق:

یہ ایک اہم اسلامی فریضہ ہے جو رب کا نائب اور اس کا خلیفہ ہونے کی حیثیت سے ہم پر لازم ہے، ساری مخلوقات میں سب سے اشرف ہونے کا تقاضہ یہ ہے کہ ہمارا احساس ایسا بیدار ہو کہ ضرورت مند کی ضرورت ہمارے دل کی ٹیس اور چبھن بن جائے ہم خلیفۃ اللہ ہیں، اس لئے خدا کی طرف سے غریبوں کی حاجت روائی کے ذمہ دار ہیں۔ اور اگر یہ حاجت روائی زکوۃ کی مد سے ممکن ہو تو اس سے بہتر بھلا کیا ہو گا؟ لیکن اگر زکوۃ کی آمدنی محدود اور ناکافی ہو تو اس صورت میں لازم ہو گا کہ زکوۃ کے علاوہ صدقات و خیرات غریبوں پر خرچ کیا جائے، اور ان کی بنیادی ضرورتوں کی تکمیل کی جائے۔

---

(۱) سورۃ الانعام: ۶/ ۱۴۱

(۲) ابن کثیر، ابو الفداء تفسیر القرآن العظیم، دار طیبہ للنشر والتوزیع، ۱۴۲۰ھ، ۳/ ۳۴۹

(۳) ایضاً۔

حضرت فاطمہ بنت قیسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔ پھر آپ نے سورہ بقرہ کی یہ آیت پڑھی:

﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ﴾

سارا کمال اسی میں نہیں کہ تم اپنا منہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔[1]

آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرابتداروں، یتیموں، اور ناداروں کی کفالت بلند پایہ نیکی ہے، پھر اس کے آگے آیت میں نماز کی پابندی اور زکوۃ کی ادائیگی کا حکم ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یتیموں وغیرہ کی کفالت اور زکوۃ کی ادائیگی، دو الگ الگ چیزیں ہیں اور دونوں پر عمل کرنا اشد ضروری ہے۔

۲۔ حسن معاشرت:

اسلام میں سماج کی کفالت کے ثبوت کے لئے کسی آیت یا حدیث سے استدلال کی چنداں حاجت نہیں اس لئے کہ اس کا ثبوت روز روشن کی طرح واضح اور صاف ہے، چنانچہ قرآن پاک کی مکی مدنی آیات اور صحیح احادیث کی بیشتر روایتیں کچھ اس طرح پڑھنے والے کے سامنے آتی ہیں جن سے از خود اسلامی معاشرے کے اندر باہمی اشتراک اور تعاون، اور سماج کی کفالت کا سارا نظام منظر عام پر آجاتا ہے۔ سماجی کفالت کا حقیقی تعارف اس حدیث سے ہوتا ہے جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ، يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا))

ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے ساتھ ایک مضبوط عمارت کے اجزاء کی طرح رہنا چاہیے جو ایک دوسرے سے جڑے ہوتے اور انکے جڑنے سے ہی پوری عمارت کھڑی ہوتی ہے۔[2]

دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((ترى المؤمنين في تراحمهم وتوادهم وتعاطفهم كمثل الجسد ، إذا اشتكى عضوا تداعى له سائر جسده بالسهر والحمى))

(۱) الترمذی، ابو عیسی، محمد بن عیسی، السنن الترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء ان فی المال حقا سوی الزکاۃ، رقم الحدیث: ۶۵۹

(۲) البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب الادب، باب تعاون المؤمنین بعضھم بعضا، رقم الحدیث: ۶۰۲۶، القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، کتاب البر والصلہ والآداب، باب تراحم المؤمنین وتعاطفھم وتعاضدھم، رقم الحدیث: ۲۵۸۸

"تم مومنوں کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رحمت و محبت کا معاملہ کرنے اور ایک دوسرے کے ساتھ لطف و نرم خوئی میں ایک جسم جیسا پاؤ گے کہ جب اس کا کوئی ٹکڑا بھی تکلیف میں ہوتا ہے، تو سارا جسم تکلیف میں ہوتا ہے ایسا کہ نیند اڑ جاتی ہے اور جسم بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے"۔ (۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((المسلم اخو المسلم لا یظلمه ولا یسلمه))

"مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں وہ نہ ایک دوسرے کو ستاتے ہیں نہ ہی ذلیل کرتے ہیں"۔ (۲)

ذلیل کرنے کا مفہوم یہی ہے کہ مسلمان دوسرے مسلمان کو مصیبت میں در بدر کی ٹھوکریں کھانے کے لئے تنہا نہیں چھوڑتا۔ بلکہ اس کی دست گیری کرتا ہے۔

نیز فرمایا:

((أَيُّمَا أَهْلُ عَرْصَةٍ أَصْبَحَ فِيهِمُ امْرُؤٌ جَائِعٌ، فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُمْ ذِمَّةُ اللهِ تَعَالَى))

جس گھر کا ایک فرد بھی بھوکا سو رہا ہو، اس گھر کے لوگ اپنے ذمہ دار آپ ہوں گے، اللہ تعالی پر انکی کوئی ذمہ داری نہیں۔ (۳)

سورہ مدثر جو ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی، اس میں قرآن پاک آخرت کا ایک منظر دکھاتا ہے، جہاں داہنی سمت میں مسلمان جنت کے باغوں میں آرام سے بیٹھے ہوں گے، اور کافروں اور جھٹلانے والوں کی حالت زار ان کا موضوع بحث ہو گی۔ پس منظر یہ ہو گا کہ ان دونوں گروہوں کے درمیان آگ کا پردہ حائل ہو گا۔ پھر یک بیک پردہ اٹھے گا، اور کافر نڈھال ہو کر اپنی بپتا سنائیں گے۔

﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ٥إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ٥فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ٥عَنِ الْمُجْرِمِينَ٥مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ٥قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ٥وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ﴾ (۴)

---

(۱) الصحیح البخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبھائم، رقم الحدیث: ۶۰۱۱، الصحیح المسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تراحم المؤمنین وتعاطفھم وتعاضدھم، رقم الحدیث: ۲۵۸۶

(۲) الصحیح البخاری، کتاب المظالم، باب: لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمہ، رقم الحدیث: ۲۴۴۲، الصحیح المسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تحریم الظلم، رقم الحدیث: ۲۵۸۰

(۳) الشیبانی، احمد بن محمد بن حنبل ابو عبد اللہ، المسند الاحمد، رقم الحدیث: ۴۸۸۰، الحاکم، ابو عبد اللہ، المستدرک علی الصحیحین، رقم الحدیث: ۲۱۶۵

(۴) سورۃ المدثر: ۷۴/ ۳۸-۴۴

”ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں گروی ہے، مگر داہنے طرف والے (نیک لوگ) کہ وہ بہشت کے باغوں میں (ہوں گے، اور) گنہگاروں سے پوچھتے ہوں گے کہ تم دوزخ میں کیوں پڑے، وہ کہیں گے کہ ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور نہ مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے،“

کھلانے اور پلانے کی طرح اور دوسری ضرورتیں پوری کرنے سے وہ گریز کرتے تھے۔

سورہ قلم میں اللہ تعالی نے باغ والوں کا قصہ سنایا، انہوں نے یہ منصوبہ بنایا تھا کہ راتوں رات سارے پھل توڑ لیں گے، تاکہ صبح جب غریب غرباء ہمارے باغ میں آئیں تو انہیں خالی ہاتھ واپس جانا پڑے۔ خدا نے ان کے متعلق فرمایا:

﴿إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ○وَلَا يَسْتَثْنُونَ○ فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِنْ رَبِّكَ وَهُمْ نَائِمُونَ○ فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ ○فَتَنَادَوْا مُصْبِحِينَ○ أَنِ اغْدُوا عَلَى حَرْثِكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَارِمِينَ○ فَانْطَلَقُوا وَهُمْ يَتَخَافَتُونَ○ أَنْ لَا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِسْكِينٌ○ وَغَدَوْا عَلَى حَرْدٍ قَادِرِينَ○ فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوا إِنَّا لَضَالُّونَ○ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ○ قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُونَ○ قَالُوا سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ○ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَلَاوَمُونَ○ قَالُوا يَا وَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا طَاغِينَ○ عَسَى رَبُّنَا أَنْ يُبْدِلَنَا خَيْرًا مِنْهَا إِنَّا إِلَى رَبِّنَا رَاغِبُونَ○ ﴾(۱)

"بیشک ہم نے انہیں اسی طرح آزمالیا جس طرح ہم نے باغ والوں کو آزمایا تھا جبکہ انہوں نے قسمیں کھائیں کہ صبح ہوتے ہی اس باغ کے پھل اتار لیں گے۔ اور انشاء اللہ نہ کہا۔ پس اس پر تیرے رب کی جانب سے ایک بلا چاروں طرف گھوم گئی اور یہ سو ہی رہے تھے۔ پس وہ باغ ایسا ہو گیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی۔ اب صبح ہوتے ہی انہوں نے ایک دوسرے کو آوازیں دیں۔ کہ اگر تمہیں پھل اتارنے ہیں تو اپنی کھیتی پر سویرے ہی سویرے چل پڑو۔ پھر یہ سب چپکے چپکے یہ باتیں کرتے ہوئے چلے۔ کہ آج کے دن کوئی مسکین تمہارے پاس نہ آنے پائے۔ اور لپکے ہوئے صبح صبح گئے۔ [سمجھ رہے تھے] کہ ہم قابو پاگئے۔ جب انہوں نے باغ دیکھا تو کہنے لگے یقیناً ہم راستہ بھول گئے۔ نہیں نہیں بلکہ ہماری قسمت پھوٹ گئی۔ ان سب میں جو بہتر تھا اس نے کہا کہ میں تم سے نہ کہتا تھا کہ تم اللہ کی پاکیزگی کیوں نہیں بیان کرتے؟۔ تو سب کہنے لگے ہمارا رب پاک ہے بیشک ہم ہی ظالم تھے۔ پھر وہ ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے آپس میں ملامت کرنے لگے۔ کہنے لگے

(۱)سورۃ القلم:۶۸/۱۷-۳۲

ہائے افسوس! یقیناً ہم سرکش تھے۔ کیا عجب ہے کہ ہمارا رب ہمیں اس سے بہتر بدلہ دے دے ہم تو اب اپنے رب سے ہی آرزو رکھتے ہیں"۔

قرآن کریم نے مسکینوں کو کھانا کھلانے اور ان کے ساتھ رعایت کرنے کی تاکید ہی نہیں کی، نہ ہی ان کے ساتھ بدسلوکی پر محض عذاب سے ڈرایا دھمکایا، بلکہ ہر مسلمان صاحبِ ایمان کو اس کا پابند کیا کہ اس کو غریبوں کا حق سمجھے اور خود بھی اس حق کو انجام دے، اور دوسروں کو بھی اس کی طرف متوجہ کرے، اور انہیں بتائے کہ ان کے حقوق ادا نہ کرنا خدا کی بڑی ناشکری اور دار آخرت میں جہنم کے عذاب کا باعث ہو گی۔ اور سب سے بڑا عذاب یہ کہ خدا اس سے ناراض ہو گا۔

بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال پانے والوں کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهْ۝ وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ۝ يَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ۝ مَا أَغْنَى عَنِّي مَالِيَهْ۝ هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَهْ۝﴾[(۱)]

"لیکن جسے اس [کے اعمال] کی کتاب اس کے بائیں ہاتھ میں دی جائے گی، وہ تو کہے گا کہ کاش کہ مجھے میری کتاب دی ہی نہ جاتی۔ اور میں جانتا ہی نہ کہ حساب کیا ہے۔ کاش! کہ موت [میرا] کام ہی تمام کر دیتی۔ میرے مال نے بھی مجھے کچھ نفع نہ دیا۔ میرا غلبہ بھی مجھ سے جاتا رہا"۔

پھر باری تعالیٰ حق و صداقت اور انصاف پر مبنی فیصلہ کرتے ہوئے فرمائے گا:

﴿خُذُوهُ فَغُلُّوهُ ۝ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ ۝ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ﴾[(۲)]

اس شخص کو پکڑو، اور اس کو طوق پہنا دو پھر دوزخ میں اس کو داخل کرو، پھر ایک ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر (۷۰) گز ہے اس کو جکڑ دو۔

اس وحشت اثر فیصلہ کے پس منظر میں وہ اسباب کیا ہیں جس کی وجہ سے اتنا سخت حکم صادر ہوا، اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلَى طَعَامِ الْمِسْكِينِ﴾[(۳)]

یہ شخص خدائے بزرگ پر ایمان نہ رکھتا تھا، اور (خود تو کسی کو کیا دیتا) اوروں کو بھی غریب آدمی کے کھلانے کی ترغیب نہ دیتا تھا۔

---

(۱) سورۃ الحاقۃ: ۶۹/ ۲۵-۲۹

(۲) سورۃ الحاقۃ: ۶۹/ ۳۰-۳۲

(۳) سورۃ الحاقۃ: ۶۹/ ۳۳-۳۴

یعنی غریبوں کی حاجت بر آری کے لئے نہ خود پیش قدمی کر تا تھانہ اپنے گردوپیش میں کسی اور کو اس کے لئے آمادہ کر تا تھا۔ سورہ الحاقہ میں نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں پانے والے جن جہنمیوں کا ذکر ہوا، ان کے عذاب کی وجہ یہی بتائی گئی کہ انہوں نے دنیا میں رہ کر خدا کے حقوق جانے، اور نہ بندوں کے حقوق پہچانے غریبوں اور مسکینوں کی نہ خود کفالت کرتے، اور نہ ہی دوسروں کو اس کی ترغیب دیتے تھے، ان دل ہلا دینے والی آیتوں کو سن کر حضرت ابو درداء نے ام درداء رضی اللہ عنہما سے کہا تھا۔ سنو ام درداء! جہنم میں نہ جانے کتنے دنوں سے کچھ آہنی زنجیریں آگ میں مسلسل تپائی جا رہی ہیں محض اس لئے کہ لوگوں کی گردنیں ان کے ذریعے جکڑی جائیں۔ خدا کا شکر ہے کہ خدا پر ایمان لا کر ہم ایک حد تک اس سے نجات پا گئے۔ لیکن یاد رکھو۔ ہم پورے طور پر اس سے اسی وقت محفوظ ہوں گے جب ناداروں اور ضرورت مندوں کی ضرورت بھی ہم پوری کریں۔ (۱)

اس میں شک نہیں کہ قرآن حکیم ایسی کتاب ہے جو غریبوں کے ساتھ غفلت کو جہنم کے دائمی عذاب کا سبب قرار دیتی ہے۔ سورہ ماعون میں بتایا گیا کہ یتیموں پر غصہ کرنا، اور غریبوں کو کھانا نہ کھلانا دین کو جھٹلانے والوں کی علامت ہے۔

کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے سو اگر آپ اس شخص کا حال سننا چاہیں تو سنئے کہ یہ وہ شخص ہے:

﴿فَذَلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ ٥ وَلَا يَحُضُّ عَلَى طَعَامِ الْمِسْكِينِ٥﴾ (۲)

جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور محتاجوں کو کھلانے کی دوسروں کو بھی ترغیب نہیں دیتا۔

سورہ فجر میں غریبوں کی حق تلفی کرنے والوں سے بڑے تیکھے انداز میں کہا گیا:

﴿كَلَّا بَلْ لَا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ٥وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَى طَعَامِ الْمِسْكِينِ٥﴾ (۳)

تم نہ یتیموں کی عزت کرتے ہو، نہ ہی محتاجوں کو کھلانے کی آپس میں تاکید کرتے ہو۔

ان آیات کے ذکر کئے جانے کا حاصل یہ ہے کہ جب جاہلی سماج، بائیں بازو والے اور دین کو جھٹلانے والے غریبوں کو بُری طرح نظر انداز کر دیتے تھے۔ تو ایمان لانے والوں اور دینداروں کا فرض لامحالہ یہ ہونا چاہیے کہ اپنے ان

---

(۱) ابو عبید، القاسم بن سلام، الاموال، دار الفکر، بیروت، ۱۳۹۵ھ، کتاب الصدقۃ، باب فضائل الصدقہ والثواب فی اعطائھا، رقم الحدیث: ۹۰۲

(۲) سورۃ الماعون:۱۰۷/۱-۳

(۳) سورۃ الفجر:۸۹/۱۷-۱۸

بچھڑے ہوئے بھائی بندوں کے ساتھ ہمدردی سے پیش آئیں اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیں، قرآن حکیم کی آیات اسی بات کا حکم دیتی ہیں۔ اور بقول شیخ محمد عبدہ مصری، سماجی اور فلاحی اداروں کا طریقہ کار یہی ہونا چاہیے۔ [1]

علامہ ابن حزم [2] کی تحقیق:

اسلاف میں علامہ ابن حزم کی شخصیت اس معنی میں ممتاز ہے کہ آپ نے اس نظریہ کی مکمل حمایت کی اور کتاب وسنت اور صحابہ وتابعین کے فتاویٰ سے اس کی تائید وتوثیق کی لیکن یہ عمل قابل ذکر ہے کہ علامہ موصوف کا یہ طرز تحقیق اسی ایک مسئلے کے ساتھ خاص نہیں آپ کی ہمیشہ کی یہ عادت تھی کہ پیش آمدہ کسی مسئلے کا فوری حل عقل وقیاس سے پیش نہیں کرتے تھے۔ بلکہ براہ راست کتاب وسنت کی صراحتوں میں اس کو تلاش کرتے تھے، چنانچہ مذکورہ بالا مسئلے کے حل کے لئے بطور خاص آپ نے ایک ایسا لائحہ عمل مرتب کیا جس کی مدد سے ہر بستی کے مخلص صاحب حیثیت افراد اگر ادنیٰ توجہ کریں تو بڑی آسانی سے زکوۃ کے علاوہ اپنی دیگر امدادی رقوم سے منظم پیمانے پر اپنی اپنی بستی کے مسلمانوں کی اس طرح اعانت کریں جس سے ان کی بنیادی اور روزمرہ کی ضرورتیں پوری ہوں اور غربت وافلاس میں گرفتار آبادی ایک خوبصورت مثالی بستی میں تبدیل ہو جائے۔

آپ کا پروگرام یہ تھا۔

۱۔ عزت اور وقار کے ساتھ زندگی گزارنے کے لئے مناسب غذا کا انتظام۔

۲۔ وقت اور موسم کے لحاظ سے موزوں لباس۔

۳۔ معقول رہائشی مکان۔ جس میں سردی گرمی سے حفاظت اور پردے گوشے کا انتظام ہو۔

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ مالداروں پر زکوۃ کے علاوہ کوئی اور چیز فرض نہیں۔

علامہ ابن حزم بڑی شدت سے اس کی تردید کرتے ہیں اور اپنا نقطہ نظر پیش کرتے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے:

زکوۃ کی مناسب جمع وتقسیم کے باوجود اگر بستی والوں کی ضرورت باقی رہے تو دولت مند از خود یا بحکم جبر، مالداروں سے مزید اس قدر امداد طلب کر سکتا ہے۔ جس سے غریبوں کی اہم اور بنیادی ضرورتوں (جیسے کھانے، پہننے اور رہنے سہنے) کا معقول انتظام ہو۔

---

(۱) المصری، محمد عبدہ، تفسیر القرآن الکریم، جزء عم، شرکہ مساھمہ، مصر، ۱۳۴۱ھ

(۲) امام ابن حزم کا پورا نام علی بن احمد بن سعید بن ھضم، کنیت ابو محمدؒ ہے اور ابن حزم کے نام سے شہرت پائی. آپ اندلس کے شہر قرطبہ میں پیدا ہونے اور عمر کی ۷۲ بھاریں دیکھ کر ٤٥٢ ہجری میں فوت ہوئے۔

۳۔ تائید ربانی:

﴿وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ ۝﴾ (۱)

اور رشتہ داروں اور محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق ادا کرو۔

اور ماں باپ اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور قرابت والے پڑوسیوں اور اجنبی پڑوسیوں اور پاس بیٹھنے والے دوستوں اور مسافروں اور جو (باندی غلام) تمہارے قبضے میں ہوں۔ (۲)

معلوم ہوا کہ غریبوں اور اجنبی مسافروں کی طرح غریب رشتہ داروں کا بھی حق ہے۔ اور ماں باپ دور و نزدیک کے قرابت دار مسکین، پڑوسی اور ماتحت سب اس حق میں برابر کے شریک ہیں، مزید بر آں آیت میں وارد احسان کا لفظ اپنے اندر ہمہ گیر معنی رکھتا ہے جس سے ہمارے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔ اس لئے کہ احسان کے بر خلاف جو عمل کرے گا۔ اُسے بد سلوکی اور حد درجہ کی برائی سے تعبیر کیا جائے گا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

﴿مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ۝ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ۝ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ۝﴾ (۳)

"تم کو دوزخ میں کس بات نے داخل کیا، وہ کہیں گے ہم نہ تو نماز پڑھا کرتے تھے اور نہ غریب کو (جس کا حق واجب تھا) کھانا کھلایا کرتے تھے"۔

اس آیت میں باری تعالیٰ نے نماز کی ادائیگی اور غرباء پروری کو ایک درجہ بھی ذکر کیا۔

ارشاد نبوی: آپ ﷺ نے فرمایا:

((من لا يرحم الناس، لا يرحمه الله عز وجل))

جس نے بندگان خدا پر رحم نہ کیا خدا اس پر رحم نہیں فرمائے گا۔ (۴)

اگر کسی کے پاس ضرورت سے زائد چیز موجود ہو اور کوئی سخت حاجتمند اس کے پاس آئے اور یہ اس کی امداد نہ کرے تو اس سے بڑھ کر بے رحمی اور کیا ہو گی۔

---

(۱) سورۃ بنی اسرائیل: ۱۷/۲۶

(۲) سورۃ النساء: ۴/۳۶

(۳) سورۃ المدثر: ۷۴/۴۲-۴۴

(۴) البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب التوحید، رقم الحدیث: ۷۳۷۶، القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، کتاب الفضائل، باب رحمتہ صلی اللہ علیہ وسلم الصبیان والعیال، رقم الحدیث: ۲۳۱۹

عبد الرحمن بن ابو بکر صدیقؓ کہتے ہیں کہ صفہ والے حضور ﷺ کے حد درجہ نادار صحابی تھے، ان کے متعلق حضور ﷺ عام صحابہ سے کہا کرتے تھے: تم میں سے جس کسی کے پاس دو آدمی کی بقدر اناج ہو اسے چاہیے کہ ان میں سے ایک کی میزبانی کرے جس کے پاس چار آدمی کی ضرورت بھر کھانا ہو، وہ پانچ یا چھ کو لے جائے۔ (۱)

اس روایت سے بھی مذکورہ بالا قول کی تائید ہوتی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

((**المُسْلِمُ أَخُو المُسْلِمِ لاَ يَظْلِمُهُ وَلاَ يُسْلِمُهُ**))

مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے بے سہارا چھوڑتا ہے۔ (۲)

امام ابو محمد نے کہا: کسی مسلمان بھائی کو بھوک پیاس میں نڈھال، اور ننگے بدن چھوڑ دینا اس پر ظلم وزیادتی کرنا ہے، جبکہ اسکی ضرورت پوری کرنے پر قدرت رکھتا ہو۔

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ:

((بينما نحن في سفر مع النبي صلى الله عليه وسلم، إذ جاء رجل على راحلة له، قال: فجعل يصرف بصره يمينا وشمالا، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " من كان معه فضل ظهر فليعد به على من لا ظهر له، ومن كان له فضل من زاد فليعد به على من لا زاد له "، قال: فذكر من اصناف المال ما ذكر حتى راينا انه لا حق لاحد منا في فضل)).

"ہم سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اتنے میں ایک شخص اونٹنی پر سوار آپ ﷺ کے پاس آیا اور دائیں بائیں دیکھنے لگا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس کے پاس فاضل سواری ہو وہ اس کو دے دے جس کے پاس سواری نہیں اور جس کے پاس فاضل توشہ ہو وہ اس کو دیدے جس کے پاس توشہ نہیں۔" پھر آپ ﷺ نے بہت سی قسم کے مال بیان کیے یہاں تک کہ ہم یہ سمجھے کہ ہم میں سے کسی کا حق نہیں ہے اس مال میں جو اس کی حاجت سے فاضل ہو" ۔ (۳)

علامہ ابو محمدؒ فرماتے ہیں۔

"حضرت ابو سعیدؓ کے اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک عمومی اور اتفاقی حکم ہے"

حدیث کا یہی اسوہ اور نمونہ ہمارے لئے کافی ہے۔

---

(۱) الصحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب السمر مع الضیف والاھل، رقم الحدیث: ۶۰۲، الصحیح المسلم، کتاب الاشربہ، باب اکرام الضیف وفضل ایثارہ، رقم الحدیث: ۲۰۵۷

(۲) الصحیح البخاری، کتاب المظالم، باب لایظلم المسلم المسلم ولا یسلمہ، رقم الحدیث: ۲۴۴۲، الصحیح المسلم، کتاب البر والصلہ والآداب، باب تحریم الظلم، رقم الحدیث: ۲۵۸۰

(۳) القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، کتاب اللقطۃ، باب استحباب المؤاساۃ بفضول المال، رقم الحدیث: ۱۷۲۸

حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا:

((فكوا العاني يعني الاسير واطعموا الجائع ، وعودوا المريض))

" «عاني» یعنی قیدی کو چھڑایا کرو، بھوکے کو کھلایا کرو، بیمار کی عیادت کرو"۔(۱)

اس مفہوم کی بے شمار روایتیں بطور تائید پیش کی جاسکتی ہیں۔

آثار صحابہ:

حضرت ابو وائل شقیق بن سلمہؒ کہتے ہیں، حضرت عمرؓ کبھی حسرت کے ساتھ کہا کرتے تھے، ((تجربے اور مشاہدے سے)) جو آج مجھے معلوم ہوا۔ اگر پہلے سے اس کا علم ہوتا، تو میں پہلا کام یہ کرتا کہ مالداروں کا فاضل سرمایہ ان سے لے کر غریب مہاجرین میں تقسیم کر دیتا۔(۲)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔

باری تعالیٰ نے ہر بستی کے مالداروں پر اس قدر امداد فرض قرار دی ہے جس سے وہاں کے غریبوں کی کفالت ہو سکے، اس کے باوجود اگر تم کسی بستی میں غریبوں کی خستہ حالی پاؤ تو سمجھ لو کہ اس بستی کے امیروں نے ان کے ساتھ حسن سلوک میں ضرور کوتاہی کی ہے، انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ خداوند عالم قیامت کے روز ان سے باز پرس کرے گا اور قرار واقعی سزا دے گا۔(۳)

عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں: (لَكِنْ فِي مَالِكَ حَقٌّ سِوَى الزَّكَاةِ) مال میں زکوۃ کے سوا بھی کچھ حق ہے۔(۴)

حضرت عائشہ، حضرت حسن بن علی، اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک سائل کے جواب میں یک زبان ہو کر کہا تھا۔

((إِنْ كُنْتَ تَسْأَلُ فِي دَمٍ مُفْظِعٍ , أَوْ غُرْمٍ مُثْقِلٍ, أَوْ فَقْرٍ مُجْهِدٍ , حَلَّتْ لَكَ الْمَسْأَلَةُ))

---

(۱) البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب فکاک الاسیر، رقم الحدیث: ۳۰۴۶

(۲) ابن زنجویہ، الاموال، مرکز الملک فیصل للبحوث والدراسات الإسلامیہ، ۱۴۰۶ھ، کتاب الصدقۃ، باب مایجب علی صدقۃ المال من الحقوق فی المال سوی الزکاۃ، رقم الحدیث: ۱۳۶۴

(۳) البیہقی، احمد بن الحسین، ابو بکر، السنن الکبری، کتاب الصدقات، باب لا وقت فیما یعطی الفقراء والمساکین الی مایخرجون بہ من الفقر والمسکنۃ، رقم الحدیث: ۱۳۲۰۶

(۴) ابن زنجویہ، الاموال، کتاب الصدقۃ، باب: مایجب علی صدقۃ المال من الحقوق فی المال سوی الزکاۃ، رقم الحدیث: ۱۳۶۵، العبسی، ابو بکر بن ابی شیبہ، المصنف، الزکاۃ، من قال: تدفع الزکاۃ إلی السلطان، رقم الحدیث: ۱۰۱۹۱

اگر تمہیں مانگنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ تمہیں خود ناحق میں پھانس لیا گیا۔ یا تم قرض میں گرفتار ہو، یا فقر وناداری کا شکار ہو، تو تمہارا سوال کرنا درست ہے۔ (۱)

حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ اور ان کے تین سو ساتھی صحابہ کے بارے میں یہ واقعہ صحیح ہے کہ جب ان کا توشہ ختم ہوا۔ تو حضرت ابو عبیدہؓ نے بچا کھچا ایک توشہ دان میں جمع کرنے کا حکم فرمایا۔ ساتھیوں نے یہی کیا، پھر روزانہ ہر ساتھی کو برابر برابر تقسیم فرماتے۔ (۲)

امیر قافلہ کے اس فیصلہ پر صحابہ نے اتفاق کیا جو اس کے اجماع ہونے کی دلیل ہے۔

امام شعبیؒ، مجاہد، طاؤس، اور ان کے علاوہ دیگر کبار علماء اس کے قائل تھے کہ " مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی کچھ حق ہے "۔ (۳)

علامہ ابو محمد کہتے ہیں:۔

" جہاں تک ہمیں معلوم ہے، ضحاک ابن مزاحم کے سوا کسی اور نے اس متفقہ فیصلہ سے اختلاف نہیں کیا۔ انہوں نے البتہ کہا ہے کہ: زکوۃ نے مال کے اندر عائد کئے گئے دیگر حقوق کو منسوخ کر دیا ہے۔ (۴) علامہ موصوف کہتے ہیں۔ رہے ضحاک بن مزاحم، تو ان کے بارے میں عام رائے یہ ہے کہ ان کا قوال تو در کنار، ان کی روایت بھی نا قابل اعتبار ہے۔

علاوہ ازیں انہوں نے خود پہلے اس مسئلہ کی تائید کی، اور کہا کہ " مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی کچھ حقوق ہیں، جیسے محتاج ماں باپ کا نفقہ، بیوی کا نفقہ، غلام اور جانوروں کے اخراجات، قرض اور تاوان کی ادائیگی وغیرہ (جیسے دیت، خون بہا، اور نقصان عیب وغیرہ)۔

اس طرح مسئلہ کی پہلے تائید، پھر بعد میں اختلاف سے ان کا دعویٰ خود بخود کمزور ہو جاتا ہے۔ (۵)

---

(۱) الاموال، کتاب الصدقۃ، باب ما یرخص فیہ من المسائل وما ینھی عنھا، رقم الحدیث: ۱۲۰۴-۱۲۰۶، الاندلسی، ابن حزم، المحلی بالآثار، دار الفکر، بیروت، سن ندارد، کتاب الزکاۃ، باب قسم الصدقات، رقم الحدیث ۱۵۸

(۲) البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب الشرکہ، باب الشرکہ فی الطعام والنھد والعروض، رقم الحدیث: ۲۴۸۳، القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، کتاب الصید والذبائح، باب اباحۃ میتات البحر، رقم الحدیث: ۱۹۳۵

(۳) المصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزکاۃ، من قال فی المال حق سوی الزکاۃ، رقم الحدیث: ۱۰۵۲۳-۱۰۵۲۵، ابو عبید، القاسم بن سلام، الاموال، کتاب الصدقۃ، باب منع الصدقۃ والتغلیظ فی حبسھا، رقم الحدیث: ۹۳۱

(۴) ابو عبید، القاسم بن سلام، الاموال، کتاب الصدقۃ، باب منع الصدقۃ والتغلیظ فی حبسھا، رقم الحدیث: ۹۳۱

(۵) الاندلسی، ابن حزم، المحلی بالآثار، کتاب الزکاۃ، باب قسم الصدقات، ۶/۱۵۶-۱۵۹

خلاصہ:

زکوۃ، صدقات وخیرات جہاں یہ چیزیں غربت وافلاس کی روک تھام کے لیے اسلام نے نافذ کیں اور ساتھ ہی ساتھ ان کی تقسیم بھی واضح فرمادی وہاں ہی اسلام نے اس امر کو بھی ملحوظ رکھا کہ اگر یہ ذرائع غریبی کو کم کرنے میں ناکافی ہوں تو وہاں اسلام نے مختلف گناہوں کے کفارات رکھ دیے کہ مثلاً قسم، ظہار یاہدی وغیرہ کا کفارہ۔ تاکہ ان کفارات سے حاصل شدہ مال بھی غریبوں کی فلاح کے لیے صرف کیا جاسکے اگر اس کے بعد بھی کوئی غریب رہ جائے تو اسلام نے پھر حسن معاشرت کا درس دیا اور اس سلسلے میں کچھ حقوق مکرر کر دیے، اس کی بہترین مثال پڑوسی کے حقوق ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جبرائیل نے مجھے پڑوسیوں کے حقوق کی اتنی نصیحت کی کہ میں سمجھا، کہیں پڑوسیوں کو وراثت میں حصہ ار نہ بنا دیا جائے۔

الغرض اسلام کا ان تمام احکامات کے پیچھے صرف ایک ہی مقصد ہے اور وہ ہے کہ ایسے مسکین، غریب اور پسماندہ لوگوں کو معاشرے میں ایک قابل احترام مقام دلوانا جو اپنی کسی مجبوری کی وجہ سے اپنی ذاتی قابلیت سے اس مقام کو حاصل نہیں کرسکتے۔ اسلام نے صاحب حیثیت لوگوں کو تلقین کی کہ وہ ایسے لوگوں کی مدد کریں تاکہ وہ بھی معاشرے میں ایک قابل قدر مقام حاصل کرسکیں۔

باب چہارم

غربت وافلاس دور کرنے کی تمویلی صورتیں

فصل اول: خود انحصاری کی ترغیبات اور روزگار کی فراہمی

فصل دوئم: قرض حسنہ کی فراہمی اور روزگار کے مواقع

فصل سوئم: تمویلی طریقوں(Financing Methods)کے ذریعے روزگار کی فراہمی

فصل اول:

خود انحصاری کی ترغیبات اور روزگار کی فراہمی

فصل اول

خود انحصاری کی ترغیبات اور روزگار کی فراہمی۔

اس میں شک نہیں کہ اسلام غریبی کی مذمت، اور ہر محاذ پر اس کے خلاف جنگ اس لئے کرتا ہے، تاکہ عقائد اور رہن سہن کے طریقوں میں بگاڑ نہ آئے، خاندان اور سماج کی حفاظت ہو، اور خاص طور پر ایسے سماج کی تعمیر ہو سکے، جس میں ہر فرد اخوت اور مساوات کے مخلصانہ جذبات سے سرشار ہو، اور یہ ہر کوئی جانتا ہے کہ یہ تب ہو گا جبکہ لوگوں کے پاس کھانے پینے اور رہنے سہنے کیلئے، اسی طرح دیگر ضروریات زندگی کی تکمیل کیلئے اس قدر اسباب فراہم ہوں، جو ان کے اور انکے بال بچوں کیلئے بڑی حد تک کافی ہوں، اور ان کی انفرادی، اجتماعی، یا ازدواجی زندگی کسی کدورت اور میل کے بغیر اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرنے اور اس سے تعلق استوار کرنے میں بسر ہو، اور اگر خیر سے کسی مسلم معاشرے یا اسلامی ملک میں کوئی غیر مسلم، امان لے کر سکونت پذیر ہو، تو رہائش اور ہمہ قسم کی آزمائش کے اسباب اس کیلئے بھی فراہم ہوں اور اپنے بال بچوں کے ساتھ اس کی گزارن بھی راحت و آرام سے ہو سکے، لیکن پھر یہ سوال پیدا ہو گا کہ اسلام کے وہ ذرائع کیا ہیں اور اسلامی معاشرے میں رہنے والے افراد کو یہ چیزیں کیونکر میسر آسکتی ہیں۔

حرکت وعمل:

بطور جواب آئندہ سطروں میں انہیں ذرائع اور وسائل کو سلسلہ وار پیش کیا جاتا ہے اسلام معاشرے کے ہر شخص سے مطالبہ کرتا ہے کہ جب قدرت کا اتنا بڑا کارخانہ صرف اس کیلئے حرکت و عمل میں مصروف ہے تو اس کا بھی یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ خود بھی اپنے ہاتھ پیر کو حرکت دے‘ محنت سے گریز نہ کرے‘ اور قرب وجوار میں چل کر اپنی روزی خود تلاش کرے۔

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

﴿هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهِ وَإِلَيْهِ النُّشُورُo﴾[1]

ترجمہ: وہ ایسا منعم ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو مسخر کیا‘ سو تم اس کے راستوں میں چلو پھرو اور خدا کی روزی میں سے (جو زمین میں پیدا کی ہے) کھاؤ پیو۔

عمل سے مراد وہ مناسب روزگار ہے جس سے اپنے اور اپنے خاندان کیلئے خاطر خواہ روزی کا سامان ہو سکے۔

اس میں شک نہیں کہ زندگی کے جہاد میں محنت ومشقت اور حرکت وعمل وہ حربہ ہے جس کے ذریعہ انسان دولت پیدا کر سکتا ہے۔ زمین کے اس ویرانے کو آباد کر سکتا ہے اور غریبی اور ناداری کے خلاف فیصلہ کن جنگ کر سکتا ہے۔

---

(۱) سورۃ الملک: ۶۷/ ۱۵

حضرت صالح علیہ السلام کی زبان سے قرآن پاک کا ارشاد ہے:

﴿يَاقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ هُوَ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُجِيبٌ﴾[۱]

ترجمہ: اے میری قوم "تم اللہ کی عبادت کرو" اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اس نے تم کو زمین کے مادے سے پیدا کیا اور اسنے تم کو اس میں آباد کیا۔

ا۔ علاوہ ازیں اسلامی سوسائٹی کی ایک ممتاز خوبی یہ ہے کہ وہ ہر شخص کو اس بات کی پوری آزادی دیتی ہے کہ پیدائش دولت کے لئے جس پیشے کو چاہے اختیار کرے خواہ ادنیٰ ہی پیشہ کیوں نہ ہو۔ لیکن کسی کو ایسے کام کیلئے مجبور نہیں کیا جاتا جو اس کی فطرت کے خلاف یا اس کے معاشرے کیلئے ضرر رساں ہو۔

اسلام میں حرام ٹھہرائے گئے کاموں کی علت عموماً یہی ہوتی ہے۔

ب۔ لیکن معاًہذا اسلام میں اسکی بھی تائید کرتا ہے کہ حرکت و عمل سے روزگار اور روزگار سے روزی اور تن آسانی کی فراہمی ایک امر بدیہی ہے لیکن یہ خواب اس وقت شرمندہ تعبیر ہو گا' جب سماج' ملک اور ملکی سیاست پر اسلام اور اسلامی تہذیب وہدایات کی چھاپ نمایاں ہو گی۔

چنانچہ کارکردگی اور محنت کے معیار کو بلند کرنے اور مالک و مزدور کے درمیان رونما ہونے والے مسائل کے تصفیے کے لئے اسلام نے جو اخلاقی ضابطے مقرر کئے ہیں انکے پیش نظر یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ ایک محنت کش مزدور بھی ہر قسم کے جھگڑوں اور پریشانیوں سے یکسو ہو کر محض اپنی مزدوری کے سہارے اپنے بال بچوں کا پیٹ پال سکتا ہے اور دوسرے رشتے داروں کے حقوق بھی ادا کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ اسلام سکھاتا ہے کہ پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدور کی محنت کا ثمرہ بلا کم وکاست اس کے ہاتھوں میں پہنچا دیا جائے۔ اسلام کی نظر میں ایسے لوگ بدترین ظالم ہوتے ہیں، جو طے شدہ اجرت میں کمی کرتے ہیں یا سرے سے اس کی ادائیگی کی کوئی فکر نہیں کرتے اور یہ طے ہے کہ اسلام ظلم کو سخت ترین حرام سمجھتا ہے۔

اسلام سکھاتا ہے کہ مال و دولت اللہ کا فضل ہے، جسے حاصل کرنے کیلئے ہر جائز کوشش درست ہے، اور ہر مسلمان کو اس سلسلے میں مکمل مذہبی آزادی حاصل ہے۔ اسلام اس کی کھلی اجازت دیتا ہے کہ آدمی اپنی پس انداز کردہ دولت سے کسی بھی قسم کی منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد کی خرید وفروخت کرے۔

---

(۱) سورۃ ھود: ۱۱/۶۱

محنت سے گریز:

اسلام اس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ آدمی کیڑے مکوڑوں کی طرح زندگی نہ گزارتے ہوئے ایسے وسائل اختیار کرے جن سے اس کا معیارِ زندگی بلند ہوا۔ اس کی بیماری اور کبر سنی کے دن سکھ چین سے بسر ہوں، اور اس کے بعد اس کے بچے دربدر کی ٹھوکریں نہ کھاتے پھریں۔

اسی لئے اسلام نے بہت پہلے سے ان فاسد اوہام اور باطل خیالات کی جڑیں کاٹ دیں جن کے ہوتے ہوئے آدمی محنتی اور جفاکش بننے کی بجائے کاہل اور سست بن جاتا ہے۔(الف) چنانچہ کچھ لوگوں کو یہ وہم ہو جاتا ہے کہ انہیں خدا پر بھروسہ ہے۔ اس نے پیدا کیا ہے تو روزی بھی وہی دے گا۔ خواہ اس کے کیلئے محنت مشقت کی جائے یا نہ کی جائے۔ اسلام اس قماش کے لوگوں کو ناسمجھ تصور کرتا ہے اس لئے کہ توکل اور خدا پر بھروسہ کرنے کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ آدمی محنت کرنے اور اسباب کو استعمال کرنے سے گریز کرے۔ اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ رہے۔ بلکہ مسلمانوں کا شیوہ ہے کہ وہ اسباب کو کام میں لائیں گے چنانچہ کھیتی کرنی ہو تو پہلے زمین درست کریں گے پھر بیج ڈالیں گے البتہ نتیجہ خدا پر چھوڑ دیں گے۔

زمانہ نبوی کا واقعہ ہے کہ جب ایک بدوی نے اپنی اونٹنی مسجد نبوی کے دروازے پر کھلی چھوڑ دی، اور اپنی دانست کے مطابق خدا پر توکل کرنا چاہا، تو حضور اکرم ﷺ نے انہیں فہمائش کی، اور فرمایا:

«اعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ» (دیکھو!) اسے باندھ لو، پھر خدا پر بھروسہ کرو۔[1]

حکایت:

اسی مفہوم کی ایک حکایت ہمیں صوفیاء کے یہاں ملتی ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت شقیق بلخیؒ تاجر پیشہ تھے ایک بار تجارت کی غرض سے سفر پر نکلنے سے پہلے اپنے دوست ابراہیم بن ادہم سے ملنے گئے، اس لئے کہ ان کا خیال تھا کہ ممکن ہے کہ سفر میں مہینوں لگیں پھر نہ جانے کب ملاقات ہو؟ لیکن توقع کے خلاف چند ہی دن گزرے تھے کہ شقیق سفر سے واپس آ گئے، اگلے روز ابراہیم بن ادہم نے جب انہیں مسجد میں حاضر دیکھا تو حیرت سے کہا کیوں شقیق! اتنی جلدی لوٹ آئے؟ شقیق نے جواب دیا، جناب! کیا عرض کروں، راستے میں میں نے ایک حیرت انگیز منظر دیکھا اور وہیں سے الٹے پیر لوٹ آیا! ہوا یہ کہ میں نے نسبتاً ایک غیر آباد جگہ تکان دور کرنے کیلئے پڑاؤ ڈالا۔ وہیں میں نے ایک پرندے کو دیکھا، جو آنکھ اور قوت پرواز سے یکسر محروم تھا، مجھے خیال آیا۔ بھلا ایسی دور افتادہ جگہ اس بے چارے کی گزر بسر کیسے ہوتی ہو گی؟ ابھی میں اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ میں نے ایک دوسرے پرندے کو دیکھا۔ اس کی چونچ میں کوئی چیز دبی ہوئی

(۱) الترمذی، ابو عیسی، محمد بن عیسی، السنن الترمذی، کتاب صفۃ القیامہ، باب حدیث اعقلھا وتوکل، رقم الحدیث: ۲۵۱۷

تھی، اس نے آتے ہی وہ چیز پرندے کے آگے ڈال دی اور چلا گیا، اس طرح اس نے کئی چکر لگائے ، اور بالآخر پہلے پرندے کا پیٹ بھر گیا، میں نے سوچا سبحان اللہ! خدا جب ایسی دور افتادہ جگہ رزق پہنچا سکتا ہے تو اس طرح شہر در شہر بھٹکنے کی مجھے کیا ضرورت ہے؟ چنانچہ میں مزید آگے سفر جاری رکھنے سے باز آیا، اور گھر کی راہ لی۔

یہ سن کر ابراہیم بن ادہم نے کہا، شقیق تمہارے اس طرح سوچنے سے سخت مایوسی ہوئی، آخر اس اپاہج پرندے کی طرح بننا تم نے کیوں پسند کیا جس کی زندگی دوسروں کے ٹکڑوں پر کٹ رہی ہو؟ تم نے یہ کیوں نہیں چاہا کہ تمہاری مثال اس پرندے کی سی ہو جو اپنا پیٹ بھی پالتا ہے اور دوسروں کا پیٹ پالنے کے لئے بھی کوشاں رہتا ہے کیا تم بھول گئے کہ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بدرجہا بہتر ہوتا ہے؟ شقیق نے یہ سنا تو بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ کر ابراہیم بن ادہم کا ہاتھ چوما اور کہا کہ ابو اسحاق! تم نے میری آنکھیں کھول دیں، اور پھر اگلے دن سے انہوں نے دوبارہ تجارت شروع کر دی۔[1]

توکل[2] کا صحیح مفہوم:

کسی کام کی تکمیل کیلئے قدرت نے جو ضروری تدابیر اور جو لازمی اسباب پیدا کئے ہیں۔ انہیں اختیار کرنے کے بعد خدا کی کارسازی پر اعتماد و بھروسہ اور اس کام کے مفید اور نتیجہ خیز ہونے کی اسی ذات سے توقع رکھنا توکل ہے۔ اس کی پیدا کردہ تدابیر کو اختیار کیے بغیر اس سے امیدیں باندھنا حماقت کے سوا کچھ نہیں؟ جبکہ اس کے پیدا کردہ اسباب سے بے نیاز ہو کر کوئی شخص ایک لقمہ منہ تک نہیں لے جا سکتا۔

ایک حدیث میں اختیار اسباب کو توکل کا ضروری حصہ قرار دیا گیا ہے

ترجمہ: ایک شخص نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! میں اپنی اونٹنی کو باندھوں اور اللہ پر توکل کروں یا اسے کھلا چھوڑ دوں اور توکل کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ)) "پہلے تم اسے باندھو پھر توکل کرو۔"[3]

---

(۱) الصفدی، صلاح الدین، الوافی بالوفیات، دار احیاء التراث، بیروت، ۱۴۲۰ھ، ۱۶/ ۱۰۱

(۲) "توکل" عربی زبان کے مزید فیہ صرفی ابواب کے باب تفعل کا مصدر ہے، جس کے اصل حروف (و، ک، ل) ہیں۔ توکل: وکیل بننا، توکل لہ بالنجاح: کامیابی کا ضامن ہونا، توکل (واتکل) علی اللہ: بھروسہ کرنا، مطیع و فرمانبردار ہونا، توکل فی الامر: عاجزی ظاہر کرنا اور غیر پر اعتماد کرنا، کسی بھی معاملہ میں دوسرے پر بھروسہ کرنے کو توکل کہتے ہیں۔

شرعی اعتبار سے توکل: دنیوی اور اخروی امور کے فوائد کو حاصل کرنے اور ضرر رساں اشیاء کو دور کرنے کے تئیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر صدق دل سے بھروسہ کرنے کو توکل کہتے ہیں۔ العلوم والحکم لابن رجب (۴۰۹)، امام جرجانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ کے پاس موجود اشیاء پر کامل بھروسہ کرنے اور لوگوں کی اشیاء سے بے نیازی اختیار کرنے کا نام "توکل" ہے (التعریفات: ۴۷)

(۳) الترمذی، ابو عیسی، محمد بن عیسی، السنن الترمذی، کتاب صفۃ القیامہ والرقائق والورع، رقم الحدیث: 2517

اس سے مراد یہ ہے کہ نظر محض اسباب و تدابیر پر نہ ہونی چاہیے بلکہ خیر و بھلائی کی امید اور کسی کام کے مفید مطلب ثابت ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اس کی امداد ضروری ہے اور ترک اسباب' خالق اسباب کا حکم نہیں ہے۔ توکل کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ مافوق الاسباب کاموں میں اسی پر ایمان و اعتماد ہو اور ماتحت الاسباب کی فعالیت اور نتیجہ خیزی کے بارے میں بھی اس پر توکل و اعتماد کیا جائے مرکز امید اسباب نہیں بلکہ مسبب الاسباب ہونا چاہیے اس دنیا کا قانون یہ ہے کہ سعی و محنت سے سامان زندگی حاصل ہو گا۔

﴿هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهِ﴾

ترجمہ: وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو تابع کر رکھا ہے، چلو اس کی چھاتی پر اور کھاؤ خدا کا رزق۔[1]

اس زمین میں قیامت تک آنے والوں کا بے حد و حساب رزق پوشیدہ ہے اس میں رزق کے پوشیدہ خزانوں کا سراغ سعی و محنت کے ہاتھوں سے مل سکے گا' زمین میں ہل نہ چلاؤ بیج نہ ڈالو، تو اناج کا ایک دانہ تم حاصل نہیں کر سکتے۔ زمین کا سینہ چیر کر ہی تم اس کی تہہ سے پانی' تیل' گیس اور دیگر مفید مائعات حاصل کر پاتے ہو۔ اپنے ہاتھوں اور دل و دماغ کی صلاحیتوں کو کام میں لا کر ہی اس کے پیٹ سے جملہ معدنیات وغیرہ حاصل کر سکتے ہو۔ تلاش میں کوتاہی نہ کرو تو رزق و معاش کے خزانوں سے خدا کی زمین بھرپور ہے۔

پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔[2] یعنی فرائض عبادت سرانجام دینے کے بعد زندگی کو قائم رکھنے کیلئے سامان زیست کی تلاش میں مصروف ہو جاؤ۔ ظاہر بات ہے کہ اگر جسمانی ضروریات پوری نہ ہوں تو فرائض و عبادات کو خوش اسلوبی سے بجالانا ناممکن ہو جاتا ہے۔ ایک فرض کو بجالانے کیلئے دوسرا فرض بھی پورا کرنا ہو گا اور وہ ہے رزق و معاش کیلئے سعی محنت اور تلاش و طلب، یہی اللہ کا وہ فضل ہے جس کے حصول کے بعد انسان باوقار اور مطمئن طور پر فرائض بندگی بجالا سکتا ہے اور اس کے لئے ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر انسان دوسروں کا دست نگر اور ذلیل و محتاج بن کر قابل مذمت بے آبرو اور بے کار زندگی کا نمونہ بنتا ہے حضرت عمرؓ کا اعلان کس انداز سے اس حقیقت کو واضح کرتا ہے؟

((مَا جَاءَنِي أَجَلِي فِي مَكَانٍ مَا عَدَا فِي سَبِيلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَأْتِيَنِي وَأَنَا بَيْنَ شُعْبَتَيْ رَحْلِي أَطْلُبُ مِنْ فَضْلِ اللهِ " وَرَوَاهُ غَيْرُهُ فَقَالَ: عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، لَمْ يَشُكَّ وَزَادَ: تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ: ﴿وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللهِ﴾المزمل: ٢٠))

---

(۱) سورۃ الملک: ۶۷/ ۱۵

(۲) سورۃ الجمعۃ: ۶۲/ ۱۰

"جہاد فی سبیل اللہ کے بعد اگر کسی حالت میں جان دینا مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے تو وہ یہ حالت ہے کہ میں اللہ کا فضل تلاش کرتے ہوئے کسی پہاڑی درے سے گزر رہا ہوں اور وہاں مجھ کو موت آجائے۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی۔ کچھ دوسرے لوگ اللہ کے فضل کی تلاش میں سفر کرتے ہیں۔"(۱)

تلاش رزق کے سلسلہ میں حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

"رزق و معاش کی تلاش میں کوئی شخص بھی پست ہمت ہو کر بیٹھ نہ جائے۔"(۲)

توکل کا غلط مفہوم:

کچھ لوگ محنت مشقت اور کام کاج سے بچنے کیلئے اس حدیث کا سہارا لیتے ہیں۔ جس میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَوَكَّلُونَ عَلَى اللَّهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرُزِقْتُمْ كَمَا يُرْزَقُ الطَّيْرُ تَغْدُو خِمَاصًا وَتَرُوحُ بِطَانًا))

"اگر تم خدا پر بھروسہ کرو تو پرندوں کی طرح وہ تمہیں روزی عطاء کرے گا۔ تم پرندوں کو دیکھتے ہو کہ صبح خالی پیٹ گھونسلوں سے نکلتے ہیں، لیکن شام کو آسودہ ہو کر واپس آتے ہیں"۔(۳)

ان لوگوں کی دانست میں حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا پر توکل کیا جائے تو روزی خود بخود مل جاتی ہے۔ حالانکہ یہ واقع ہے کہ یہی حدیث خود ان کے مفروضے کو غلط ثابت کرتی ہے۔ اور حصول رزق کیلئے جدوجہد کرنے کی صاف طور پر دعوت دیتی ہے اس لئے کہ یہ حدیث بتاتی ہے کہ پرندوں کا شکم سیر واپس آنا اسی وقت ممکن ہوتا ہے جب کہ رزق کی تلاش میں وہ نکل کھڑے ہوتے ہیں، اور دن بھر اسی فکر میں سرگرداں رہتے ہیں۔ گویا پرندوں کی دوادہش ان کیلئے حصول رزق کا سبب ہے۔ اسی تمثیل کی رو سے صحابہ کرامؓ خشکی اور تری کا تجارتی سفر فرماتے تھے۔ یا پھر کھجوروں کے باغات اور نخلستانوں میں مصروف عمل رہا کرتے تھے۔ ان صحابہ کی پیروی ہمارے لئے بس ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ سے کسی نے پوچھا، ایک شخص نے اس خیال سے گھر یا مسجد میں نشست جمائی ہے کہ مجھے کچھ کرنے کی چنداں حاجت نہیں، میرا رزق مجھے مل کر رہے گا۔

اس شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ شخص پرلے درجے کا جاہل ہے۔ اسے نہیں معلوم کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

((جُعِلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِي))

---

(۱) البیھقی، احمد بن الحسین، ابو بکر، شعب الإیمان، رقم الحدیث: ۱۱۹۸

(۲) الغزالی، ابو حامد، احیاء علوم الدین، دار المعرفہ، بیروت، کتاب آداب الکسب والمعاش، ۲/ ۶۲

(۳) الترمذی، ابو عیسی، محمد بن عیسی، السنن الترمذی، کتاب الزھد، باب فی التوکل علی اللہ، رقم الحدیث: ۲۳۴۴، القزوینی، ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، السنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب التوکل والیقین، رقم الحدیث: ۴۱۶۴

خدا نے میرے رزق کو میرے نیزے کے نیچے چھپا رکھا ہے۔ (۱)

درحقیقت باری تعالیٰ نے زمین کو بنایا تو اس کو خیر و برکت ودیعت فرمائی اور انسانوں اور تمام جانداروں کیلئے روزی اور زندگی کی جملہ ضروریات اس کے اندر مہیا فرمائیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ قَلِيلًا مَا تَشْكُرُونَ﴾ (۲)

"اور بے شک ہم نے تم کو زمین پر رہنے کو جگہ دی اور ہم نے تمہارے لئے اس میں سامان زندگانی پیدا کیا۔ تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو"۔

یہی نہیں، باری تعالیٰ نے زمین پر بسنے اور تا قیامت اس کی پشت پر چلنے والے جملہ جانداروں کی روزی رسانی کی ذمہ داری اپنے اوپر لے رکھی ہے چنانچہ اس کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُبِينٍ﴾ (۳)

"اور کوئی رزق کھانے والا جانور روئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ کے ذمے نہ ہو" اللہ خود ہی سب کو رزق پہنچانے والا نہایت قوت والا ہے۔

بیشک زمین کی بیکراں پنہائی، سمندروں کی تہیں اور آفاق کی وسعتیں رزق کے خزانوں اور روزی کے ذخیروں سے بھری پڑی ہیں لیکن قانون قدرت یہ ٹھہرا کہ جس روزی کو اس نے ہر سو بکھیر دیا' جس کی بندوں تک بہم رسانی کا اس نے ذمہ لیا، اور جس کی تلاش و جستجو کے تمام راستے اس نے آسان فرمائے بندہ اسکی طلب اور حصول کیلئے کمربستہ ہو اور اس کیلئے محنت مشقت اختیار کرے۔ اسی لئے باری تعالیٰ نے حصول رزق اور اس کیلئے تگ و دو کو لازم و ملزوم قرار دیا ہے۔ سورہ جمعہ میں اسی مفہوم کو قدرے واضح طور پر پیش کیا گیا۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (۴)

---

(۱) الشیبانی، احمد بن محمد بن حنبل ابو عبد اللہ، المسند الاحمد، رقم الحدیث: ۵۱۱۴، العبسی، ابو بکر بن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الجہاد، باب ماذکر فی فضل الجہاد والحث علیہ، رقم الحدیث: ۱۹۴۰۱، ابو حامد الغزالی، احیاء علوم الدین، کتاب آداب الکسب والمعاش، ۲/ ۶۲-۶۳

(۲) سورۃ الاعراف: ۷/ ۱۰

(۳) سورۃ ھود: ۱۱/ ۶

(۴) سورۃ الجمعہ: ۶۲/ ۱۰

ترجمہ: پھر جب نماز جمعہ پوری ہو چکے، تو (اس وقت) تم زمین پر چلو پھرو اور خدا کی روزی تلاش کرو۔

یعنی جو کوئی فضل الٰہی کی تلاش اور معاش کے حصول میں سر گرم اور متحرک ہو گا، گوہر مراد سے ہمکنار ہو گا۔ لیکن جس نے غفلت برتی اور کنارہ کش رہا وہ سخت محروم ہو گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کا یہ واقعہ تاریخ کی کتابوں میں درج ہے کہ نماز کے بعد کچھ لوگ مسجد کے ایک گوشے میں اس خیال سے بیٹھے رہے کہ حصول رزق کیلئے انہوں نے ابھی بھی جو دعا کی ہے۔ اس کے صلے میں خدا ان کی روزی وہیں پہنچا دے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب انہیں دیکھا اور ان کی سرگذشت سنی تو اپنا کوڑا تان کر فرمایا" اس طرح ہاتھ پر ہاتھ دھرے کیوں بیٹھے ہو؟ جب کہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ آسمان سے نہ کبھی سونا برسا ہے اور نہ چاندی! کیا خداوند عالم نے نہیں فرمایا؟

(فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ)

ترجمہ: پھر جب نماز جمعہ پوری ہو چکے تو '(اس وقت) تم کو اجازت ہے کہ تم زمین پر چلو پھر۔ اور خدا کی روزی تلاش کرو۔ [1]

اس میں شک نہیں کہ حضرت عمرؓ کے اسی کوڑے میں قانون کی حکمرانی اور اس کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔ اس لئے کہ نرمی سے بات نہ سمجھنے والے سختی کے بعد ہی راہ راست پر آتے ہیں۔

رہبانیت [2] اور اسلام:

کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ پورے طور پر اللہ کی عبادت اور بندگی کے لئے گوشہ نشینی اختیار کر لینی چاہیے۔ چنانچہ اس رجحان کے تحت وہ ہر قسم کے کام کاج سے الگ ہو کر تارک الدنیا فقیروں اور سادھو سنیاسیوں کی طرح دنیا ہی سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس آیت کا مفہوم بھی یہی ہے۔

---

(۱) الغزالی، ابو حامد، احیاء علوم الدین، کتاب آداب الکسب والمعاش، ۲/ ۶۲ نحو المعنی.

(۲) رہبانیت سے مراد، بے رغبتی اور کنارہ کشی ہے۔ اصطلاحاً نفسانی لذّات سے دستبردار ہونا اور دنیاوی فرائض سے کنارہ کشی کی راہ اپنانا، سماجی ذمہ داریوں سے راہ فرار اختیار کرتے ہوئے جنگلوں اور ویرانوں کا رخ کرنا، بیوی، بچوں اور معاشرتی زندگی کی دیگر مصروفیات سے منہ موڑ کر غاروں کی خلوتوں اور جنگلوں کی تنہائیوں میں ڈیرہ لگانا اور وہیں رہ کر کثرتِ عبادت و مجاہدہ بلکہ نفس کشی کے ذریعے وصالِ حق کی جستجو کرنا رہبانیت ہے۔

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾

ترجمہ: اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اسی واسطے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کیا کریں۔ (۱)

ایسے لوگوں کو حضور اکرم ﷺ نے واضح طور پر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

((لَا رَهْبَانِيَّةَ فِينَا))

"اسلام کسی طرح کی رہبانیت کا قائل نہیں" (۲)

اس کے برعکس اسلام کی نظر میں ہر وہ کام عبادت میں شمار ہوتا ہے جو اخلاص اور للّٰہیت کے جذبے کے ساتھ کیا جائے' اسی طرح اگر کوئی حرام سے دامن بچانے کیلئے یا اپنے اہل و عیال کی کفالت یا رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی کے لئے فکر معاش میں سرگرداں رہے۔ تو اسے خدا کی راہ میں جہاد تصور کیا جاتا ہے۔

اسی لئے باری تعالیٰ نے فکر معاش کی تگ و دو، اور خدا کی راہ میں جہاد کو اس آیت میں ایک ساتھ ذکر فرمایا:

﴿وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ (۳)

"اور بعضے تلاش معاش کیلئے ملک میں سفر کریں گے، اور بعضے اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے"

حضرت عمرؓ کا مشہور مقولہ ہے آپ نے فرمایا:

خدا کی راہ میں لڑتے ہوئے جان دینے کی خواہش کے بعد جس دوسری موت کی میں تمنا کرتا ہوں، وہ یہ ہے کہ حصول رزق اور فارغ البالی کی تلاش میں میری موت واقع ہو پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَاٰخَرُونَ يَضْرِبُونَ﴾ (۴)

تلاش رزق کیلئے سفر کی فضیلت:

اسلام میں جائز طریقوں سے روزی کمانے کو اللہ کا فضل قرار دیا گیا ہے اور جس کے لئے سفر کی ترغیب دی گئی ہے۔ ایک جگہ کوئی روزگار نہ ملے تو دوسرے ملک اور دوسرے علاقہ کا سفر اختیار کرو۔ آنحضور ﷺ کا ارشاد ہے:

---

(۱) سورۃ الذاریات: ۵۱/۵۶

(۲) البستی، ابن حبان، المجروحین من المحدثین والضعفاء والمتروکین، دار الوعی، حلب، ۱۳۹۶ھ، ۱/۳۱۸، البغدادی، ابو الفرج ابن الجوزی، العلل المتناهیہ فی الاحادیث الواهیہ، ادارہ العلوم الاثریہ، فیصل آباد، ۱۹۸۱ء، ۲/۱۵۲

(۳) سورۃ المزمل: ۷۳/۲۰

(۴) البیہقی، احمد بن الحسین، ابو بکر، شعب الایمان، رقم الحدیث: ۱۱۹۸، السیوطی، جلال الدین، الدرّ المنثور فِی التَّفسِیر بالماثور، دار الفکر، بیروت، سن ندارد، ۸/۳۲۳

((سَافِرُوا تَصِحُّوا وَتَغْنَمُوا))

"سفر کرو مال دار ہو جاؤ گے۔"(۱)

﴿وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً﴾

جو کوئی اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں پناہ لینے کیلئے وسیع جگہ اور بسر اوقات کیلئے بڑی گنجائش پائے گا۔(۲)

﴿رَبُّكُمُ الَّذِي يُزْجِي لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ إِنَّهُ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا﴾(۳)

"تمہارا رب تو وہ ہے جو سمندر میں تمہاری کشتی چلاتا ہے تا کہ تم اس کا فضل تلاش کرو"

آج کے سائنسی دور میں سمندر سے انسان کی معاشی تمدنی اور اقتصادی ضروریات کا جو خزانہ نکل رہا ہے وہ سمندر میں تلاش وجستجو کے سفر کا نتیجہ ہے۔

معاش کے سلسلہ میں علماء کیلئے حضرت عمرؓ کی نصیحت:

علماء کو مخاطب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

((لَا تَكُونُوا كَلًّا عَلَى الْمُسْلِمِينَ))

"مسلمانوں پر بار بن کر نہ رہو"(۴)

ایک حدیث میں آنحضور ﷺ کا ارشاد ہے۔

"تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جو نہ دنیا کے لئے آخرت کے اسباب میں کوتاہی کرے اور نہ آخرت کے انہاک میں معاشی اسباب کو ترک کر دے اور لوگوں پر اپاہج اور بے عمل بن کر بار نہ بنے"۔(۵)

مختلف معاشی وسائل حدیث کی روشنی میں

مال و دولت حاصل کرنے کے بہترین ذرائع تجارت، زراعت اور صنعت وخرفت وغیرہ ہیں۔

ذیل کی احادیث کا مطالعہ کرتے ہوئے غور کیجئے کہ حضور ﷺ نے ان کاموں کی ترغیب کس طرح دلائی ہے۔

---

(۱) البیھقی، احمد بن الحسین، ابو بکر، السنن الکبری للبیھقی، باب قول اللہ تعالی وأنکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم وإمائکم، رقم الحدیث:۱۳۵۸۸

(۲) سورۃ النساء:۴/ ۱۰۰

(۳) سورۃ الاسراء: ۱۷/ ۶۶

(۴) البیھقی، احمد بن الحسین، ابو بکر، شعب الایمان، رقم الحدیث:۱۱۶۳

(۵) الجوزی، علی بن محمد، العلل المتناھیۃ فی الاحادیث الواھیۃ، رقم الحدیث:۹۶۷ وسندہ موضوع

تجارت:

تجارت کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:۔

((التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ، وَالصِّدِّيقِينَ، وَالشُّهَدَاءِ))

"قیامت کے روز سچے تاجر کا حشر انبیاء وصدیقین اور شہداء صالحین کے ساتھ ہو گا"۔ [1]

زراعت:

زراعت اور کاشتکاری کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا، أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا، فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أَوْ بَهِيمَةٌ، إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ))

"جب مسلمان کاشتکاری کرتا ہے یا کوئی پودا لگاتا ہے اور پھر اس سے کوئی پرندہ، چوپایہ یا انسان مستفید ہوتا ہے تو اس کی طرف سے یہ عمل صدقہ تصور کیا جاتا ہے"۔ [2]

دستکاری:

دستکاری اور صنعت وحرفت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ، خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ))

"کسی آدمی نے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے زیادہ لذیذ کھانا نہیں کھایا ہو گا"۔ [3]

((مَنْ أَمْسَى كَالًّا مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ أَمْسَى مَغْفُورًا لَهُ))

"جو شخص کام کرتے کرتے شام کر دے اور تھک جائے۔ خدا اسے معاف فرمائے گا"۔ [4]

نیز یہ بھی فرمایا:

---

(۱) الترمذی، ابو عیسی، محمد بن عیسی، السنن الترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی التجار وتسمیۃ النبی ﷺ اِیاھم، رقم الحدیث: ۱۲۰۹، القزوینی، ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، السنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الحث علی المکاسب، رقم الحدیث: ۲۱۳۹

(۲) البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب المزارعہ، باب فضل الزرع والغرس اذا اکل منہ، رقم الحدیث: ۲۳۲۰، القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، کتاب المساقاۃ باب فضل الغرس والزرع، رقم الحدیث: ۱۵۵۳

(۳) الصحیح البخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، رقم الحدیث: ۲۰۷۲

(۴) الطبرانی، ابو القاسم، المعجم الاوسط، رقم الحدیث: ۷۵۲۰

((من بات كالّا من طلب الحلال بات مغفورا له))

"جو شخص رزق حلال کیلئے سر گرداں رہے اور اسی فکر میں پڑ کر سو رہے خدا اسے معاف فرمائے گا"۔[۱]

مشہور تابعی امام ابراہیم نخعیؒ سے کسی نے پوچھا' امانت دار تاجر اور عبادت گذار صوفی میں آپ کس کو ترجیح دیں گے آپ نے فرمایا' امانت دار تاجر میری نظر میں افضل ہے۔ اس لئے کہ شیطان ہر صورت میں اسے ورغلاتا ہے کبھی ناپ تول اور کبھی لین دین میں اسے الجھاتا ہے لیکن یہ اسے شکست پر شکست دیتا جاتا ہے۔[۲]

ایک نامور صوفی اور بزرگ شیخ شعرانیؒ اپنے ملفوظات میں کاری گروں کو عبادت گزاروں پر فوقیت دیتے تھے اور اس کی وجہ یہ بتاتے تھے کہ عبادت کرنے سے صرف عابد کو نفع پہنچتا ہے جب کہ صنعت وخرفت سے بہت لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ کتنا اچھا ہو کہ درزی اپنی سوئی کو اور بڑھئی اپنی آری کو تسبیح کا دانہ قرار دے۔[۳] یعنی یہ لوگ کام بھی کرتے رہیں اور ساتھ ساتھ یاد الٰہی میں بھی مصروف رہیں۔

کسی کام میں شرم نہیں:

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں' جو پیشوں کے بارے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ فلاں کام ان کی شان کیخلاف ہے۔ کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو بھوک اور افلاس سے تنگ آکر در بدر بھیک مانگنا گوارہ کر لیتے ہیں لیکن کام کرنا پسند نہیں کرتے۔

اسلام سے پہلے عربوں میں کام نہ کرنے اور کام کو حقیر سمجھنے کی ذہنیت عام تھی چنانچہ عرب شاعر اپنے حریف کی ہجو کرتے ہوئے پوری شدت سے اس بات کو اچھالتا تھا کہ اس کا مقابل فلاں لوہار کا بیٹا اور فلاں لوہار کا پوتا ہے لیکن اسلام نے آکر دنیا والوں کو اس حقیقت سے آگاہ کیا کہ روزی حاصل کرنے کیلئے اگر چھوٹے سے چھوٹا پیشہ اختیار کرنا پڑے تو اس میں شرم نہیں محسوس کرنی چاہیے اس لئے کہ یہ تو ہو سکتا ہے کہ پیشہ ور اچھے ہوں یا برے ہوں لیکن کوئی پیشہ خواہ کتنا ہی حقیر کیوں نہ سمجھا جائے اگر اس سے رزق حلال حاصل ہوتا ہے تو وہ برا نہیں ہو سکتا۔

حضور ﷺ نے مختلف موقعوں پر فرمایا:

((لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ، فَيَأْتِيَ بِحُزْمَةِ الحَطَبِ عَلَى ظَهْرِهِ، فَيَبِيعَهَا، فَيَكُفَّ اللَّهُ بِهَا وَجْهَهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ أَعْطَوْهُ أَوْ مَنَعُوهُ))

---

(۱) الدمشقی، ابوالقاسم ابن عساکر، تاریخ دمشق، دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۵ء، ۷۳/۱۰۶

(۲) الغزالی، ابو حامد، احیاء علوم الدین، کتاب آداب الکسب والمعاش، ۲/۶۲

(۳) یاسر، عبد الرحمن، موسوعہ الاخلاق والزھد والرقائق، مؤسسہ اقرا للنشر والتوزیع والترجمہ، القاھرہ، باب الحث علی العمل، ۲/۲۸۶

"اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر تم میں سے کوئی رسی لے کر جنگل جائے لکڑی کاٹے اور اسے اپنی پیٹھ پر لاد کر بازار میں فروخت کر دے تو اس کیلئے در بدر ٹھوکریں کھانے سے بہتر ہے جبکہ بھیک بھی کبھی ملتی ہے کبھی نہیں ملتی"۔ (۱)

اس حدیث کی روشنی میں پیغمبر علیہ السلام نے یہ دکھانا چاہا کہ ہر چند کہ جنگل سے لکڑیاں لانے میں مشقت ہوتی ہے، رسوائی اور حقارت کا سامنا ہوتا ہے اور اجرت بھی کم ملتی ہے لیکن اس کے باوجود بیکار رہنے اور لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے، ایسا حقیر کام انجام دینا بہتر ہے۔

پیشے کی آزادی کا ذکر کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے عملی طور پر اپنی، اور دیگر انبیاء کی مثال دیتے ہوئے فرمایا:۔

"خدا کے ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں صحابہ نے عرض کیا، خدا کے رسول ﷺ کیا آپ نے بھی بکریاں چرائی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں میں نے بھی اجرت پر مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا"۔ (۲)

نیز فرمایا:

((مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ، خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ، وَإِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ، كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ))

"کسی آدمی نے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے زیادہ لذیذ کھانا نہ کھایا ہو گا خدا کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے کام کر کے کھاتے تھے"۔ (۳)

حاکم نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ:۔

حضرت داؤد علیہ السلام زرہ ساز تھے، (یعنی زرہیں بنایا کرتے تھے)، حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ادریس، حضرت موسیٰ نبینا و علیہم الصلوۃ والسلام بالترتیب کاشت کاری، بڑھئی، درزی اور بکریاں چرانے کا کام کرتے تھے۔ (۴)

انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی اسی سنت متوارثہ کا نتیجہ تھا کہ بعد میں آنے والے بہت سارے ائمہ عظام اور اکابر علماء جن کی زندگی پر ضخیم کتابیں بھی لکھی گئیں اور خود ان کی علمی و ادبی اور دینی

---

(۱) البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب الاستعفاف عن المسالۃ، رقم الحدیث: ۱۴۷۱

(۲) البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب الاجارہ، باب رعی الغنم علی قراریط، رقم الحدیث: ۲۲۶۲

(۳) الصحیح البخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، رقم الحدیث: ۲۰۷۲

(۴) الحاکم، ابو عبد اللہ، المستدرک علی الصحیحین، کتاب تواریخ المتقدمین من الانبیاء والمرسلین، رقم الحدیث: ۴۱۶۵

تصانیف انہیں زندہ جاوید کر گئیں ان میں بڑی تعداد ایسے افراد کی تھی' جو اپنے آباؤ اجداد یا کنبے اور قبیلوں کی طرف منسوب نہیں ہوئے بلکہ ان پیشوں اور ذرائع کی طرف ان کی نسبت ہوئی جن سے ان کی گزر بسر ہوا کرتی تھی۔

لیکن اسلامی تہذیب نے اپنے ان فرزندوں کے انتساب پر کبھی بھی کسی قسم کی ذلت یا کم تری کا احساس نہیں کیا، چنانچہ آج بھی ہم ان کے ناموں کے ساتھ بزاز (بساطی) قفال (قفل ساز) زجاج (شیشہ گر) خزاز (موچی) جصاص (چونہ فروش) قطان (روئی فروش) خواص (کھجور کے پتے بیچنے والا) خیاط (درزی) حداد (آہنگر) صبان (صابن ساز) جیسی عرفیت اور نسبت موجود پاتے ہیں۔

تلاش معاش:

کچھ لوگ کام نہ کرنے کا یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ انہیں گھر بار دوست احباب سے قریب رہتے ہوئے کام نہیں ملتا اور وطن سے دور در بدر مارے مارے پھرنے سے انہیں سخت وحشت ہوتی ہے۔ اس لئے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ پردیس جا کر ٹھوکریں کھانے کی بجائے اپنے گھر میں روکھی پھیکی کھا کر سو رہنا ان کیلئے بہتر ہے۔

اسلام اس قماش کے لوگوں کو خبر دار کرتا ہے کہ وہ اس قسم کی کچی باتیں دل سے نکال دیں اور روزی کی تلاش میں نئے نئے میدانوں کی تلاش میں نکل پڑیں۔

اس لئے کہ خدا کی زمین بڑی کشادہ ہے اور اس کا رزق بے پایاں ہے۔

جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

یہ انسان کی بلند ہمتی کا صلہ ہے کہ جب کوئی شخص روزی کی تلاش پر پردیس جاتا ہے' اور وہاں اس کا آخری وقت آجاتا ہے تو اللہ اس کے وطن سے اس کی جائے وفات تک کے فاصلے کے برابر جگہ اس کو جنت میں عطا فرماتا ہے۔ (۱)

ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا:

((سَافِرُوا تَسْتَغْنُوا))

"سفر کرو بے نیازی پاؤ گے"۔ (۲)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

---

(۱) النسائی، ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب، السنن النسائی، دار السلام للنشر والتوضیع، الریاض، ۱۴۳۰ھ، کتاب الجنائز، باب الموت بغیر مولدہ، رقم الحدیث: ۱۸۳۳، القزوینی، ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، السنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ما جاء فیمن مات غریبا رقم الحدیث: ۱۶۱۴، لیکن اس میں روزگار کے لیے جانے کا ذکر نہیں واللہ اعلم!

(۲) الطبرانی، ابو القاسم، المعجم الاوسط، رقم الحدیث: ۸۳۱۲، الشیبانی، احمد بن محمد بن حنبل ابو عبداللہ، المسند الاحمد، رقم الحدیث: ۸۹۳۲، واللفظ للطبرانی

"مدینہ منور کے رہنے والے ایک شخص کا انتقال ہوا' حضور اکرم ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، نماز سے فراغت کے بعد آپ نے فرمایا کاش اپنے وطن سے دور پردیس میں کہیں اس کی موت آتی، کسی نے پوچھا، یارسول اللہ ﷺ! آخر کس لئے؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ کوئی پردیس جاتا ہے اور وہیں اس کا آخری وقت آجاتا ہے تو باری تعالیٰ جنت میں اسے اتنی ہی زمین عطا فرماتے ہیں جو اس کے وطن سے اس کی جائے پیدائش تک ہوتی ہے۔"[1]

مذموم پیشوں کے ذریعے روزی کمانا ناجائز ہے:

صرف مذموم پیشوں سے بچنا ضروری ہے مثلاً چوری، ڈاکہ زنی، گداگری، فالگیری، رمالی، شعبدہ بازی، نقالی، جن نکالنے کا مشغلہ، تعویز گنڈے کا کاروبار لوگوں کی قسمتیں دیکھنے کا فریب کارانہ کاروبار وغیرہ۔ اس کے علاوہ محنت و مشقت وغیرہ کے تمام کام سوال کی ذلت سے بہتر ہیں۔

ایک حدیث میں سوال کی ذلت اور بے آبروئی کی روزی سے بچ کر رہنے کیلئے خود دارانہ روزی کا یہ طریقہ سکھایا گیا ہے' جس کے پاس کوئی علمی یا فنی قابلیت نہ ہو تو اسے مزدوری اور حمالی کو عار نہیں سمجھنا چاہیے۔

بھیک اور گداگری:

کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو زکوۃ اور خیرات جمع کرنے کو پیشہ بنا لیتے ہیں اور پھر انہیں مانگنے کی اس قدر لت پڑ جاتی ہے کہ وہ نہ کوئی کام کرنا پسند کرتے ہیں، اور نہ مانگنے میں کسی قسم کی شرم و حیا محسوس کرتے ہیں حالانکہ یہ سب جسم کے اچھے اور ہاتھ پاؤں کے تندرست ہوتے ہیں اور کمانے کی پوری صلاحیت ان کے اندر موجود ہوتی ہے۔

حقیقت میں یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو لوگوں کے سامنے اپنی غریبی کا جھوٹا رونا روتے ہیں۔ چاپلوسی جی حضوری اور خوشامد کا سہارا لے کر مالداروں کے گرد منڈلاتے ہیں۔ بھیک کے ٹکڑوں پر گزارہ کرتے ہیں۔ لیکن محنت کی روٹی توڑنا گوارہ نہیں کرتے۔ ان لوگوں کے متعلق اسلام کا فیصلہ ہے کہ وہ جب تک تندرست ہیں، کمانے کی سکت رکھتے ہیں، انہیں زکوٰۃ اور خیرات لینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ پھر ان احادیث کی روشنی میں غور کیجئے کہ ناحق زکوۃ و خیرات' اور بھیک مانگنے والوں کا انجام کیا ہوگا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((إن الصدقة لا تحل لقوي ولا لذي مرة سوي))

---

(۱) السنن النسائی، کتاب الجنائز، باب الموت بغیر مولدہ، رقم الحدیث: ۱۸۳۳، السنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فیمن مات غریبا رقم الحدیث: ۱۶۱۴

"کسی غنی یا تندرست وتوانا کیلئے صدقہ جائز نہیں"۔ [۱]

ایک مرتبہ دو آدمی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور زکوٰۃ کے فنڈ سے کچھ رقم بطور امداد طلب کی آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَلَا حَظَّ فِيهَا لِغَنِيٍّ، وَلَا لِقَوِيٍّ مُكْتَسِبٍ))

"وہ شخص زکوٰۃ کا مستحق نہیں جو طاقتور ہو اور کمانے کی صلاحیت رکھتا ہو یا یہ کہ اس کے پاس سرمایہ ہو۔ [۲]

یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے کام سے جی چرانے اور سستی اور کاہلی کرنے والوں کو صدقہ اور خیرات سے ہمیشہ دور رکھا تاکہ یہ اپنی حیثیت کے مطابق کسی روزگار سے لگے رہیں"۔

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ما يزال الرجل يسال الناس حتى ياتي يوم القيامة ليس في وجهه مزعة لحم))

"تم میں جو کوئی بھیک مانگتا ہے۔ وہ جب خدا کے سامنے جائیگا تو اس کے چہرے پر گوشت کی ایک بوٹی بھی نہ رہے گا"۔ [۳]

حضرت ابوہریرہؓ سے نقل ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ سَأَلَ النَّاسَ أَمْوَالَهُمْ تَكَثُّرًا، فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرًا فَلْيَسْتَقِلَّ أَوْ لِيَسْتَكْثِرْ))

"جس نے پائی پائی جوڑنے کیلئے لوگوں سے سوال کیا' درحقیقت وہ روپیہ کا نہیں' آگ کا سوال کرتا ہے۔ اب یہ اس کا کام ہے کہ آگ کے اس ڈھیر کو وہ چاہے کم کرے یا زیادہ کرے"۔ [۴]

پائی پائی جوڑنے کا مطلب یہی ہے کہ آدمی بلاضرورت محض حرص اور لالچ کے تحت بھیک مانگے۔

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے منبر پر صدقہ کرنے اور مانگنے اور نہ مانگنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا-

---

(۱) السِّجِستانی، سلیمان بن الاشعث ابو داود، السنن ابوداود، کتاب الزکاۃ، باب من یعطی من الصدقۃ، وحد الغنی، رقم الحدیث: ۱۶۳۴، الترمذی، ابوعیسی، محمد بن عیسی، السنن الترمذی، کتاب الزکاۃ، باب من لا تحل لہ الصدقۃ، رقم الحدیث: ۶۵۲، القزوینی، ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، السنن ابن ماجہ، کتاب الزکاۃ، باب من سال عن ظھر غنی، رقم الحدیث:۱۸۳۹

(۲) سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، رقم الحدیث: ۱۶۳۳، النسائی، ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب، السنن النسائی، کتاب الزکاۃ، رقم الحدیث: ۲۵۹۹

(۳) البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، رقم الحدیث: ۱۴۷۴، القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، کتاب الزکاۃ، رقم الحدیث: ۱۰۴۰

(۴) الصحیح المسلم، کتاب الزکاۃ، باب کراھۃ المسألۃ للناس، رقم الحدیث: ۱۰۴۱

((اليد العليا خير من اليد السفلى))

"اوپر والا ہاتھ (دینے والا) نیچے والے ہاتھ (لینے والے) سے بہتر ہوتا ہے بھیک سے بچنے کیلئے یا خیرات کرنے کیلئے"۔ (۱)

نیز فرمایا: تم میں کوئی اگر جنگل سے لکڑیاں اپنی پیٹھ پر لائے تو یہ مانگنے سے بہتر ہے، اس لئے کہ بھیک بھی کبھی ملتی ہے کبھی نہیں اور پھر اوپر والا۔۔۔۔۔ (۲)

"جس نے بلا ضرورت سوال کیا۔ اس کا اثر قیامت کے روز اس کے چہرے پر ہوگا"۔ (۳)

((ولا فتح عبد باب مسالة إلا فتح الله عليه باب فقرا))

جس نے بھیک مانگنے کا راستہ اختیار کیا خدا اس کیلئے فقر و محتاجی کا دورزہ کھول دیتا ہے۔ (۴)

"ایک شخص نے آپ ﷺ کے پاس آکر سوال کیا آپ ﷺ نے اسے مرحمت فرمایا، پھر جب اس نے گھر کی دہلیز پر قدم رکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: مانگنے کی خرابی لوگ جان لیں تو کسی کے دروازے جانے کی ہرگز ہمت نہ کریں"۔ (۵)

آپ ﷺ نے فرمایا:

((الْمَسَائِلُ كُدُوحٌ يَكْدَحُ بِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهُ، فَمَنْ شَاءَ أَبْقَى عَلَى وَجْهِهِ، وَمَنْ شَاءَ تَرَكَ، إِلَّا أَنْ يَسْأَلَ الرَّجُلُ ذَا سُلْطَانٍ، أَوْ فِي أَمْرٍ لَا يَجِدُ مِنْهُ بُدًّا))

"سوال کرنا فراش کے ہم معنی ہے جو کوئی سوال کرتا ہے وہ اپنا چہرہ نوچتا ہے، لہٰذا جو چاہے اسے باقی رکھے یا چاہے ترک کر دے' البتہ یہ صورت مستثنیٰ ہے کہ کسی صاحب اقتدار سے مانگے یا سخت مجبوری کے تحت مانگے"۔ (۶)

---

(۱) الصحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب لا صدقۃ الا عن ظھر غنی، رقم الحدیث: ۱۴۲۹، الصحیح المسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان ان الید العلیا خیر من الید السفلی.. رقم الحدیث: ۱۰۳۳

(۲) الصحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب الاستعفاف عن المسألۃ، رقم الحدیث: ۱۴۷۰، الصحیح المسلم، کتاب الزکاۃ باب کراھۃ سؤال الناس، رقم الحدیث: ۱۰۴۲

(۳) السِّجِستانی، سلیمان بن الاشعث ابو داود، السنن ابو داود، کتاب الزکاۃ، باب من یعطی من الصدقۃ، وحد الغنی، رقم الحدیث: ۱۶۲۶، الترمذی، ابو عیسی، محمد بن عیسی، السنن الترمذی، کتاب الزکاۃ، باب من تحل لہ الزکاۃ، رقم الحدیث: ۶۵۰، النسائی، ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب، السنن النسائی، کتاب الزکاۃ، باب حد الغنی، رقم الحدیث: ۲۵۳۹، القزوینی، ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، السنن ابن ماجہ، کتاب الزکاۃ، باب من سال عن ظھر غنی، رقم الحدیث: ۱۸۴۰

(۴) السنن الترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء مثل الدنیا مثل اربعۃ نفر، رقم الحدیث: ۲۳۲۵، البیھقی، احمد بن الحسین، ابو بکر، شعب الإیمان، کتاب الزکاۃ، رقم الحدیث: ۳۲۴۸

(۵) السنن النسائی، کتاب الزکاۃ، باب المسألۃ، رقم الحدیث: ۲۵۸۷

(۶) السنن ابو داود، کتاب الزکاۃ، باب ما تجوز فیہ المسألۃ، رقم الحدیث: ۱۶۳۹، السنن الترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ما جاء فی النھی عن المسألۃ، رقم الحدیث: ۶۸۰، السنن النسائی، کتاب الزکاۃ، رقم الحدیث: ۲۶۰۰

معلوم ہوا ہے کہ بھیک مانگنے سے چہرے کی رونق چلی جاتی ہے، البتہ ذیل کی صورتیں مستثنیٰ ہیں۔

ا۔ ایک یہ کہ بوقت ضرورت حاکم وقت سے سوال کیا جائے، جو اسلامی شریعت کی رو سے اس امر کیلئے بھی مامور ہوتا ہے۔

۲۔ دوسرے یہ کہ سخت اور از حد مجبوری کی حالت میں کسی سے بھی سوال کیا جائے جو اس کی ضرورت پوری کرنے پر قادر ہو۔ لیکن یہ یاد رہے کہ مجبوری کی حالت میں اجازت بھی بقدر ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے ضرورت سے زیادہ سوال کرنا غلط ہو گا۔

دراصل اس قدر پیش بندی اور احتیاط کی وجہ یہ ہے، جیسا کہ علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔

"لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانا' خدا کے ساتھ۔ اس کے بندوں کے ساتھ اور خود اپنے ساتھ زیادتی اور ناانصافی کرنا ہے۔

ا۔ خدا کے ساتھ ناانصافی اس طرح ہو گی کہ سائل غیر اللہ سے مدد کا طالب ہو گا غیروں کے سامنے اپنی بے چارگی اور غربت ظاہر کرے گا اور خدا کی ذات سے اس کا اعتماد ہٹ جائے گا۔

۲۔ بندوں کے ساتھ ناانصافی اس طرح ہو گی کہ دینے کی صورت میں وہ زیر بار ہوں گے اور نہ دینے کی صورت میں ہدف ملامت بنیں گے یا خود شرمندہ اور نادم ہوں گے (ناحق مانگنے کا حکم یہ ہے کہ، البتہ حقوق طلب کرنا اس سے مستثنیٰ ہے۔)

۳۔ خود اپنے ساتھ ناانصافی اس طرح ہو گی کہ سائل اپنے جیسی مخلوق کے سامنے اپنی خودی کو مجروح کرے گا صبر و شکیب، خدا پر توکل اور بندوں سے بے نیازی کو ایک طرف ڈال کر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کو بطور پیشہ اختیار کرے گا۔[1]

مسلم حکام کی (اگر خوش قسمتی سے کہیں انکا وجود ہو) ایک اہم ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ بے روزگاروں کو بے یارو مددگار نہ چھوڑیں۔ تندرست اور کمانے کے لائق افراد کی نگرانی کریں اور خاص طور پر ایسے لوگوں پر کڑی نظر رکھیں، جو گداگری کو پیشہ اور زکوٰۃ کو اپنا حق سمجھ بیٹھے ہیں۔ جو لوگوں کا مہمان بننا پسند کرتے ہوں، جبکہ زکوٰۃ لینا ان کے لئے حرام اور لوگوں سے سوال کرنا حد درجہ قابل نفرت ہو۔

پھر اگر حاکم وقت ضرورت محسوس کریں تو اس قسم کے لوگوں کو قرار واقعی سزا بھی دے سکتے ہیں۔ اس لئے کہ شریعت کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ جس غلطی کی سزا شریعت میں مقرر نہ ہو حاکم وقت اپنے طور پر اس کی مناسب سزا تجویز کر سکتا ہے۔

---

(۱) الجوزیہ، ابو بکر ابن القیم، مدارج السالکین، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۹۹۶ء، ۲/ ۲۲۲

گداگروں کے ہتھکنڈے:

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ گداگری اور بھیک مانگنے کی مختلف عجیب وغریب صورتیں ہیں بلکہ بعض لوگ جو اس کے عادی ہو چکے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بھی ایک پیشہ ہے ! اس سلسلے میں امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "احیاء العلوم" میں چند انتہائی ٹھوس حقائق پیش کئے ہیں۔ چنانچہ معاشی ذرائع اور صنعت وحرفت کی مختلف صورتوں کا جائزہ لینے کے بعد امام صاحب موصوف لکھتے ہیں:۔

بعض پیشے ایسے ہوتے ہیں جنہیں قدرے مشقت اور مناسب تربیت کے بعد ہر کوئی اختیار کر سکتا ہے لیکن یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ کچھ لوگ بچپن کی لاپرواہی کی وجہ سے محنت کرنے کے عادی نہیں بنتے، یا کسی وجہ سے وہ عادی نہیں بن پاتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کام سے ناواقف ہونے کا بہانہ بنا کر یہ لوگ کام کرنے سے دستبردار ہو جاتے ہیں اور دوسروں کے ٹکڑوں پر گزارہ کرنا پسند کر لیتے ہیں اور جب یہ نوبت آجاتی ہے تو گداگری اور اٹھائی گیری جیسے دو گھٹیا قسم کے پیشے وجود میں آتے ہیں اور ہم جو ان کی کڑی کام سے جی چرانے سے ملاتے ہیں تو اسی لئے کہ محنت نہ کرنا اور دوسرے کی کمائی میں حصہ لگانا، اٹھائی گیری اور گداگری میں مشترکہ طور پر پایا جاتا ہے۔

پھر جس وقت عوام اٹھائی گیروں سے چوکنا ہو کر اپنے گھر بار کی نگرانی شروع کرتے ہیں' تو یہ لوگ بھی مجبوراً پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے اپنے دماغ پر زور دے کر نئے نئے ہتھکنڈے اور نت نئی چالیں سوچتے ہیں چنانچہ جن کا ذہن چوری کی طرف مائل ہوتا ہے وہ ٹولیاں اور ٹکڑیاں بنا کر پہلے کچھ طاقت حاصل کرتے ہیں اور پھر ایک زبردست گینگ کی شکل اختیار کر لینے کے بعد ڈکیتی اور رہزنی کے لیے نکل کھڑے ہوتے ہیں اور جو ذرا ڈرپوک ہوتے ہیں وہ پس پردہ سازشوں اور ہاتھ کی صفائی میں لگ جاتے ہیں اور نقب زنی، گرہ کٹی یا عیاری ومکاری کے کسی راستے کو اپنا کر روپے اینٹھنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں لیکن جو چوری کو برا سمجھتے ہیں مگر محنت بھی نہیں کرنا چاہتے ایسے لوگ جب دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں اور یہ طعنے سنتے ہیں کہ جاؤ محنت کرو، جیسے دوسرے کما کر کھاتے ہیں "تم بھی کماؤ کھاؤ" اس طرح ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے کیا حاصل، پھر تمہیں تو یوں ہاتھ نہیں پھیلانا چاہیے اس قسم کی تیز وتند باتیں جب ان کے کانوں میں پڑتی ہیں، تب لوگوں کی مٹھی سے روپیہ نکالنے کیلئے یہ لاکھ جتن کرتے ہیں، اور اپنی مسکینی محتاجی اور لاچاری کو ثابت کرنے کے لئے طرح طرح کے ڈھونگ رچاتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ان کی بعض حرکتیں اس قدر اوچھی ہوتی ہیں جو حقیقت میں انہیں قابل رحم بنا دیتی ہیں مثال کے طور پر کچھ تو سچ مچ اندھے بن جاتے ہیں، یا کسی اندھے کے سرپرست بن بیٹھتے ہیں اور انہیں تو کسی فالج زدہ، پاگل اپاہج یا بیمار کا روپ دھار لیتے ہیں یہاں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ایسا کرنے میں انہیں خود زحمت اٹھانی پڑتی ہے مگر یہ نادان اس کی مطلق پرواہ نہیں کرتے، ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو کچھ من گھڑت باتیں اور مضحکہ خیز کرتب سیکھ لیتے ہیں تاکہ لوگ ان کے فریب میں آجائیں اور وارفتگی اور بے خیالی میں کچھ

سکے جیب سے نکل کر ان کے ہاتھ لگ جائیں' خواہ بعد میں انہیں اپنی نادانی پر افسوس کیوں نہ ہو۔ پھر عام طور سے یہ لوگ سچے جھوٹے قصے، مقفیٰ عبارتیں اور جوشیلی نظموں کا سہارا لیتے ہیں۔ جنہیں اچھی آواز سے دلنشیں انداز میں سناتے ہیں، ان کی تاثیر اس وقت سوا ہو جاتی ہے جب ان میں مذہب کی آمیزش یا حسن و عشق کا سوز و گداز شامل ہو جاتا ہے کچھ لوگ سازو آواز کا سہارا لیتے ہیں اور چنگ ورباب سے لوگوں کو مسحور کرتے ہیں۔

ان پڑھ اور سیدھے سادے لوگوں کو جھانسہ دے کر روپیہ اینٹھنے کا کام وہ لوگ بھی کرتے ہیں جو گنڈے، تعویز اور جھاڑ پھونک سے بیماریوں اور آسیب کے علاج کا دعویٰ کرتے ہیں، انہیں کے نقش قدم پر نجوبی، جوتشی اور فال کھولنے والے چلتے ہیں اسی زمرہ میں وہ چرب زبان واعظین بھی آتے ہیں جو عوام کی نادانی اور اپنی ہوشیاری کی وجہ سے منبروں تک پہنچ جاتے ہیں ان میں علمی قابلیت برائے نام ہوتی ہے لیکن عوام کو رام کرنے اور ان کی جیبیں خالی کرنے میں یہ بڑے ماہر ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے نشانے بہت کم خطر کرتے ہیں۔

قصہ کوتاہ! روپیہ بٹورنے کے ان طریقوں کو شمار کیا جائے تو ان کی تعداد سینکڑوں سے اوپر ہی نکلے گی۔ (۱)

حجتہ الاسلام امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کی یہ دور رس نگاہیں تھیں جس نے چوری اور گداگری کی مختلف شکلوں میں گہرا ربط تلاش کیا اور ان گنت شکلوں کا سراغ لگایا پھر جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے چوری اور گداگری میں یہی ہوتا ہے کہ آدمی محنت اور مشقت کی بجائے ایسی ایسی شیطانی حرکتیں کرتا ہے جس کی نہ ضمیر اجازت دیتا ہے نہ مذہب اسے پسند کرتا ہے۔ امام صاحب موصوف نے دوران تحریر گداگری کی چند ایسی مخفی صورتوں کو بھی اجاگر کیا جس سے سماجی بیماریوں پر ان کی گہری نظر کا ثبوت ملتا ہے چنانچہ یہ انہیں کی بالغ نظری تھی کہ انہوں نے علم و بصیرت سے خالی مگر دلنشیں وعظ گوئی کو گداگری کی ایک صنف قرار دیا جب کہ عام لوگوں کے ذہن پر ان کی طرف سے حسن ظن کا دبیز پردہ پڑا ہوتا ہے!

فراہمی روزگار:

کچھ لوگ کام کی اہلیت رکھتے ہوئے بھی اس لئے کام نہیں کرتے، کہ ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر وہ کون سا کام کریں؟ جو ان کیلئے مناسب ہو۔ دراصل یہ لوگ کوتاہ اندیش ہونے کے ساتھ باعزت زندگی گزارنے کے جملہ اصولوں سے ناآشنا ہوتے ہیں۔ ان کیلئے یہ کام بڑا آسان ہوتا ہے کہ خود سے کوئی کام نہ کریں لیکن محکمہ روزگار (Department of Employment) یا کسی متعلقہ افسر کے سامنے دھرنا دے کر بیٹھ جائیں اور اس سے روزگار فراہم کرنے کا جھوٹا مطالبہ کریں۔

سیرت طیبہ کے سرسری مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سردار دوعالم ﷺ نے لوگوں کو روزگار کی فراہمی کے عملی طریقے بھی بتائے تھے اور بے روزگاروں کو روزگار پر بھی لگایا تھا۔

---

(۱) الجوزیہ، ابوبکر ابن القیم، مدارج السالکین، ۲/۲۲۲

مشہور واقعہ ہے کہ ایک بے روزگار انصاری نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سوال کیا! آپ نے دریافت کیا، کیا تمہارے گھر میں کچھ ہے انہوں نے عرض کیا، حضور ایک کمبل ہے، اسی کو آدھا بچھا لیتے ہیں اور باقی کو یونہی اوپر ڈال لیتے ہیں اور ایک پیالہ ہے جس میں پانی پیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا دونوں چیزیں لے آؤ۔ چنانچہ وہ لے آئے۔ آپ ﷺ نے انہیں دست مبارک میں اٹھایا اور نیلام کرنا شروع کیا، ایک صاحب نے ایک درہم تقریباً (۷۱ روپے) دام لگایا ، آپ ﷺ نے فرمایا کیا اس سے زیادہ کوئی دینے والا ہے ؟ دوسرے صحابیؓ نے دو درہم قیمت لگائی آپ ﷺ نے ان کے حوالہ کر دیا اور درہم انصاری کو دے کر فرمایا' دیکھو ایک درہم کا کھانا خرید کر گھر پہنچا دو اور دوسرے درہم کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لے آؤ۔ جب وہ کلہاڑی لے کر آئے تو خدا کے اس محبوب بندے نے اپنے دست مبارک سے اس میں ایک لکڑی جوڑ دی اور فرمایا جاؤ جنگل جا کر لکڑی کاٹو اور بازار میں فروخت کرو اور میں چاہتا ہوں کہ پندرہ دن میں تمہیں نہ دیکھوں !یعنی اسی اثناء میں پوری تندہی سے تم محنت کرو چنانچہ وہ صاحب گئے اور معمول بنا لیا کہ صبح جنگل سے لکڑیاں لاتے اور شام کو بازار میں فروخت کرتے۔ ہوتے ہوتے ان کے پاس دس درہم جمع ہو گئے۔ اب انہوں نے اپنی ضرورت کے مطابق کچھ کپڑے اور کھانے پینے کی چیزیں خریدیں اور ٹھیک پندرہویں روز حاضر خدمت ہو کر اپنی سرگذشت سنائی آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا:- یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ تم کسی کے سامنے بھیک مانگو اور قیامت کے دن ذلت اٹھاؤ سوال کرنا بس تین حالتوں میں درست ہے، سخت افلاس یا قرض میں یا خون ناحق کے تاوان میں۔ (۱)

یہ روشن اور مرصع حدیث بتاتی ہے کہ یہ بھی ممکن تھا کہ خود حضور ﷺ زکوٰۃ وغیرہ کی مدد سے یا کسی صحابی سے انکو دو درہم دلوا دیتے۔ لیکن آپ ﷺ کی جو غرض تھی، وہ اس شکل میں پوری نہ ہوتی۔ پھر یہ کوئی علاج نہ ہوتا، بلکہ اسکی بیماری بڑھ جاتی اور وہ مانگ مانگ کر پیٹ پالنے کا عادی بن جاتا۔ دراصل آپ ﷺ یہ چاہتے تھے کہ جہاں تک ہو سکے ہر شخص اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی کوشش کرے۔ ہر مشکل کو حل کرنے کیلئے سب سے پہلے اپنے پاس موجود وسائل کو کام میں لائے خواہ ان وسائل کی حیثیت معمولی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح محض ناکامی کے اندیشے سے کسی تدبیر کو بروئے کار لانے میں پس و پیش بھی نہ کرے اور نہ یہ سوچے کہ لوگ کیا کہیں گے ؟ آپ ﷺ نے انہیں تعلیم دی کہ جس پیشے سے حلال روزی حاصل ہو سکے وہ باعزت پیشہ کہلائے گا خواہ وہ جنگل سے لکڑیاں لانا اور بازار میں بیچنا کیوں نہ ہو۔ اس لئے کہ اس سے اتنا تو ہو گا کہ آدمی لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے بچ جائے گا۔

---

(۱) السِّجِسْتانی، سلیمان بن الاشعث ابو داود، السنن ابو داود، کتاب الزکاۃ، باب ما تجوز فیہ المسألۃ، رقم الحدیث: ۱۶۴۱، الترمذی، ابو عیسی، محمد بن عیسی، السنن الترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی بیع من یزید، رقم الحدیث: ۱۲۱۸، القزوینی، ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، السنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب بیع المزایدۃ، رقم الحدیث: ۲۱۹۸

غرض اللہ کے رسول ﷺ نے کوئی وقتی معاملہ نہیں کیا اصل مسئلہ سے چشم پوشی بھی نہیں کی اور نہ صرف نصیحت کرنے یا ڈانٹ ڈپٹ پر اکتفا کیا بلکہ آپ ﷺ نے ان سب سے ہٹ کر اس مسئلہ کو حل کرنے کیلئے خود اس شخص کو تیار کیا اور اشتراک تعاون اور معاش کی ایسی مثال قائم کی جس سے انسانیت پہلی بار روشناس ہوئی۔

روز گار کی طرف رہنمائی کے بعد سرور عالم ﷺ کی ذرہ نوازی تھی کہ آپ نے انصاری کیلئے ضرورت کے اوزار کو اپنے دست مبارک سے درست فرمایا اور کسی مرحلے میں انہیں آزردہ نہ ہونے دیا پھر پندرہ دن کی مدت اسی لئے مقرر فرمائی تاکہ اس دوران تجربہ مفید ہو تو انہیں اسی کام میں لگے رہنے کا حکم دیں ورنہ بصورت دیگر کوئی دوسرا کام تجویز فرمائیں۔ آج اس بات کی ضرورت ہے کہ غریبی اور افلاس کا علاج اس اسپرٹ کے تحت کیا جائے جو اس حدیث میں بدرجہ اتم موجود ہے اور یہ طے کر لیا جائے کہ لفظی بحثوں اور کاغذی منصوبوں سے ہٹ کر ایسی صورتیں عمل میں لائی جائیں جس سے بے روزگاری اور گداگری کا انسداد یقینی ہو سکے۔

خلاصہ:

گذشتہ صفحات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر انسان کو خصوصاً مسلمانوں کو افلاس سے نجات پانے کیلئے پوری تندہی اور سرگرمی کے ساتھ کسی کام میں لگ جانا چاہیے خواہ یہ کام صنعت و حرفت یا تجارت ہو، یا کاشتکاری، خوشنویسی یا کسی دفتری نوعیت کا ہو، اس لئے کہ اس سب کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکے گا اور اپنی اور اپنے خاندان کی کفالت کر سکے گا۔ اسے نہ کسی فرد سے امداد لینے کی ضرورت ہو گی اور نہ کسی ادارے یا حکومت سے شکایت ہو گی۔ پھر ایک آدمی کے برسر روزگار ہو جانے کے بعد مزید فائدہ یہ ہو گا کہ سارے معاشرے کے سامنے نظیر قائم ہو گی۔ اور اسے دیکھ کر دوسروں میں اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی امنگ پیدا ہو گی اور اگر گنجان آبادی، وسائل کی کمی، یا عالم بے روزگاری کی وجہ سے کسی شخص کو اپنے وطن میں روزگار نہ ملے تو ایسے شخص کو چاہیے کہ روزی کی تلاش میں رخت سفر باندھے اور گھر سے نکل پڑے کیوں کہ اس کے خدا نے روزی کا ذمہ لیا ہے۔ وہ روزی فراہم کرے گا لیکن یہ کہاں ضروری ہے کہ روزی وطن ہی میں ملے؟

اسلام عام مسلمانوں کو اس بات کی تلقین کرتا ہے کہ وہ کام کا حوصلہ رکھنے والے مسلم افراد کی دلجوئی اور حوصلہ افزائی کریں۔ ان کے ساتھ مناسب تعاون کریں تاکہ ان کے اندر باعزت زندگی گزارنے کا جذبہ پیدا ہو۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾(1)

ترجمہ: نیک کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو ہاں گناہ اور ظلم کے کاموں میں کسی کا ساتھ نہ دو۔

---

(۱) سورۃ المائدہ: ۵/۲

پھر اس میں شک نہیں کہ رعیت اور ماتحتوں کے لئے مناسب روزگار فراہم کرنے کی ذمہ داری حکمراں طبقے پر عائد ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اپنی رعیت کے بارے میں خدا کے سامنے انہیں جواب دہی کرنی ہے۔ اسی طرح اگر تلاش معاش میں منہمک کسی آدمی کو کوئی مخصوص تیاری یا کسی کام کی ٹریننگ کی ضرورت ہو، جس کے بعد وہ اپنا کام بحسن وخوبی کر سکے گا، تو یہ ذمہ داری بھی حکومت یا سماج کے سربر آوردہ طبقہ اور سرداران قوم پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اس سلسلے میں زکوٰۃ یا کسی مناسب مد سے انکی امداد کریں۔

مختصر یہ کہ اسلامی معاشرہ میں شریک حکام سے لے کر ادنیٰ سے ادنیٰ فرد تک ہر ایک پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ بھوک اور افلاس کا مقابلہ کریں اور اس مقصد کیلئے سرمائے یا ہمہ قسم کی مادی اور اخلاقی قوتوں کا استعمال کریں اس لئے کہ علم الاقتصاد (Economics) کے ماہرین اس حقیقت کو تسلیم کر چکے ہیں کہ آمدنی اور اس کے ذرائع کی فروانی ہی غریبی کے اثرات پر کاری ضرب لگا سکتی ہے ورنہ اگر معاشرہ میں چند افراد کام کریں گے اور باقی دوسروں کے دست نگر ہوں گے تو اس میں شک نہیں کہ کام کرنے والوں پر زیادہ بار پڑے گا یا پیداوار کم ہو گی اور بالآخر دولت کم پیدا ہو گی اور غریبی بڑھ جائے گی۔

ہر قوم کے نوجوان اس قوم کے قیمتی سرمایہ ہوتے ہیں۔ مسلم معاشرے کے اندر موجود نوجوان طبقہ پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ سماج کی دیوار میں موجود رخنوں کو بند کرنے کیلئے کامل اتحاد و تعاون کے ساتھ سرگرم عمل رہیں اور ہر ان پیشوں اور صنعت و حرفت کی جستجو میں رہیں جس سے قوم کو اور خود ان کی ذات کو زیادہ سے زیادہ نفع پہنچ سکے۔

یہ صحیح ہے کہ سب لوگ ایک خیال کے نہیں ہوتے اور نہ ہر کسی کو ہم خیال بنایا جا سکتا ہے اس لئے قوم وملت کا صحیح درد رکھنے والے گنتی کے چند افراد بھی اگر اس قسم کے اصلاحی اور انقلابی کاموں کے لئے اٹھ کھڑے ہونگے تو بلاشبہ وہ ساری قوم کی طرف سے کفارہ ہوں گے ورنہ بصورت دیگر ساری قوم اور خاص طور پر قوم کے سربر آوردہ افراد اس کے جوابدہ ہونگے۔[1]

---

(۱) القرضاوی، یوسف، مشکلۃ الفقر وکیف عالجہا الاسلام، ص ۷۲

فصل دوئم

قرض حسنہ کی فراہمی اور روزگار کے مواقع

فصل دوئم

قرض حسنہ کی فراہمی اور روزگار کے مواقع

قرض حسنہ کے معانی:

قرض اس مال کو کہتے ہیں جو کسی کو اس کی ضرورت پوری کرنے کے لیے دیا جائے۔ اس شرط پر کہ وہ مال واپس مل جائے گا(۱)

کسی کو کوئی چیز دینا یا کوئی کام کرنا اس امید پر کہ اس کا بہتر بدلہ ملے گا۔(۲)

قرض حسنہ اس صورت میں ہے کہ اللہ کی راہ میں جو مال خرچ کیا جائے وہ کسی نفسانی غرض، دنیاوی مفاد اور ظاہری نمود و نمائش کی وجہ سے نہ کیا جائے بلکہ اس کا مقصد صرف اور صرف نیکی کا حصول اور بھلائی کا معیار بلند کرنا ہو نہ کہ اپنی شخصیت کو نمایاں کرنا۔

اللہ تعالیٰ کی ذات تو بے نیاز ہے اسے کسی دنیاوی مال کی حاجت نہیں البتہ دنیا میں دینی نظام قائم کرنے اور توحید و سنت کا معیار بلند کرنے کے لیے انسانوں سے کہتا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے اللہ کے پسندیدہ کاموں میں خرچ کریں اس پر وہ ضمانت دیتا ہے کہ وہ اس کے حساب میں بے پناہ اضافہ کرکے بندے کو اجر و انعام کی صورت میں واپس کرے گا۔ مسلمان اسی امید پر اللہ کی راہ میں رغبت اور فراخدلی سے خرچ کرتا ہے کہ دنیا و آخرت میں اس کا بہترین اجر ملے گا۔ انفاق فی سبیل اللہ سے اللہ کی محبت، رضائے الٰہی کی طلب دنیا کی محبت و طلب پر غالب آتی ہے اللہ تعالیٰ سے امیدیں وابستہ ہوتی ہیں کہ اس کے دین کی سربلندی کے لیے جدوجہد میں اپنا مال، اوقات، اپنی محنتیں اور قابلیتیں اس امید پر صرف کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو سکے۔ اسی مقصد کے حصول کے لیے وہ اللہ کی محتاج اور مصیبت زدہ مخلوق کے ساتھ تعاون کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا کہیں زیادہ اجر و ثواب اس کو عطا کرے گا اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر کامل یقین اور اعتماد و اعتقاد بہت ضروری ہے جو صرف شعوری ایمان اور دینی تعلیم سے حاصل ہو سکتا ہے:

حسن نیت، اخلاص اور دلی رغبت کے ساتھ محض اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنے کا مطلب اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دینا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ سات سو گنا بڑھا کر اجر دے گا۔

---

(۱) الاصفهانی، ابو القاسم الحسین بن محمد الراغب، المفردات فی غریب القرآن، المکتبہ المرتضویہ، سن ندارد، ص: ۴۰۰

(۲) الزبیدی، مرتضی، تاج العروس من جواہر القاموس، دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۴ء، ۱۰/ ۱۳۷

قانون قرضِ حسنہ:

یہ وہ قرض ہوتا ہے جو ایک صاحبِ مال کسی ضرورت مند، غریب یا محتاج فرد کو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے دیتا ہے۔ اس میں وہ اپنے لئے کوئی فائدہ، لالچ، مالی منفعت، بدل یا سود کے حصول کی ہر گز ہر گز نیت نہیں رکھتا بلکہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اجر کی اُمید رکھتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں قرضِ حسنہ دینے کی ترغیب دی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴾[1]

کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے پھر وہ اس کے لئے اسے کئی گنا بڑھا دے گا، اور اللہ ہی (تمہارے رزق میں) تنگی اور کشادگی کرتا ہے، اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

علامہ بیضاوی **اس آیت** کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "ای اقراضا حسنا مقرونا بالاخلاص و طیب النفس ۔"[2]

وہ قرض حسن جو اخلاص اور خوش دلی کے ساتھ دیا جائے۔۔۔" بقول امام مالکؒ "اللہ کے راستے بہت سے ہیں[3] بندگانِ خدا کی ضروریات پوری کرنے میں جو بھی خرچ ہو، یہ سب قرض حسن ہے"۔[4]

﴿ مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ﴾[5]

کون شخص ہے جو اللہ کو قرضِ حسنہ کے طور پر قرض دے تو وہ اس کے لئے اُس (قرض) کو کئی گنا بڑھاتا رہے اور اس کے لیے بڑی عظمت والا اجر ہے۔

اسلامی قانونِ قرضِ حسنہ میں مقروض کا قرض معاف کرنے یا اس کی وصولی میں مہلت، سہولت یا آسانی فراہم کرنے والے کے لیے زیادہ اجر و ثواب کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

---

(۱) سورۃ البقرہ: ۲/ ۲۴۵

(۲) المنذری، عبد العظیم، الترغیب والترھیب، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۶۸ء، ۱/ ۵۲۴، البیضاوی، ناصر الدین ابی سعید، انوار التنزیل واسرار التاویل، دار الفراس للنشر والتوزیع، ۱۳۲۹ھ، ص ۵۵

(۳) التنوخی، سحنون بن سعید، المدونۃ الکبری، دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۱ء، ۴/ ۳۴۱

(۴) اسلام کا نظریہ کسب وانفاق، حکیم محمد اسحاق، منظور حسن اکیڈمی، کراچی، دسمبر ۱۹۸۱ء

(۵) سورۃ الحدید: ۵۷/ ۱۱

﴿وَ اِن كَانَ ذُو عُسرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيسَرَةٍوَ اَن تَصَدَّقُوا خَيرٌ لَّكُم اِن كُنتُم تَعلَمُونَ﴾[1]

اور اگر قرض دار تنگدست ہو تو خوشحالی تک مہلت دی جانی چاہیے، اور تمہارا (قرض کو) معاف کر دینا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تمہیں معلوم ہو (کہ غریب کی دلجوئی اللہ کی نگاہ میں کیا مقام رکھتی ہے)

جس طرح قرضِ حسنہ دینے کی حوصلہ افزائی اور انعام واکرام دینے کی خوشخبری دی گئی ہے۔ اسی طرح قرض ادا نہ کرنے والوں کے لیے عذاب کی وعید بھی سنائی گئی ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

۱۔ ((يُغْفَرُ لِلشَّهِيدِ كُلُّ ذَنْبٍ إِلَّا الدَّيْنَ))

"قرض کے سوا شہید کے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔"[2]

۲۔ ((مَطْلُ الغَنِيِّ ظُلْمٌ))

"مال دار کا (مالداری کے باوجود دوسرے کے مالی حقوق کی ادائیگی میں) تاخیر کرنا ظلم ہے۔"[3]

۳۔ ((مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ دِينَارٌ أَوْ دِرْهَمٌ قُضِيَ مِنْ حَسَنَاتِهِ))

"قیامت کے دن مقروض سے قرض ادا کرایا جائے گا۔"[4]

۴۔ ((نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهِ حَتَّى يُقْضَى عَنْهُ))

"جو چیز کسی نے کسی سے لی ہے جب تک اس کو ادا نہ کر دے اس کا بارِ ادا اس پر برابر قائم ہے"۔[5]

۵۔ اس قانون کی اہمیت وفضیلت بیان کرتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

((وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ))

"جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے اللہ اس کی مدد کرتا رہتا ہے۔"[6]

---

(۱) سورۃ البقرہ: ۲/۲۸۰

(۲) القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، کتاب الامارۃ، باب من قتل فی سبیل اللہ کفرت خطایاہ الا الدین، رقم الحدیث: ۱۸۸۶

(۳) البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب الحوالات، باب الحوالۃ، وھل یرجع فی الحوالۃ، رقم الحدیث: ۲۲۸۷، الصحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب تحریم مطل الغنی وصحۃ الحوالۃ، رقم الحدیث: ۱۵۶۴

(۴) القزوینی، ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، السنن ابن ماجہ، کتاب الصدقات، باب التشدید فی الدین، رقم الحدیث: ۲۴۱۴

(۵) الترمذی، ابوعیسی، محمد بن عیسی، السنن الترمذی، کتاب الجنائز، رقم الحدیث: ۱۰۷۸، سنن ابن ماجہ، کتاب الصدقات، باب التشدید فی الدین، رقم الحدیث: ۲۴۱۳

(۶) الصحیح المسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر، رقم الحدیث: ۲۶۹۹

مندرجہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ جہاں قرضِ حسنہ دینا مستحب اور پسندیدہ عمل ہے۔ وہاں اس قرض کی واپسی بھی از حد ضروری اور لازمی ہے۔

مقروض پر شفقت:

اسلام نے جن طبقات کے ساتھ ہمدردی، شفقت اور رحم کا زیادہ برتاؤ کیا ہے ان میں ایک طبقہ مقروضوں کا ہے تاریخ کی ابتدا سے لے کر آج تک قرض عام طور دو مقاصد کے لیے حاصل کیا جاتا ہے ایک ذاتی ضروریات کے لیے جیسے شادی، تعلیم، خوراک ولباس، مکان بنانا، سواری وغیرہ خریدنے کے لیے لیا جاتا ہے۔ دوسرا کاروباری ضروریات و مقاصد کے لیے جیسے دوکان کھولنا، کارخانہ لگانا، جاری کاروبار کو بڑھانا، فیکٹری لگانا یا اس میں کوئی دوسرا شعبہ کھولنا وغیرہ۔

ان قرضوں میں سے پہلے قسم کے مقروض پر اسلام نے زیادہ شفقت فرمائی ہے اور انہیں زیادہ سہولیات فراہم کی ہیں۔ قرآن مجید میں زکوٰۃ کے مستحقین کی جو فہرست دی گئی ہے ان میں سے ایک مستحق مقروض بھی ہے۔اسے الغارم [۱] کی صفت سے بیان کیا گیا ہے "غرام" اور "غرامہ" اس جرمانے کو کہتے ہیں جو انسان پر ناگہانی صورت آپڑے اور وہ تکلیف میں مبتلا ہو جائے۔ "الغارمین" سے مراد ایسے قرض دار ہیں جو اپنے پورے مال سے قرضہ چکادیں تو ان کے پاس قدر نصاب سے کم مال بچتا ہو۔ جب اللہ تعالیٰ مقروض کو زکوٰۃ دلا رہے ہیں تو ہمیں بھی مقروض سے نرمی برتنی چاہیے کیوں کہ وہ ہماری ہمدردی کا حق دار ہے۔ نیز عام مسلمانوں کے لیے اس میں ترغیب ہے کہ وہ ایسے حق دار لوگوں کو اپنی سہولت کے مطابق قرض دیں اور پھر ان کے ساتھ اس قرض کی وصولی میں نرمی اور ہمدردی کا رویہ اپنائیں کیونکہ قرض دے کر اس کی وصولی میں مہلت دینا یا مقروض بہت غریب ہو تو اس کو قرض معاف کر دینا اس قدر نیک اور اجر و ثواب کا کام ہے جو آخرت میں مغفرت کا سبب ہو گا۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے کہ:

﴿وَ اِن كَانَ ذُو عُسرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيسَرَةٍ وَ اَن تَصَدَّقُوا خَيرٌ لَّكُم اِن كُنتُم تَعلَمُونَ﴾ [۲]

ترجمہ: اور اگر قرض دار تنگدست ہو تو (اسے) کشائش (کے حاصل ہونے) تک مہلت (دو) اور اگر (زر قرض) بخش ہی دو تو تمہارے لئے (یہ صدقہ کر دینا) زیادہ اچھا ہے بشرطیکہ سمجھو۔

اس آیت سے شریعت میں یہ حکم نکالا گیا ہے کہ جو شخص قرضوں کی ادائیگی سے عاجز ہو گیا ہو اسلامی عدالت اس کے قرض خواہوں کو مجبور کرے گی کہ اس کو مہلت دیں اور بعض حالات میں وہ پورا قرض یا قرض کا ایک حصہ معاف بھی کرانے کی مجاز ہو گی۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص کے کاروبار میں گھاٹا ہو گیا اور اس پر قرضوں کا بار اتنا زیادہ ہو

---

(۱) سورۃ التوبہ ۹/ ۶۰

(۲) سورۃ البقرہ: ۲/ ۲۸۲

گیا کہ وہ ادائیگی کے قابل نہ رہا۔ معاملہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا تو ﷺ نے لوگوں سے اپیل کی کہ اپنے اس بھائی کی مدد کرو چنانچہ بہت سے لوگوں نے اس کی مالی مدد کی لیکن قرضوں سے پھر بھی مکمل نجات نہ ملی تو آپ ﷺ نے اس کے قرض خواہوں سے فرمایا کہ جو کچھ حاضر ہے، پس وہی لے کر اس کو چھوڑ دو اس سے زیادہ تمہیں نہیں دلوایا جا سکتا۔ (۱)

فقہاء نے اس کی تصریح یوں کی ہے کہ ایک شخص کے رہنے کا مکان، کھانے کے برتن، پہننے کے کپڑے اور وہ آلات جن سے وہ روزی کماتا ہو، کسی حالت میں قرق کے طور پر نہیں لیے جا سکتے۔ (۲)

زکوٰۃ کے مستحقین میں ایک مستحق زکوٰۃ مقروض بھی ہے لہٰذا (مقروض) چاہے کمانے والا ہو یا بے روزگار خواہ عرف عام میں فقیر سمجھا جاتا ہو یا غنی، دونوں صورتوں میں اس کی امداد زکوٰۃ سے کی جائے گی۔ البتہ کچھ فقہاء کی یہ رائے ہے کہ جس شخص نے بداعمالیوں اور فضول خرچیوں کے لیے قرض لیا ہے اور اپنے آپ کو قرض میں مبتلا کیا ہے وہ جب تک تائب نہ ہو جائے اس کی امداد نہیں کی جائے گی۔ (۳)

مفتی محمد شفیعؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں "غلام کی گلو خلاصی یا قرض دار کو ادائے قرض کے لیے دینا عام فقراء و مساکین کو دینے سے زیادہ افضل ہے نیز یہ بھی شرط ہے کہ اس قرض دار کے پاس اتنا مال نہ ہو کہ وہ قرض ادا کر سکے (۴)۔

قرض ناقابل معافی گناہ ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يُغْفَرُ لِلشَّهِيدِ كُلُّ ذَنْبٍ إِلَّا الدَّيْنَ))

شہید کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ مگر قرض (کی بخشش نہیں)۔ (۵)

شہادت جیسا بلند مرتبہ عمل جس کے متعلق ارشاد ہے کہ خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی شہید جنت کا حقدار بن جاتا ہے۔ تو یہاں بھی قرض جیسی لعنت آڑے آسکتی ہے۔ لہٰذا قرض سے حتی الوسع اجتناب ضروری ہے۔

---

(۱) القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، کتاب المساقاۃ، باب استحباب الوضع من الدین، رقم الحدیث: ۱۵۵۶

(۲) المودودی، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۸۰ء، ۱/ ۲۱۹

(۳) القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۶۵ء، ۸/ ۱۸۳-۱۸۴

(۴) شفیع، محمد، معارف القرآن، ادارۃ المعارف کراچی، ۱۹۹۳ء، ۴/ ۴۰۶

(۵) الصحیح المسلم، کتاب الامارۃ، باب من قتل فی سبیل اللہ کفرت خطایاہ إلا الدین، رقم الحدیث: ۱۸۸۶

حضرت ابو قتادہؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے سوال کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ بتائیے کہ اگر میں خدا کی راہ میں مارا جاؤں۔ اس حالت میں کہ صبر کرنے والا ثواب کی نیت رکھنے والا۔ آگے بڑھنے والا اور پیٹھ نہ پھیرنے والا ہوں۔ تو کیا اللہ میرے سب گناہ معاف کر دے گا۔ فرمایا "ہاں" وہ چلا گیا۔ آپ ﷺ نے اسے پھر آواز دے کر بلایا اور فرمایا: "ہاں! مگر قرضہ معاف نہ ہو گا۔" حضرت جبرائیلؑ نے مجھے اسی طرح بتایا۔[1]

یعنی سائل کے سوال پر رسول اللہ ﷺ نے تو بخشش کی بشارت دے دی۔ مگر خداوند تعالیٰ نے اسی وقت وحی بھیج کر اس "بشارت" میں ترمیم فرما دی۔

ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ أَعْظَمَ الذُّنُوبِ عِنْدَ اللَّهِ أَنْ يَلْقَاهُ بِهَا عَبْدٌ بَعْدَ الْكَبَائِرِ الَّتِي نَهَى اللَّهُ عَنْهَا، أَنْ يَمُوتَ رَجُلٌ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، لَا يَدَعُ لَهُ قَضَاءً))

" اللہ نے جن بڑے بڑے گناہوں سے منع فرمایا ہے۔ ان کے بعد سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی فوت ہو اور اس کے ذمہ قرض ہو۔ مگر ادائیگی کے لیے کچھ نہ چھوڑ جائے۔"[2]

قرض سے پناہ مانگنا:

حتیٰ کہ خود رسول اللہ ﷺ نماز میں دُعا فرماتے تو قرضہ سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ آپ ﷺ نماز میں یوں کہا کرتے "یا اللہ! میں گناہ سے اور قرض داری سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔" میں نے پوچھا یا رسول اللہ! "کیا وجہ ہے کہ آپ قرض داری سے بہت پناہ مانگا کرتے ہیں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: آدمی جب قرض دار ہوتا ہے تو بات کہتا ہے تو جھوٹ اور وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے۔[3]

---

(۱) القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، کتاب الامارۃ، باب من قتل فی سبیل اللہ کفرت خطایاہ إلا الدین، رقم الحدیث: ۱۸۸۵، شرح السنہ للبغوی، کتاب البیوع، باب التشدید فی الدین، رقم الحدیث: ۲۱۴۴ واللفظ لہ

(۲) السِّجستانی، سلیمان بن الاشعث ابوداود، السنن ابو داود، کتاب البیوع، باب فی التشدید فی الدین، رقم الحدیث: ۳۳۴۲

(۳) البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب الاستقراض، باب من استعاذ من الدین، رقم الحدیث: ۲۳۹۷، الصحیح المسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب مایستعاذ منہ فی الصلاۃ، رقم الحدیث: ۵۸۹

یتیموں کی پرورش سے قرضہ کی ادائیگی زیادہ ضروری ہے:

سعد بن اطول کہتے ہیں کہ میرا بھائی فوت ہو گیا۔ اور تین سو دینار قرض بھی چھوڑ گیا اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی میں نے چاہا کہ میں اپنی طرف سے ان بچوں کی پرورش پر خرچ کروں رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا۔ "تیرا بھائی اپنے قرض میں مقید ہے۔ اس کی طرف سے اس کا قراض ادا کرو۔[1]

مقروض کا جنازہ:

حضور ﷺ مقروض آدمی کا نماز جنازہ پڑھنے سے اجتناب فرماتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کوئی میت لائی جاتی تو آپ ﷺ پوچھتے: کیا اس نے قرض کی ادائیگی کے لیے کچھ چھوڑا ہے؟ اگر بتایا جاتا کہ ہاں اتنا مال چھوڑ گیا۔ تو آپ ﷺ اس کی نماز پڑھا دیتے۔ وگرنہ مسلمانوں سے کہتے: اپنے بھائی کی نماز تم خود ہی پڑھ لو۔ پھر جب اللہ نے آپ ﷺ پر فتوحات کا دروازہ کھولا۔ تو آپ ﷺ (منبر پر) کھڑے ہوئے اور فرمایا: میں مومنوں کا ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ خیر خواہ ہوں تو جو کوئی فوت ہو جائے اور اس پر قرضہ ہو تو اس کی ادائیگی میرے ذمہ ہو گی۔ اور جو مال چھوڑ جائے تو وہ مال اس کے ورثاء کے لیے ہے۔[2]

حدیث مذکورہ سے ہی فقہاء نے یہ حکم اخذ کیا ہے کہ وہ شخص جو قرض چھوڑ کر مرے اور اس کی ادائیگی کا کوئی ذریعہ نہ ہو۔ تو اسلامی حکومت سرکاری خزانے سے اس کا قرض ادا کرے۔ بخاری کی ایک دوسری روایت میں "تَرَكَ دَيْنًا" کے بجائے "تَرَكَ كَلًّا"[3] کے الفاظ ہیں۔ یعنی قرض کے علاوہ اگر چھوٹے بچے بھی ہوں تو ان کی ذمہ داری بھی ہم پر ہے۔

مقروض کی نیت کا پھل اسے مل کر رہتا ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ أَدَاءَهَا أَدَّى اللَّهُ عَنْهُ، وَمَنْ أَخَذَ يُرِيدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللَّهُ))

---

(۱) القزوینی، ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، السنن ابن ماجہ، کتاب الصدقات، باب اداء الدین عن المیت، رقم الحدیث: ۲۴۳۳

(۲) البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب الکفالہ، باب من تکفل عن میت دینا، فلیس لہ ان یرجع، رقم الحدیث: ۲۲۹۸، القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، کتاب الفرائض، باب من ترک مالا فلورثتہ، رقم الحدیث: ۱۶۱۹

(۳) الصحیح البخاری، کتاب فی الاستقراض، باب الصلاۃ علی من ترک دینا، رقم الحدیث: ۲۳۹۸، الصحیح المسلم، کتاب الفرائض، باب من ترک مالا فلورثتہ، رقم الحدیث: ۱۶۱۹

جو شخص لوگوں سے قرض لے اور ادائیگی کی نیت رکھتا ہو اللہ تعالی اسے ادائیگی کرنے کی توفیق دے گا اور جو کوئی تلف کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ اللہ خود اسے تلف کر دے گا۔ (۱)

جو شخص فی الواقع قرض ادا کرنے کی نیت رکھتا ہو اللہ اس کے کیسے مدد کرتا ہے۔ اس ضمن میں صحیح بخاری میں ایک عجیب واقعہ مذکور ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے دوسرے سے ہزار اشرفیاں قرض مانگیں۔ اس نے کہا گواہ لاؤ تا کہ میں ان کے سامنے تمہیں ادائیگی کروں۔ قرض لینے والے نے کہا: "اللہ ہی کافی گواہ ہے۔" پھر قرض دینے والے نے کہا۔ "اچھا ضمانت دد" اس نے کہا۔ "ان کی ضمانت ہی کافی ہے"۔ قرض دینے والا کہنے لگا بات تو تم نے ٹھیک ہی کی ہے اور یہہ کہہ ہزار اشرفیاں اس کے حوالہ کر دیں۔

قرض لینے والا دراصل تاجر تھا جو بیرونی ممالک سے مال درآمد برآمد کرتا تھا۔ اس نے سمندری سفر اختیار کیا۔ پھر اپنا کام پورا کر کے چاہا کہ جہاز پر سوار ہو کر اپنے وعدہ پر پہنچ جائے۔ (تا کہ بروقت قرض کی ادائیگی کر سکے) لیکن اسے کوئی جہاز نہ ملا۔ آخر مایوس ہو کر اس نے ایک لکڑی کریدی اور اس میں ہزار اشرفیاں اور ایک خط رکھ کر اس کا منہ بند کر دیا۔ اور سمندر کے کنارے چلا آیا۔ اور کہنے لگا۔ یا اللہ! تو جانتا ہے میں نے فلاح شخص سے ہزار اشرفیاں قرض لی تھیں۔ اور جب اس نے ضمانت طلب کی تو میں نے کہا کہ اللہ کی ضمانت کافی ہے اور وہ اس پر مطمئن ہو گیا تھا۔ اس نے مجھ سے گواہ بھی مانگے جس کے جواب میں میں نے کہا تھا کہ اللہ ہی کافی گواہ ہے۔ اس نے یہ بات مان لی تھی۔ اب میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی جہاز ملے تو جا کر بروقت اس کے قرض کی ادائیگی کر دوں۔ لیکن جہاز نہیں مل رہا۔ اب میں یہ مال تیرے سپرد کر رہا ہوں۔ کیونکہ تو ہی ضامن ہے اور تو ہے اسے پہنچانے والا ہے یہ کہہ کر اس نے وہ لکڑی سمندر میں ڈال دی۔ لکڑی ڈوب گئی اور وہ واپس لوٹ آیا۔ اب جس شخص نے قرض لینا تھا۔ اسے بھی معینہ تاریخ کا انتظار تھا۔ اور وہ فکر مند بھی تھا کہ نہ کوئی ضامن نہ گواہ اللہ توکل اتنی کثیر رقم بطور قرض دے دی تھی۔ وہ اس خیال سے ساحلِ سمندر پر چلا گیا کہ شاید کوئی جہاز آ جائے اور اس سے مقروض آدمی بھی اترے اور اس کی رقم اسے وصول ہو جائے۔ اتنے میں ایک لکڑی دکھائی دی جسے جلانے کے لیے اس نے اٹھالیا۔ جب گھر جا کر اسے چیر پھاڑ کیا تو اس میں نے اشرفیاں بھی نکل آئیں۔ اور خط بھی مل گیا۔

چند دن کے بعد مقروض بھی واپس آ گیا۔ اس نے اشرفیاں لکڑی میں رکھ کر سمندر میں ڈال کر فقط اپنے دل کے اضطراب کو دور کیا تھا۔ کہ اللہ کو ضامن اور گواہ بنا کر اللہ کے ہاں میں وعدہ خلاف اور جھوٹا نہ رہوں۔ ورنہ اسے یہ گمان تک نہ تھا کہ اشرفیاں حقدار کو مل چکی ہیں۔ کاروبار میں اسے معقول منافع ہوا تھا۔ لہذا وہ مزید ایک ہزار اشرفیاں لے کر

---

(۱) الصحیح البخاری، کتاب فی الاستقراض، باب من اخذ اموال الناس یرید اداءھا او اتلافھا، رقم الحدیث: ۲۳۸۷

قرض خواہ کے پاس گیا اور لگا معذرت کرنے کہ واللہ مجھے اس سے پہلے جہاز ہی نہ مل سکا کہ میں بروقت پہنچ کر تمہارا حساب چکاتا اور اب میں وہ رقم لے کر حاضر ہوا ہوں۔

یہ سن کر قرض خواہ کہنے لگا تم نے پہلے سے کچھ میرے پاس بھیجا تھا؟ مقروض کہنے لگا کیوں کیا بات ہے؟ اس کا بھی ماتھا ٹھنکا۔ پھر اس نے اشرفیاں لکڑی میں رکھ کر سمندر میں ڈال دینے کا واقعہ بیان کیا۔ قرض خواہ کہنے لگا۔ اللہ نے وہ تمہاری بھیجی ہوئی اشرفیاں مجھے پہنچا دیں اور اللہ ہی ضامن تھا۔ چنانچہ مقروض اپنی اشرفیاں لے کر اطمینان کے ساتھ واپس لوٹ گیا۔ (۱)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اللہ کو ضامن سمجھے فی الواقع اللہ اس کا ضامن بن جاتا ہے اور جو شخص فی الواقع قرض کی نیت رکھتا ہو اللہ تعالی اس کی ضرور مدد فرماتا ہے۔

صاحب توفیق کا ادائیگی میں تاخیر کرنا ظلم ہے:

رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

((مَطْلُ الغَنِيِّ ظُلْمٌ، فَإِذَا أُتْبِعَ أَحَدُكُمْ عَلَى مَلِيٍّ فَلْيَتْبَعْ))

صاحبِ توفیق کا (ادائیگی میں) تاخیر کرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کوئی شخص صاحب توفیق کے حوالہ کیا جائے تو اس غنی کو چاہیے کہ حوالے قبول کرے۔ (۲)

اس ارشاد نبوی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ میں یہ بتایا گیا ہے کہ مثلاً (الف) مقروض ہے اور نادار ہے اور وعدہ کے وقت پر ادائیگی کرنے کے قابل نہیں۔ اور (ب) قرض خواہ ہے جو وعدہ کے مطابق تقاضا کر رہا ہے اب ایک تیسرا شخص (ج) جو (الف) اور (ب) دونوں کا واقف بھی ہے اور صاحب حیثیت بھی ہے (الف) (ج) سے کہتا ہے کہ آپ اس کو قرض ادا کریں یا ضمانت دے دیں۔ میں آپ کو ادا کر دوں گا (اسی کا نام حوالہ ہے) تو (ج) کو ایسا حوالہ قبول کر لینا چاہیے۔ اس صورت میں (الف) اور (ب) دونوں سے ہمدردی ہو جائے گی۔

ہمارے معاشرہ میں یہ قباحت بھی عام ہے۔ کہ صاحبِ حق کو بلاوجہ چکر ڈلوانا ایک معمول سا بن گیا ہے۔ مولانا عب د الرحمٰن کیلانی ایک واقعہ ذکر کرتے ہیں کہ: منڈیوں میں آڑھتیوں کے ہاں مزدور بوریاں اٹھانے کا کام کرتے ہیں۔ اور شام کو اپنا حساب چکا لیتے ہیں۔ ایک آڑھتی کے ہاں ایک مزدور کا دو تین دن کا حساب ہو گیا۔ وہ شام کو پیسے لینے آیا۔ تو آڑھتی کہنے لگا کل لے لینا چنانچہ مزدور چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد آڑھتی کے دوست نے اس سے پوچھا کہ جب تمہارے پاس

---

(۱) البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب الکفالہ، باب الکفالہ فی القرض والدیون بالابدان وغیرھا، رقم الحدیث: ۲۲۹۱

(۲) الصحیح البخاری، کتاب الحوالات، باب الحوالہ، وھل یرجع فی الحوالہ؟ - رقم الحدیث: ۲۲۸۷، القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، کتاب المساقاۃ باب تحریم مطل الغنی وصحہ الحوالہ، رقم الحدیث: ۱۵۶۴

پیسے موجود ہیں تو پھر اس بیچارے کو کل پر کیوں ڈال دیا ہے؟ وہ کہنے لگا" اس لیے کہ انہیں معلوم ہو کہ پیسہ قدر والی چیز ہے"۔[1]

اس جواب میں جو سرمایہ پرستانہ ذہنیت جھلک رہی ہے۔ اسلام اسی کا استیصال کرنا چاہتا ہے۔ اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ توفیق ہونے اور وعدہ گزر جانے کے باوجود قرض خواہ کو قرض ادا نہ کیا جائے اور ٹال مٹول سے کام لیا جائے۔ اس میں بھی وہی سرمایہ پرستانہ ذہنیت ٹپکتی ہے۔ کہ جو چار دن رقم پاس رہے اور اس سے کاروباری فائدہ حاصل کر لیا جائے، وہی بہتر ہے۔ یہ باتیں شرعی نقطہ نظر سے بہت مذموم ہیں۔ اور کاروباری حضرات میں عموماً پائی جاتی ہیں۔

اسلام نے جو اصول سکھائے وہ دراصل ہمدردی، اخوت اور ایثار پر مبنی ہیں۔ مگر آج چونکہ نیتوں میں فتور آچکا ہے۔ لہذا ایسی اعلیٰ اقدار کو قبول کرنے پر لوگ کم ہی آمادہ ہوتے ہیں۔

نادہندگی قابل تعزیر جرم ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ادائیگی کر سکنے والے کی نادہندگی، اس کی بے عزتی اور سزا کو جائز کر دیتی ہے۔ امام عبداللہ بن مبارک نے کہا: بے عزتی یہ ہے کہ اسے بُرا بھلا کہا جائے اور سزا یہ ہے کہ اسے قید کر دیا جائے۔[2]

ایک دفعہ آپ ﷺ نے کسی یہودی سے ادھار لیا۔ یہودی وعدہ سے پہلے ہی مسجد نبوی میں آکر تقاضا کرنے اور سخت سست کہنے لگا۔ صحابہ کرامؓ نے پہلے تو برداشت کیا لیکن بعد میں پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ صحابہؓ نے اس پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا: اسے چھوڑ دو صاحب حق ایسی باتیں کر سکتا ہے۔[3]

بالکل ایسی ہی ایک حدیث حسنِ ادائیگی کے تحت بھی آرہی ہے جو اونٹ کے قرض سے متعلق ہے۔ اور بخاری و مسلم دونوں میں موجود ہے۔[4]

---

(۱) کیلانی، عبدالرحمن ، احکام تجارت اور لین دین کے مسائل، ناشر مکتبہ السلام، لاہور، ۲۰۰۶ء

(۲) السِّجِستانی، سلیمان بن الاشعث ابو داود، السنن ابو داود، کتاب الاقضیہ، باب فی الحبس فی الدین وغیرہ، رقم الحدیث: ۳۶۲۸، النسائی، ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب، السنن النسائی، کتاب البیوع، باب مطل الغنی، رقم الحدیث: ۴۶۹۳، القزوینی، ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، السنن ابن ماجہ، کتاب الصدقات، باب الحبس فی الدین والملازمہ، رقم الحدیث: ۲۴۲۷

(۳) البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب فی الاستقراض، باب لصاحب الحق مقال، رقم الحدیث: ۲۴۰۱، القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، کتاب المساقاۃ، باب من استسلف شیئا فقضی خیر امنہ، وخیر کم احسنکم قضاء، رقم الحدیث: ۱۶۰۱

(۴) الصحیح البخاری ، کتاب الوکالہ، باب: وکالہ الشاھد والغائب جائزۃ، رقم الحدیث: ۲۳۰۵، الصحیح المسلم، کتاب المساقاۃ، باب من استلف شیئا فقضی خیر امنہ، رقم الحدیث: ۱۶۰۱

حسن ادائیگی:

اگر مقروض سے میسر ہو سکے تو اصل رقم سے کچھ زیادہ دے دے۔ اور یہ چیز بطور شکریہ ہو گی۔ نہ کہ بطور سود (سود جب ہے کہ قرض خواہ مطالبہ کرے) بلکہ یہ ادائیگی کی بہترین صورت ہے اور اگر وہ دراصل چیز سے کچھ بہتر ادا کر سکے۔ تو یہ بھی ادائیگی کی احسن صورت ہے۔ اور آپ ﷺ نے اپنے عمل سے یہ بات ثابت فرمائی۔ چنانچہ درج ذیل حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے قرض لینا تھا۔ سو آپ ﷺ نے حساب چکا دیا۔ اور مجھے کچھ زیادہ بھی دیا۔(۱)

حضرت ابو رافعؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جوان اونٹ قرض لیا۔ پھر آپ ﷺ کے پاس زکوۃ کے اونٹ آئے۔ ابو رافع کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے اس آدمی کا اونٹ ادا کرنے کا حکم دیا۔ میں نے کہا اس مال میں تو اس سے بہتر اونٹ (چھ سات، برس کے) چار دانت والے موجود ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہی دے دو۔ کیونکہ لوگوں میں بہترین آدمی وہ ہے جو ادائیگی میں اچھا ہے۔(۲)

اس قسم کے جو قرضے رسول اللہ ﷺ لیا کرتے تھے ریاستی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ہوتے تھے۔ اور یہ قرضہ آپ ﷺ نے عبد اللہ بن ربیعہؓ سے فتح مکہ کے بعد لیا۔ جب یکدم جنگ حنین کا سامنا کرنا پڑ گیا تھا۔

مقروض نے اگر وقت پر ادائیگی نہیں کی۔ اور قرض خواہ آکر تقاضا کرتے وقت کچھ سخت سست بات کرے۔ تو مقروض اسے تحمل سے برداشت کرے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے قرض کا تقاضا کیا۔ اور آپ ﷺ کو سخت سست کہنے لگا۔ صحابہؓ نے اس کو ایذا دینے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے کچھ نہ کہو حق والے کو باتیں کرنے کا حق ہے اس کے لیے اونٹ خرید و اور اسے دیدو۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہمیں اس کے اونٹ جیسا اونٹ نہیں مل رہا۔ اس سے بہتر ملتا ہے آپ نے فرمایا: وہی دے دو۔ کیونکہ تم میں سے بہتر ہو ہے جو ادائیگی میں اچھا ہو۔(۳)

---

(۱) الصحیح البخاری، کتاب الاستقراض، باب حسن القضاء، رقم الحدیث: ۲۳۹۴، الصحیح المسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب تحیۃ المسجد برکعتین، وکراھۃ الجلوس قبل صلاتھما، وأنھا مشروعۃ فیی جمیع الاوقات، رقم الحدیث: ۷۱۵

(۲) القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، کتاب المساقاۃ، باب من استسلف شیئا فقضی خیر امنہ، وخیر کم احسنکم قضاء، رقم الحدیث: ۱۶۰۰

(۳) البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب الوکالہ، باب الوکالہ فی قضاء الدیون، رقم الحدیث: ۲۳۰۶، الصحیح المسلم، کتاب المساقاۃ، باب من استلف شیئا فقضی خیر امنہ، رقم الحدیث: ۱۶۰۱

قرض خواہ کے لیے احکام وہدایات

قرض خواہ سے سفارش:

قرض دینے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ یوں ہدایت فرماتے ہیں۔

(وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَكُمْ)

اگر مقروض تنگدست ہو تو اسے فراغت تک مہلت دو۔ اور اگر اسے معاف ہی کر دو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔[1]

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

((مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى رَجُلٍ حَقٌّ، فَمَنْ أَخَّرَهُ كَانَ لَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ صَدَقَةٌ))

"جس شخص کے ذمہ کسی کا قرض ہو اور مقروض ادائیگی میں تاخیر کرے تو قرض خواہ کے لیے ہر دن کے عوض صدقہ ہے"۔[2]

مقروض سے نرمی اختیار کرنا:

حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُنْجِيَهُ اللهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ، أَوْ يَضَعْ عَنْهُ))

" جس کو یہ بات محبوب ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کی سختیوں سے نجات دے تو اسے چاہیے کہ تنگدست کو مہلت دے یا پھر اسے معاف کر دے"۔[3]

اسی مضمون کی ایک دوسری حدیث ملاحظہ فرمایئے۔

ابو الیسرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے۔:

((مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا أَوْ وَضَعَ عَنْهُ، أَظَلَّهُ اللهُ فِي ظِلِّهِ))

"جو شخص تنگ دست کو مہلت دے یا اسے معاف کر دے تو خدا تعالیٰ اسے اپنے سایہ میں جگہ دے گا"۔[4]

صحیح بخاری میں بنی اسرائیل کے حالات میں ایک طویل حدیث مذکور ہے جس کا کچھ حصہ ایک تاجر سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص کے پاس جب موت کا فرشتہ اس کی

---

(۱) سورۃ البقرہ، ۲/ ۲۸۰

(۲) الشیبانی، احمد بن محمد بن حنبل ابو عبد اللہ، المسند احمد، ۴/ ۴۴۲، رقم الحدیث: ۱۹۹۹۱

(۳) القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، کتاب المساقاۃ، باب فضل انظار المعسر، رقم الحدیث: ۱۵۶۳

(۴) الصحیح المسلم، کتاب الزہد والرقاق، باب حدیث جابر الطویل وقصۃ ابی الیسر، رقم الحدیث: ۳۰۰۶

روح قبض کرنے آیا تو پوچھا" کیا تونے کوئی نیکی بھی کی ہے "؟ وہ کہنے لگا۔ یہ تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ میں دنیا میں لین دین کے معاملات کرتا تھا۔ تقاضا کرتے وقت اگر کوئی مالدار بھی مجھ سے مہلت مانگتا تو میں اسے مہلت دے دیتا اور اگر کوئی نادار مفلس ہوتا تو اس کو قرضہ معاف کر دیتا۔ اس کے اس عمل کے بدلے اللہ تعالی نے اسے جنت میں داخل کر دیا۔ (۱)

دوسرے کے قرض کی ادائیگی:

دوسروں کی طرف سے قرض ادا کر دینا باعث مغفرت اور بڑے ثواب کا کام ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک جنازہ لایا گیا تا کہ آپ ﷺ اس کی نماز پڑھائیں۔ فرمایا: کیا تمہارے ساتھی پر کچھ قرض ہے۔ بولے ہاں! فرمایا: اس نے قرض کی ادائیگی کے لیے کچھ چھوڑا ہے۔ عرض کیا، نہیں۔ فرمایا: تو پھر اپنے دوست پر خود ہی نماز پڑھ لو۔ حضرت علیؓ ابن ابی طالب نے عرض کیا "یارسول اللہ! اس کا قرضہ میرے ذمہ ہوا" تو آپ ﷺ آگے بڑھے اور اس کی نماز پڑھائی۔ (۲)

اور اسی مضمون کی ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔ جس طرح تو نے اپنے مسلمان بھائی کی گردن آگ سے آزاد کی ہے اسی طرح اللہ تجھے نار جہنم سے آزاد کرے۔ پھر فرمایا جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کا قرضہ ادا کرتا ہے اللہ تعالی روز قیامت اس کے نفس کو آزاد فرمائے گا۔ (۳)

پاکستان میں قرض حسنہ فراہم کرنیوالے ادارے:

پاکستان میں اسوقت درج ذیل ادارے ہیں جو لوگوں کو قرض حسنہ فراہم کر رہے ہیں۔

- اخوت فاؤنڈیشن
- امہ ویلفیئر ٹرسٹ
- علی اکبر گروپ
- میزان بینک قرض حسن
- پرائم منسٹر انٹرسٹ فری لون اسکیم
- اسٹوڈنٹ لون اسکیم، نیشنل بینک آف پاکستان

---

(۱) البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ماذکر عن بنی اسرائیل، رقم الحدیث: ۳۴۵۱، الصحیح المسلم، کتاب المساقاۃ، باب فضل انظار المعسر، رقم الحدیث: ۱۵۶۰

(۲) البغوی، شرح السنہ، کتاب البیوع، باب ضمان الدین، رقم الحدیث: 2155

(۳) دارقطنی، السنن الدارقطنی، ناشر: مؤسسہ الرسالہ، بیروت، ۲۰۰۴ء، کتاب البیوع، رقم الحدیث: 2984

- الخدمت فاؤنڈیشن

ان میں جو ادارے زیادہ معروف ہیں وہ "اخوت" اور دوسرا "امہ ویلفیر ٹرسٹ" ہیں۔ یہ دونوں ادارے ایک نان پرافٹ آرگنائزیشن کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ یہاں پر غرباء کو چھوٹے پیمانے پر کاروبار کیلئے قرضے بغیر سود کے فراہم کیے جاتے ہیں۔ یہ ادارے لوگوں سے زکوۃ وغیرہ کی رقم اکٹھی کرتے ہیں اور پھر ایک منظم انداز میں اس رقم کو غرباء کی بحالی کیلئے خرچ کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ انکو قرض حسنہ بھی فراہم کرتے ہیں تاکہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں اور غربت سے نجات حاصل کر سکیں۔

اگر اسلام کی تعلیمات کا بغور مطالعہ کریں تو یہ محسوس ہو گا کہ اسلام نے اتنے واضح انداز میں قرض حسنہ کے مسائل کو بیان کیا اور ساتھ ہی ساتھ ان فضائل کا بھی ذکر کر دیا جو انسان کسی مقروض کی مدد کر کے حاصل کر سکتا ہے۔ اسلام کی ان تمام باتوں کا ایک ہی مقصود ہے کہ کسی طور غربت و افلاس کو معاشرے سے نکال باہر کیا جائے۔ ذیل میں ایک فرضی کیس سٹڈی قرض حسنہ کے حوالے سے ملاحظہ ہو۔

فرضی کیس سٹڈی:

- "الف اعلان" یہ ادارہ نان پرافٹ آرگنائزیشن کے طور پر کام کر رہا ہے ادارہ ہذا تعلیم کے فروغ کے لیے دن رات کاوشیں کر رہا ہے۔
- اس سلسلے کی کڑی میں ادارہ ہذا ایک پروگرام ترتیب دیتا ہے اس پروگرام کا مقصد قرض حسنہ کے ذریعے طلباء کو ہنر مند بنانا اور ان کو معاشرے میں فعال بنانا ہے۔
- ادارہ ہذا نے اس مقصد کے لیے اپنا بجٹ دس کروڑ مختص کیا۔
- اس مقصد کے لیے ان کورسز کا اہتمام کیا گیا جن کی ڈیمانڈ زیادہ ہے جس میں الیکٹریکل انجینئرنگ، مکینکل انجینئرنگ، آئی ٹی انجینئرنگ وغیرہ شامل ہیں اور ساتھ ہی مختلف شارٹ ٹرم ڈپلومہ کا بھی اہتمام کر دیا۔
- ادارہ ہذا نے انجینئرنگ کے ایک طالب علم کے لیے تعلیمی بجٹ چار لاکھ اور ہاسٹل اور دیگر ضروریات کے لیے تین لاکھ کا بجٹ مختص کیا اور شارٹ ٹرم ڈپلومہ کی صورت میں ہاسٹل اور تعلیم وغیرہ کے لیے ڈیڑھ لاکھ کا بجٹ مختص کیا۔
- اس پروگرام کے تحت ادارہ ہذا نے انجینئرنگ کیلئے ایک سو طلباء اور ڈپلومہ کے لیے دو سو طلباء کو قرض حسنہ کے ذریعہ تعلیم دلوانے کا فیصلہ کیا۔

- اس مد میں اخراجات انجینئرنگ کے طلباء کے سات کروڑ طے پائے اور ڈپلومہ کے طلباء کے تین کروڑ طے پائے یعنی کل اخراجات دس کروڑ طے پائے۔
- ادارہ ہذا کا مقصد صرف تعلیم اور ہنر پیدا کرنا نہیں بلکہ ساتھ ہی ان طلباء کو فارغ ہونے کے بعد روزگار بھی مہیا کرنا ہے اس مقصد کے لیے ادارہ ہذا مختلف آرگنائزیشنز سے رابطہ کرتا ہے اور ان طلباء کے لیے روزگار کا بندوبست بھی کرتا ہے۔
- برسر روزگار ہونے کے بعد ادارہ طلباء کو ایک ماہانہ قسط کر دیتا ہے جس کے تحت طلباء اپنے اوپر خرچ ہونے والی رقم کو اقساط کی صورت میں ادارہ کو واپس لوٹائیں گے۔
- ادارہ ہذا نے انجینئرنگ کے طلباء کے لیے ماہانہ سات ہزار قسط مقرر کی یعنی سالانہ چوراسی ہزار اور ڈپلومہ ہولڈر طلباء کیلئے ماہانہ تین ہزار قسط مقرر کی یعنی سالانہ چھتیس ہزار۔
- اس پلان کے ذریعہ سے تین سو لوگ ہنر مند اور زیور تعلیم سے آراستہ ہوئے یعنی تین سو خاندان غربت کے اندھیروں سے نکل گئے اب ان تین سو طلباء کی وجہ سے کئی ہزار غربت کے شکنجے سے نجات پا سکتے ہیں۔

اسی طرح اگر حکومت کا کوئی ادارہ بڑے پیمانے پر اس طرح کام شروع کر دے تو یہ چیز ملک سے غربت کو ختم کرنے میں انتہائی مؤثر ثابت ہو سکتی ہے۔

فصل سوئم

تمویلی طریقوں(Financing Methods)کے ذریعے روزگار کی فراہمی

فصل سوئم

تمویلی طریقوں(Financing Methods)کے ذریعے روزگار کی فراہمی

شراکت(Partnership):

لغوی تحقیق:

عربی زبان کے لفظ " شرکہ " کا مادہ " شہ۔ر۔ک " ہے جو اپنی مختلف بناؤٹوں کے ساتھ ملتے جلتے معانی میں مستعمل ہے مثلاً

شرک.... شریک بننے یا کسی کو اپنے کام میں شریک کرنا

شارک.... باہم شریک ہونا

الشریک.... شریک' حصہ دار' ساجھی

اشتراک.... مل جانا

المشترک.... وہ چیز جس میں دو یا کئی کی شرکت ہو

المشارکہ.... باہم شریک ہونا اور ایک دوسرے کا حصہ دار بننا

الشرکہ.... شریک ہونا(۱)

مذکورہ بالا بنیاد پر اردو میں لفظ "شراکت " مستعمل ہے جو اپنے اندر متذکرہ بالا معنی اور مفہوم رکھتا ہے لغوی اعتبار سے "شراکت" کی یوں تعریف کی گئی ہے

ترجمہ: دو یا زیادہ حصوں کا اس طرح باہم مخلوط ہو جانا کہ اس میں تمیز نہ ہو۔ پھر اس کا اطلاق ایک عقد پر ہونے لگا بشرطیکہ اس میں دو حصے مخلوط نہ پائے جائیں۔ (۲)

اسی طرح القاموس الفقہی میں ہے

"دو افراد یا زیادہ کے درمیان ایک مشترک کام کرنے کا معاملہ شرکت کہلاتا ہے"۔ (۳)

---

(۱) قاسمی، وحید الزمان، القاموس الوحید ، ص۸۵۹-۸۶۰

(۲) سعدی، الدکتور ابو حبیب، القاموس الفقھی، دار الفکر، دمشق، سوریہ، ۱۹۹۳ء، ص۱۹۵

(۳) ایضاً۔

اصطلاحی تعریف:

اصطلاحی اعتبار سے شرکت کی تعریف یوں کی گئی ہے:۔

۱۔"الشركة:هي الاجتماع فی استحقاق او تصرف"[۱]

شرکت استحقاق اور تصرف میں جمع ہونے کا نام ہے۔

۲۔ترجمہ: دو یا زیادہ مالکان کے درمیان کسی متقوم چیز کی ملکیت کا مقرر ہو جانا شرکت کہلاتا ہے۔[۲]

محولہ بالا تعریفات کے بنیادی تصور کو سامنے رکھ کر "شرکت" کی اصطلاحی تعریف اس طرح کی جا سکتی ہے "دو یا دو سے زائد افراد کا کسی کاروبار میں متعین سرمایوں کے ساتھ ایسا معاہدہ کرنا کہ سب مل کر کاروبار کریں گے اور کاروبار کے نفع ونقصان میں معین نسبتوں کے ساتھ شریک ہوں گے۔"

شرعی حیثیت:

شرکت اجتماعی سرمایہ کاری کا بڑا پرانا کاروباری طریقہ ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے متمدن عربوں میں یہ طریقہ رائج تھا' اس کے فوائد کو مد نظر رکھتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ نے اسے پسند فرمایا اور اسے جاری رکھا۔ صاحب الہدایہ کے قول کے مطابق:۔

ترجمہ:"شراکتی سرمایہ کاری جائز ہے کیونکہ جب حضور نبی اکرم ﷺ مبعوث ہوئے تو لوگ اس طریقہ سے کاروبار کرتے تھے اور آپ ﷺ نے لوگوں کو اس پر برقرار رکھا۔"[۳]

قرآن مجید سے شرکت کا جواز:

۱- ((وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ))

"اور اگر انہیں (نفقہ وکاروبار میں) اپنے ساتھ ملالو تو وہ بھی تمہارے بھائی ہیں"۔[۴]

۲۔ ((إِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ))

"اور اگر وہ بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے"۔[۵]

---

(۱) البعلی، محمد بن ابی الفتح بن ابی الفضل، المطلع علی الفاظ المقنع، مکتبہ السوادی للتوزیع، ۲۰۰۳ء، ص ۳۱۱

(۲) سعدی، الدکتور ابو حبیب، القاموس الفقھی، ص:۱۹۵

(۳) المرغینانی، ابوالحسن، الھدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سن ندارد، ص ۵

(۴) سورۃ البقرہ: ۲/۲۲۰

(۵) سورۃ النساء: ۴/۱۲

۳۔ ((وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَا هُمْ))

"اور بے شک اکثر شریک ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں"۔[۱]

احادیث نبویہ ﷺ کی روشنی میں:

۱۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے:

((إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ: أَنَا ثَالِثُ الشَّرِيكَيْنِ مَا لَمْ يَخُنْ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ، فَإِذَا خَانَهُ خَرَجْتُ مِنْ بَيْنِهِمَا))

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں دو شریکوں میں تیسرا ہوں جب تک کہ ایک دوسرے سے خیانت نہیں کرتا۔ جب ایک دوسرے سے خیانت کرتا ہے تو میں درمیان میں نکل جاتا ہوں۔"[۲]

۲۔ حضور نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے:

((يَدُ اللَّهِ عَلَى الشَّرِيكَيْنِ مَا لَمْ يَخُنْ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ , فَإِذَا خَانَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ رَفَعَهَا عَنْهُمَا))

اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ساجھی داروں (Partners) کے ساتھ رہتا ہے جب تک کوئی دوسرے سے خیانت نہ کرے۔ پس اگر وہ خیانت کرے گا تو وہ (ہاتھ) ان سے اٹھ جائے گا۔[۳]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ كَانَ لَهُ شَرِيكٌ فِي رَبْعَةٍ، أَوْ نَخْلٍ، فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَبِيعَ حَتَّى يُؤْذِنَ شَرِيكَهُ، فَإِنْ رَضِيَ أَخَذَ، وَإِنْ كَرِهَ تَرَكَ))

"تم میں سے جس شخص کے پاس زمین یا کھجور کا درخت ہو تو اس کو اس وقت تک فروخت نہ کرے جب تک وہ اپنے شریک سے پوچھ نہ لے"۔[۴]

۴۔ حضرت سائبؓ کہتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو لوگ میری تعریف کر رہے تھے اور میرا ذکر ہو رہا تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں انہیں تمہاری نسبت زیادہ جانتا ہوں۔ میں عرض گزار ہوا کہ آپ ہی

---

(۱) سورۃ ص: ۳۸/۲۴

(۲) السّجستانی، سلیمان بن الاشعث ابو داود، السنن ابو داود، کتاب البیوع، باب فی الشرکہ، رقم الحدیث: ۳۳۸۳

(۳) دار قطنی، السنن الدار قطنی، کتاب البیوع، رقم الحدیث: ۲۹۳۴ عن سعید بن حیان التیمی مرسلا

(۴) القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، کتاب المساقاۃ، باب الشفعہ، رقم الحدیث: ۱۶۰۸

بمنزلہ میرے ماں باپ کے ہیں! آپ نے سچ فرمایا۔ آپ (زمانہ جاہلیت میں) میرے ساجھی (اور کاروباری) شریک تھے اور کیا ہی اچھے ساجھی تھے کہ آپ نے کبھی لڑائی جھگڑا نہیں کیا تھا۔ [۱]

۵۔ "حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں کہ سعد، عمار اور میں نے بدر کی لڑائی کے دن آپس میں اس بات پر شرکت کرلی کہ جس کو جو کچھ ملے گا وہ ہم سب میں مشترک ہو گا۔ حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں کہ سعد کو دو قیدی ملے لیکن مجھے اور عمار کو کچھ نہ ملا۔" [۲]

ابن قدامہ اس روایت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"اس (معاہدہ شرکت) پر حضور نبی اکرم ﷺ ناراض نہ ہوئے اور ان کو اس شرکت پر مقرر رکھا بلکہ بقول امام احمد بن حنبل حضور نبی اکرم ﷺ خود بھی ان میں شامل ہو گئے تھے"۔ [۳]

۶۔ "حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ انصار نے حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ ہمارے درمیان اور ہمارے بھائیوں کے درمیان کھجوروں کے درخت تقسیم کر دیجئے آپ نے فرمایا: "نہیں"۔ (انصار نے مہاجرین سے کہا: تم محنت کرو اور ہم صرف پھل میں تمہارے ساتھ شریک ہوں گے۔ مہاجرین کہنے لگے: ہم دل وجان سے راضی ہیں"۔ [۴]

مذکورہ بالا آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ ﷺ سے نہ صرف شرکت کا جواز ملتا ہے بلکہ اس کی ترغیب، فضیلت اور اہمیت بھی اجاگر ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں علماء و فقہائے امت کا اس بات پر اجماع رہا ہے کہ شرکت ایک جائز معاملہ ہے جس کی بنیاد پر بزنس کیا جاسکتا ہے، چنانچہ کثیر التعداد مسلم سکالرز نے لکھا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانہ سے لے کر عصر حاضر تک تجارت بر اصول شرکت ہو رہی ہے۔ کسی بھی عالم یا فقیہہ نے اس کا انکار نہیں کیا۔ لہٰذا شرکت کی مشروعیت اجماع امت سے بھی ثابت ہوتی ہے، ابن قدامہ رقمطراز ہیں:۔

"تمام مسلمانوں نے شرکت کے جواز میں ہر فی الجملہ اجماع تسلیم کیا ہے۔" [۵]

---

(۱) السجستانی، سلیمان بن الاشعث ابو داود، السنن ابو داود، کتاب الادب، باب فی کراھیۃ المراء، رقم الحدیث: ۴۸۳۶، القزوینی، ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، السنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الشرکہ والمضاربہ، رقم الحدیث: ۲۲۸۷

(۲) السنن ابو داود، کتاب البیوع، باب فی الشرکہ علی غیر راس مال، رقم الحدیث: ۳۳۸۸، النسائی، ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب، السنن النسائی، کتاب المزارعہ، باب شرکۃ الابدان، رقم الحدیث: ۳۹۳۷، السنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الشرکہ والمضاربہ، رقم الحدیث: ۲۲۸۸

(۳) ابن قدامہ، المغنی، مکتبہ القاھرہ، ۱۹۶۸ء، کتاب الشرکۃ، ۵/۵

(۴) البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح، کتاب المزارعہ، باب اذا قال: اکفنی مئونۃ النخل وغیرہ، وتشرکنیی فی الثمر، رقم الحدیث: ۲۳۲۵

(۵) المغنی، کتاب الشرکہ، ۵/۵

اقسام شراکت (Kinds of Partnership)

فقہاء نے شرکت کو دو بڑی اقسام میں منقسم کیا ہے

۱۔ شرکت املاک (Joint Ownership)

۲۔ شرکت عقود (Joint Agreements)

الہدایہ میں ہے:

"شرکت کی دو قسمیں ہیں: شرکت املاک اور شرکت عقود۔"[۱]

شرکت املاک (Joint Ownership)

۱۔ المرغینانی شرکت املاک کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"شرکت املاک ایسے مال میں ہے جس کے دو شخص وارث ہوں یا دونوں اسے خریدیں۔"[۲]

۲۔ امام غزالی شرکت املاک کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"شرکت ملک یہ ہے کہ کوئی چیز دو یا زیادہ اشخاص کے درمیان بذریعہ خریداری ہبہ، وصیت یا وراثت ملکیت میں آجائے اور احوال اس طرح مخلوط ہو جائیں کہ ان میں کوئی تفریق اور امتیاز باقی نہ رہے۔"[۳]

مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب دو یا زیادہ افراد کسی شے کو مشترکہ طور پر خریدنے یا تحفہ میں ملنے یا میراث کی وجہ سے مالک ہو جائیں تو یہ شرکت املاک کہلائے گی۔

حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی مکاتیب فکر کے علماء وفقہاء نے شرکت املاک کی مختلف اقسام بیان کی ہیں جن کی تفصیل کتب فقہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

شرکت عقود:

عقود کا واحد "عقد" ہے جو اپنے اندر "بندھنے یا باندھنے" کے معانی لئے ہوئے ہے۔

۱۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:۔

"العقد کے معنی کسی چیز کے اطراف کو جمع کر دینے یعنی گرہ باندھنے کے ہیں۔۔۔ جیسے رسی کو گرہ باندھنا۔"[۴]

---

(۱) المرغینانی، ابو الحسن، الهدایہ فی شرح بدایہ المبتدی، ۵/۳

(۲) ایضاً۔

(۳) الغزالی، ابو حامد، الوسیط فی المذھب، کتاب الشرکہ، دار السلام، القاھرۃ، ۱۴۱۷ھ، ۳/۲۵۹، القزوینی، عبد الکریم بن محمد الرافعی، فتح العزیز بشرح الوجیز، دار الفکر، بیروت، سن ندارد ۱۰/۴۰۴

(۴) الاصفھانی، ابو القاسم الحسین بن محمد الراغب، المفردات فی غریب القرآن، المکتبہ المرتضویہ، ص:۵۷۶

۲۔ تاج العروس میں عقد کا درج ذیل معنی بیان ہوا ہے :

"عقد کے معنی ہیں رسی کی گرہ، خرید و فروخت، عہد، باندھنا، بندھن"۔ [۱]

۳۔ امام عسقلانی شرکت کی عقد کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں

"شرکت عقد یہ ہے کہ دو یا زیادہ افراد کا اپنے اختیار سے منافع حاصل کرنے کیلئے کوئی اختلاط وجود میں لانا"۔ [۲]

۴۔ ابن قدامہ رقم طراز ہیں:

"شرکت عقد استحقاق یا تصرف میں اجتماع کا نام ہے"۔ [۳]

۵۔ شرکت عقود کی وضاحت کرتے ہوئے المرغینانی لکھتے ہیں:۔

"دوسری قسم شرکت عقود ہے اور اس کا رکن ایجاب و قبول ہے وہ اس طرح کہ ایک کہے کہ میں نے تجھ سے فلاں اور فلاح چیز میں شرکت کی اور دوسرا کہے کہ میں نے قبول کیا۔" [۴]

۶۔ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

"شرکت عقد دو شریکوں کے درمیان اصل سرمائے اور منافع میں شرکت کا معاملہ کرنے کا نام ہے۔" [۵]

۷۔ احمد بن محمد دردیری کے نزدیک شرکت عقد کی تعریف درج ذیل ہے:

"شرکت عقد، دو اموال کے دو یا زیادہ مالکان کے درمیان اس معاہدے کا نام ہے کہ وہ دونوں کے مشترک مال سے تجارت کریں گے یا اس معاہدے کا کہ وہ دونوں مل کر کوئی کام کریں گے اور نفع دونوں کے درمیان تقسیم ہو گا۔" [۶]

گویا دو یا زائد افراد کا آپس میں معاہدہ کہ کاروبار میں سرمایہ اور نفع و نقصان مشترک ہو گا۔ اس طرح ایک فریق کہے گا کہ میں نے اس معاملہ میں شرکت کی اور دوسرا کہے گا کہ میں نے قبول کیا۔ شرکت عقد میں نفع میں کمی بیشی کے ساتھ بھی معاملہ ہو سکتا ہے لیکن نقصان راس المال کے مطابق تقسیم ہو گا۔

---

(۱) الزبیدی، مرتضی، تاج العروس من جواھر القاموس، ۸/ ۳۹۴

(۲) العسقلانی، احمد بن علی بن حجر ابو الفضل، فتح الباری، دار المعرفہ، بیروت، ۱۳۷۹، ۵/ ۱۲۹

(۳) ابن قدامہ، المغنی، کتاب الشرکۃ، ۵/ ۳

(۴) المرغینانی، ابو الحسن، الھدایہ فی شرح بدایہ المبتدی، ۳/ ۵

(۵) الدمشقی، ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۲ء، ۴/ ۲۹۹

(۶) الدردیر، احمد بن محمد بن احمد، اقرب المسالک لمذھب الامام مالک مکتبہ ایوب، نیجیریا، ۱۴۲۰ھ، ۳/ ۴۵۵

شرکت عقد کی اقسام(Kind of Joint Agreement)

مسلم علماء وفقہاء نے اپنے اپنے نقطہ نظر سے شرکت عقد کی مختلف اقسام بیان کی ہیں۔ ان میں مشترک اور اہم اقسام کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

۱۔ شرکت مفاوضہ(Equal Partnership)

مفاوضہ سے مراد ہے:

۱۔"مفاوضہ لغت میں مساوات کو کہتے ہیں۔"(۱)

۲۔"مفاوضہ، تفویض سے مشتق ہے جس کا معنی ہے ہر چیز میں مساوات یعنی برابری۔"(۲)

۳۔"مفاوضہ ہر چیز میں اشتراک اور مساوات سے عبارت ہے جیسے معاملات میں مساوات اور ایک دوسرے کو تفویض کرنے میں برابری۔"(۳)

۴۔"شرکت مفاوضہ یہ ہے کہ دو شخص آپس میں شرکت کریں اور وہ دونوں اپنے مال، تصرف اور دین میں برابر ہوں۔"(۴)

۵۔مال' تصرف اور دین کی وضاحت میں المرغینانی مزید لکھتے ہیں:

"مال سے مراد وہ مال جس میں شرکت صحیح ہو لہذا جس مال میں شرکت صحیح نہ ہو' تو اس میں آپس میں کمی و بیشی ہونا معتبر نہیں تصرف میں بھی مساوات ضروری ہے کیونکہ اگر ایک فریق کو ایسے تصرف کا اختیار ہو جو دوسرے کو نہیں تو مساوات نہیں رہے گی۔ دین میں بھی شرط مساوات ہے (کیونکہ غیر مسلم ان امور کی پابندی نہیں کر سکتا جو اس کیلئے ضروری ہیں)۔(۵)

کاسانی لکھتے ہیں:

---

(۱)الزمخشری، ابو القاسم، اساس البلاغہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۸ء، ۲/ ۴۰

(۲)الفتنی، محمد طاہر، مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل ولطائف الاخبار، مطبعہ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، ۱۹۶۷ء، ۴/ ۱۸۲

(۳)الافریقی، ابن منظور الانصاری، لسان العرب، ۱۳/ ۲۹۳

(۴)الجرجانی، علی بن محمد الشریف، کتاب التعریفات، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۸۳ء، ص ۲۲۳

(۵)المرغینانی، ابو الحسن، الھدایہ فی شرح بدایہ المبتدی، ۳/ ۵-۶

"اس قسم کو شرکت مفاوضہ کہا جاتا ہے کیونکہ مساوات کے اس اعتبار سے اصل سرمایہ "نفع" تصرف اور اس کے علاوہ ہر چیز میں مساوات ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مفاوضہ تفویض کے معنی میں ہے' اس لئے کہ دونوں شرکاء میں سے ہر ایک ہر حالت میں اپنے ساتھی کو تصرف کا حق دے دیتا ہے۔"[۱]

مذکورہ بالا حوالہ جات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے:۔

مفاوضہ کا معنی مساوات، برابری اور باہمی تفویض ہے۔ اس نسبت سے شرکت مفاوضہ وہ شرکت کہلاتی ہے جس میں تمام شرکاء اور سرمایہ کاروباری ذمہ داریاں' تصرفات اور نفع و نقصان میں برابر ہوتے ہیں اس میں ہر شریک اپنے ساتھی کی جانب سے شرکت کے معاملات کو علی الاطلاق تفویض کر دیتا ہے' اس طرح اس میں وکالت اور کفالت دونوں ہوتی ہیں۔

۲۔ شرکت عنان(Equal Investment)

عنان سے مراد ہے:

۱۔ "عنان "عن" سے مشتق ہے جس کا معنی ظاہر ہونا، منہ موڑنا، پیش کرنا، ظاہر کرنا وغیرہ ہے"۔[۲]

۲۔ "بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ "عنان الفرس "یعنی گھوڑے کی لگام سے ماخوذ ہے۔ وہ اس طرح کہ ایک کے ہاتھ میں باگ ہوتی ہے اور دوسرا ہاتھ آزاد ہوتا ہے' اس کے ساتھ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ یا اس وجہ سے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے ساتھ کے لئے مشترک مال میں تصرف کی رسی کو تھامے ہوئے ہے۔"[۳]

۳۔ "عنان لفظ اعراض سے مشتق ہے (جس کے معنی منہ موڑنے کے ہیں) بطور کہاوت کہا جاتا ہے عن لہ یعنی اس سے منہ موڑو"۔[۴]

۴۔ "شرکت عنان مال میں اشتراک ہے تاکہ وہ دونوں مل کر تجارت کریں' یہ بلا جماع صحیح ہے اس لئے کہ یہ ہر قسم کے دھوکے اور فریب سے محفوظ ہے۔"[۵]

---

(۱) الکاسانی، علاء الدین، ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۸۶ء، ۵۸/۶

(۲) الحموی، لاحمد بن محمد، المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر، المکتبہ العلمیہ، بیروت، ۴۳۲/۲

(۳) ایضاً۔

(۴) المرغینانی، ابو الحسن، الھدایہ فی شرح بدایہ المبتدی، ۹/۳

(۵) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ۵۸/۶

۵۔ "شرکت عنان کے جواز میں فقہاء کا اختلاف نہیں ہے کیونکہ اس میں اگر دونوں ساتھی اموال میں نفع حاصل کریں تو وہ ان دونوں کے درمیان ہوتا ہے اور اگر دونوں نقصان اٹھائیں تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے سرمائے کے مطابق نقصان ہوگا۔"[۱]

مذکورہ بالا تصریحات سے یہ معلوم ہوا کہ شرکت عنان میں دو یا دو سے زائد افراد کسی خاص نوع کی تجارت یا ہر قسم کی تجارت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے وکیل تو رہتے ہیں لیکن ضامن اور کفیل نہیں ہوتے اس طرح ہر حصہ دار دوسرے کی جگہ یا دوسرے کے لئے کاروبار تو کرے گا مگر ہر شریک کے کاروباری تصرفات (مثلاً سودا کرنا، قرض کا لین دین یا دیگر ادائیگی وغیرہ) کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

۳۔ شرکت صنائع (Participation in Manufacturing)

ایسی تجارت جس میں چند ہم پیشہ افراد شریک ہوں اور نفع و نقصان کے ذمہ دار ہوں" شرکت صنائع" کہلاتی ہے ۔[۲] علامہ کاسانی کے نزدیک اس کے تین نام مزید بھی ہیں:

"اسے شرکت ابدان، شرکت اعمال اور شرکت تقبل یا قبول بھی کہتے ہیں"۔[۳]

۲۔ شرکت صنائع کی وضاحت المرغینانی ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"شرکت صنائع کو شرکت تقبل (یعنی کام قبول کرنا) بھی کہتے ہیں جیسے دو درزیوں یا دو رنگ ریزوں نے اس شرط پر باہم شرکت کی کہ لوگوں کے کام قبول کریں اور جو کمائی ہو وہ دونوں میں مشترک ہو۔"[۴]

۴۔ شرکت وجوہ (Credibility):

شرکت وجوہ کی بنیاد اعتبار' اعتماد' ساکھ' امانت یا اثر و رسوخ پر ہے یہ ایسی سرمایہ کاری ہے جس میں سرمایہ کے بغیر چند افراد اپنی اعتباری صلاحیت یا کاروباری ساکھ کی وجہ سے مارکیٹ سے مال خریدتے ہیں اور فروخت کرکے نفع یا نقصان میں شامل ہو جاتے ہیں۔ صاحب الہدایہ لکھتے ہیں:۔

"شرکت وجوہ یہ ہے کہ دو شخص باہم عقد شرکت باندھیں حالانکہ ان کا کچھ مال نہیں ہے' اس شرط پر کہ دونوں اپنی وجاہت و امانت کی وجہ سے خرید و فروخت کریں گے"۔[۵]

---

(۱) الافریقی، ابن منظور الانصاری، لسان العرب، ۱۳/ ۲۹۲-۲۹۳

(۲) الجرجانی، علی بن محمد الشریف، کتاب التعریفات، ص۱۲۶

(۳) المرغینانی، ابوالحسن، الهدایہ فی شرح بدایہ المبتدی، ۳/ ۱۱

(۴) ایضاً۔

(۵) ایضاً۔ ۳/ ۱۲

شرکت وجوہ میں مشترکین کا مال نہیں ہوتا بلکہ مال منڈی سے ادھار خریدا جاتا ہے اور فروخت کر کے حاصل شدہ نفع آپس میں مساوی تقسیم کر لیا جاتا ہے۔ نقصان کی حالت میں بھی یہی صورت ہو گی کمی بیشی کی صورت میں معاہدہ / شرائط طے کرنا لازمی ہو گا۔

شرکت عقود کے بنیادی امور(Basic Factors of Joint Agreement):

فقہاء نے شرکت عقود کی مختلف اقسام بیان کی ہیں اور ان کے احکام الگ الگ بیان کئے ہیں تاہم ان تمام اقسام میں جو مشترک امور ہیں ان کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

ا۔ ایجاب و قبول / اقرار(Offer & Acceptance):

شریکین کا شرکت کے ضمن میں قول و اقرار ہونا لازمی ہے یہ چاہے زبانی ہو یا تحریری لیکن اگر تحریری صورت میں آجائے تو بہت بہتر ہے جیسا کہ علامہ سرخسی نے فرمایا:

"بے شک تحریر بھی سود مند معاہدہ ہے"۔[۱]

۲۔ نفع و نقصان کی تقسیم کی وضاحت(Specification of Profit & Loss):

کاروبار میں نفع و نقصان کی کیا تقسیم ہو گی اس کی صاف صاف وضاحت کرنا ضروری ہے تاکہ ہر ایک کو اپنا حصہ معلوم ہو اور اختلاف کی صورت پیدا نہ ہو۔ علامہ سرخسی لکھتے ہیں "دونوں فریقین میں سے ہر ایک کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنا مال دوسرے کو تھمائے تاکہ منافع واضح ہو سکے"۔[۲]

۳۔ شریکین مال کے امین ہوں(Trusteeship of Partners)

کاروبار میں ہر شریک مشترکہ مال کا امین ہو گا اور اس طرح اس پر اس کی حفاظت بھی لازم ہو گی۔ صاحب الھدایہ لکھتے ہیں:

"عقد شرکت میں ہر شریک کے قبضہ میں جو مال ہے وہ بطور امانت ہے۔"[۳]

۴۔ باہمی رضامندی(Mutual Consent):

اگر تجارت میں فریقین کا سرمایہ برابر ہے لیکن پھر بھی وہ کم و بیش نفع و نقصان برداشت کرنے پر راضی ہو جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ المرغینانی لکھتے ہیں:

---

(۱) السرخسی، لشمس الائمہ، المبسوط، دار المعرفہ، بیروت، ۱۹۹۳ء، ۱۱/ ۱۵۵

(۲) ایضاً، ۱۱/ ۱۵۲

(۳) المرغینانی، ابوالحسن، الھدایہ فی شرح بدایہ المبتدی، ۳/ ۱۰

"اور اگر دونوں کا مال برابر ہو اور نفع میں کسی کے واسطے زیادتی کی شرط ہو تو صحیح ہے۔"[1]

۵-شریکین مشترکہ مال کے وکیل ہوں گے(Equality of Rights in Dealings)

کاروبار میں شریک ہر فرد مشترکہ مال میں وکیل کی حیثیت کا حامل ہو گا۔ اس طرح وکیل کی حیثیت سے ہر ایک کو کاروبار کے انتظام وانصرام اور تصرف میں مساوی اختیار حاصل ہو گا۔ المرغینانی لکھتے ہیں:

"پس وکالت اس لئے ہے کہ اس کا مقصود یعنی مالی شرکت متحقق ہو تا کہ جو کچھ حاصل ہو وہ دونوں میں مشترکہ ہو۔"[2]

۶۔ نفع میں شریک کا استحقاق(Profit Sharing):

شرکت کی صورت میں ہر شریک کیلئے کاروبار میں خود یا اپنے کسی نمائندہ کا حصہ لینا ضروری ہے لیکن اگر شرکت کا معاہدہ ہو چکا ہے اور وہ کسی جائز وجہ سے کاروبار میں حصہ لینے سے قاصر رہا تو بھی وہ نفع ونقصان میں شریک ہو گا۔ اس طرح اگر ایک شریک کی مال، کام یا دیگر نمائندوں کے کاروبار میں شرکت ہو جائے تو وہ معاہدہ کے مطابق نفع کا مستحق اور نقصان کا ذمہ دار ہو گا۔

اسی طرح اگر ایک شریک کاروباری معاملہ کرتے وقت اپنی شرکت فسخ کرنا چاہے تو اسے یہ اختیار حاصل ہو گا اور اس کی شرکت قطع ہو جائے گی۔

شرکت کی ضرورت واہمیت(Importance & Need of Partnership):

۱۔ شرکت اور اس کی مختلف اقسام کا تصور دے کر اسلام اپنی ایک اور خوبی کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ شراکتی کاروبار کا زبردست حامی اور داعی ہے۔

۲۔ کاروبار میں مشارکت سے سرمایہ کاری پروان چڑھتی ہے۔

۳۔ اس کے ذریعے "امداد باہمی" کو تقویت ملتی ہے جس کا اثر مذہب، سیاست، معاشرت، اقتصاد اور زندگی کے دیگر شعبہ جات پر پڑتا ہے اور اس طرح معیشت میں مثبت رجحانات سامنے آتے ہیں۔

۴۔ شرکت سے کاروباری دنیا میں وسعت پیدا ہوتی ہے جس سے ملکی معیشت مستحکم ہوتی ہے اور معاشی جدوجہد میں اضافہ کے ساتھ ساتھ معاشی ترقی سے بھی ہمکنار ہوتی ہے۔

۵۔ آج بھی اگر شرکت کے اصولوں کو اپنا لیا جائے تو ملک سے بے روزگاری، عام افلاس اور معاشی بدحالی بڑی حد تک دور ہو سکتی ہے۔

---

(۱) المرغینانی، ابوالحسن، الھدایہ فیی شرح بدایۃ المبتدی، ۹/۳

(۲) ایضاً۔

۶۔ سود اور سودی کاروبار سے نجات مل سکتی ہے۔

ذیل میں مشارکہ کی صورت میں کاروبار کیلئے ایک فرضی کیس سٹڈی ملاحظہ ہو۔

فرضی کیس سٹڈی:

- پنجاب حکومت نیشنل ہائی ویز کو ڈی جی خان، مظفر آباد روڈ ڈبل کرنے کا منصوبہ دیتی ہے جس کے لیے نیشنل ہائی ویز کو رقم درکار ہے۔
- این ایچ اے کے ماہرین نے اس منصوبہ کا کل تخمینہ دو ارب لگایا ہے۔
- این ایچ اے اس پروجیکٹ میں سرمایہ کاری کا خواہش مند ہے اس مقصد کیلئے این ایچ اے نے مشارکت کی بنیاد پر لوگوں کو دعوت دی کہ وہ اس میں سرمایہ کاری کریں اور ساتھ ہی این ایچ اے نے ایک ہزار روپے مالیت والے سرٹیفیکیٹ جاری کر دیے۔
- اس سرٹیفیکیٹ کے اجرا کا مقصد کم آمدنی والے لوگوں کو اس منصوبہ میں شامل کرنا اور انہیں ایک معقول روزگار فراہم کرنا بھی ہے۔
- اب جو شخص جتنے سرٹیفیکیٹ خریدے گا وہ اسی قدر منافع کا حقدار ہو گا۔
- اس طرح این ایچ اے اپنے منصوبہ کیلئے درکار رقم اکھٹی کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔
- منافع کیلئے این ایچ اے روڈ کی تکمیل کے بعد اس پر ایک ٹول پلازہ قائم کرتا ہے۔
- اور اس ٹول پلازہ کی آمدنی سے سرٹیفیکیٹ ہولڈرز میں منافع تقسیم کرتا ہے۔
- اس طریقہ کی مدد سے این ایچ اے اپنے منصوبہ کی تکمیل بھی کر لیتا ہے اور لوگوں کے لیے ایک معقول آمدن کا زریعہ بھی بن جاتا ہے۔

مضاربت(Mudarbah)

معنی ومفہوم:

اس کا مادہ "ض۔ر۔ب(ضرب)" ہے بمعنی سفر کرنا، کیونکہ تجارت میں عموماً سفر در پیش ہوتا ہے اس لئے یہ معنی مراد لیا گیا ہے، علاوہ ازیں یہ "ضاربۃ فی الارض" سے ماخوذ ہے جس کا معنی زمین کے طول و عرض میں سفر کرنا ہے۔[۱] قرآن مجید میں ضرب مادہ پر مشتمل الفاظ کئی جگہوں پر استعمال ہوئے ہیں مثلاً:

۱۔ ((وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ))

"اور جب تم زمین میں سفر کرو"۔[۲]

۲۔ ((وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ))

"اور (بعض) دوسرے لوگ زمین میں سفر کریں گے تا کہ اللہ کا فضل تلاش کریں۔"[۳]

لغوی بحث کے تمام پہلوؤں پر نظر رکھتے ہوئے علی بن محمد الجرجانی مضاربت کی یوں تعریف کرتے ہیں:۔

"مضاربۃ، ضرب مصدر سے باب مفاعلۃ ہے جس کا مطلب ہے زمین میں چلنا پھرنا۔ شرعی لحاظ سے مضاربت منافع میں شرکت کا ایک ایسا معاہدہ ہے جس میں سرمایہ ایک آدمی کا جبکہ محنت اور کام دوسرے آدمی کا ہوتا ہے۔"[۴]

مضاربت کو "قراض" یا "مقارضہ" بھی کہتے ہیں۔ قراض / مقارضہ قرض سے مشتق ہے جس کا معنی ہے "کاٹ دینا" مضاربت میں اس سے مراد یہ ہے کہ ایک سرمایہ دار اپنی آمدنی سے بچا بچا کر (کاٹ کاٹ کر) کچھ سرمایہ جمع کرتا ہے اور اسے کاروبار میں لگاتا ہے دوسرے الفاظ میں اپنے سرمایہ کا کچھ حصہ کاٹ کر دوسرے فریق کو دیتا ہے کہ وہ اس سے کاروبار کرے۔[۵]

---

(۱) السرخسی، لشمس الائمہ، المبسوط، ۲۲/۱۷-۱۸، المرغینانی، ابو الحسن، الھدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی، ۳/۲۰۰، الکاسانی، علاء الدین، ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ۶/۸۰

(۲) سورۃ النساء:۴/۱۰۱

(۳) سورۃ المزمل:۷۳/۲۰

(۴) الجرجانی، علی بن محمد الشریف، کتاب التعریفات، ص۲۱۸

(۵) المبسوط، ۲۲/۱۸

اصطلاحی تعریف:

اصطلاحی طور پر مضاربت دو فریقوں کے درمیان اس معاہدے کو کہتے ہیں جس کے تحت ایک فریق سرمایہ کی فراہمی اپنے ذمہ لیتا ہے اور دوسرا فریق اپنی محنت پیش کرتا ہے اور نفع میں دونوں شریک ہوتے ہیں صاحب مال کو رب المال یا سرمایہ کار جبکہ عمل کرنے والے کو "مضارب یا عامل" اور جو مال لگایا جاتا ہے اسے "راس المال یا سرمایہ" کہا جاتا ہے۔[۱]

گویا مضاربت کاروباری شراکت کی ایک قسم ہے جس میں ایک فریق سرمایہ لگاتا ہے جبکہ دوسرا اپنی کاروباری صلاحیت، ذہانت، محنت اور تجربہ وغیرہ کی بناء پر فریق ثانی کی حیثیت سے شریک کاروبار ہوتا ہے اس طرح کاروبار میں جو نفع ملتا ہے آپس میں باہمی رضامندی سے تقسیم کر لیتے ہیں نقصان کی صورت میں تمام تر نقصان رب المال (سرمایہ کار) کو برداشت کرنا پڑے گا اور مضارب کو اس کی محنت کا کوئی صلہ نہیں ملے گا۔ عبد الرحمن الجزیری کے الفاظ ہیں:۔

ترجمہ: "فقہاء کے نزدیک دو فریقوں کے درمیان اس امر پر مشتمل ایک معاہدہ ہے کہ ایک فریق دوسرے کو اپنے مال پر اختیار دے گا کہ وہ نفع میں ایک مقررہ حصہ مثلاً نصف یا ایک تہائی وغیرہ کے عوض مخصوص شرائط کے ساتھ مال کو تجارت یا کاروبار میں لگائے"۔[۲]

مضاربت میں اگر مقام، خاص جنس، متعین مشتری یا خاص زمانہ یا وقت کی قید لگا دی جائے تو وہ مضاربت مقیدہ اور اگر اس طرح کی کوئی قید نہ ہو تو وہ مضاربت مطلقہ کہلاتی ہے۔

علماء و فقہاء مضاربت کا شرعی جواز سورۃ المزمل کی آیت نمبر ۲۰ سے نکالتے ہیں۔ اس کے علاوہ بعثت سے پہلے حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مضاربت ہی کی بنیاد پر تجارت فرمائی تھی۔[۳] اور آپ ﷺ خود یتیموں کا مال مضاربت کے اصولوں پر دیا کرتے تھے آپ ﷺ کے علاوہ صحابہ کرامؓ کا بھی اس ضمن میں یہی طرز عمل رہا۔[۴]

مضاربت کے ضمن میں متعلقہ مسائل رب المال، مضارب اور سرمایہ کتب فقہ میں فقہاء کرام نے تفصیل سے بیان فرمائے ہیں۔ ان میں درج ذیل اہم ہیں:۔

---

(۱) سعدی، الدکتور ابو حبیب، القاموس الفقهی، ص ۲۲۱

(۲) الجزیری، عبد الرحمن بن محمد عوض، الفقه علی المذاهب الاربعه، دار الکتب العلمیه، بیروت، ۲۰۰۳ء، ۳/۳۴

(۳) الاندلسی، ابو محمد علی بن احمد بن حزم، المحلی بالآثار، دار الفکر، بیروت، سن ندارد، ۷/۹۶، التویجری، محمد بن ابراهیم بن عبد اللہ، موسوعه الفقه الاسلامی، بیت الافکار الدولیه، ۲۰۰۹ء، ۳/۵۶۱

(۴) الزحیلی، وهبه بن مصطفی، الفقه الاسلامی وادلته، دار الفکر، سوریه، دمشق، ۲۰۱۲، ۵/۳۹۲۶

۱۔ امام مالک، موطا، کتاب القراض

۲۔ امام سرخسی، المبسوط، جلد ۲۲ کتاب المضاربہ

۳۔ امام کاسانی، بدائع الصنائع، جلد ۶ کتاب المضاربہ

۴۔ مرغینانی، الھدایہ، جلد ۳ کتاب المضاربہ

۵۔ ابن رشد، بدایہ المجتھد، جلد ۲ کتاب القراض

ضرورت واہمیت(Need & Importance):

دینی، دنیاوی اور عقلی بنیادوں پر مضاربت کی ضرورت، اہمیت اور افادیت کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ذیل میں اس کی وضاحت پیش کی جاتی ہے

۱۔انسانی مصالح کا تحفظ(Protection of Human Benefits):

مضاربت انسانی مصالح کے تحفظ کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ معاشرے میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک فرد یا افراد کے پاس سرمایہ تو ہوتا ہے لیکن وہ اپنی ذہنی وجسمانی کمزوریوں یا معذوری یا ناتجربہ کاری وغیرہ کی بناء پر خود کاروبار نہیں کر سکتے اس صورت میں شرکت و مضاربت سے ان کو سرمایہ کاری کرنے کے مواقع مل جاتے ہیں جس سے عامۃ الناس کو فائدہ پہنچتا ہے۔

۲۔ناداروں کی بھلائی(Welfare of the Needy):

مضاربت کی اہمیت اور افادیت کا اندازہ اس حوالے سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اس ذریعہ تجارت سے ناداروں کی بھلائی کے راستے کھلتے ہیں وہ لوگ جو صلاحیت رکھنے کے باوجود محض سرمایہ نہ ہونے کے باعث انتہائی پسماندہ زندگی گزار رہے ہوتے ہیں ان لوگوں کے لئے مضاربت کا نظام امید کی واضح کرن کا کام کرتا ہے کیونکہ اس طرح انہیں دوسروں کے مال سے استفادہ کرنے کا حق حاصل ہو جاتا ہے جو ان کی ضرورت کے عین مطابق امر واقعہ ہے۔ اس طرح وہ معاشی جدوجہد میں حصہ لے سکتے ہیں۔

۳۔بے روزگاری میں کمی(Decrease the Unemployment):

بے روزگاری عام طور پر اس وقت ہوتی ہے جب سرمایہ نہ ہو، کاروبار نہیں ہوتے، لوگ بے کار ہو جاتے ہیں لہٰذا مضاربت کے ذریعے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو مصروف کیا جا سکتا ہے۔ روزگار کی فراہمی سے نہ صرف بے روزگاری پر قابو پایا جا سکتا ہے بلکہ اسے پیدا ہونے سے بھی روکا جا سکتا ہے۔

۴۔ گردش دولت میں اضافہ (Increase in Wealth Circulation):

مضاربت کے ذریعے انفرادی اور ملکی دولت میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ مختلف انواع کی نئی نئی تجارتی سرگرمیاں روشناس ہوتی ہیں چھوٹی صنعتوں، گھریلو صنعتوں، چھوٹے اور بڑے لیول پر کاروبار کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے جس سے ملک میں گردش دولت کا نظام نہ صرف بہتر بلکہ مستعد اور مستحکم بھی ہو جاتا ہے۔

۵۔ ملکی معیشت کی ترقی (Development of Economy):

حکومت بھی اپنے منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے مضاربت کی بنیاد پر سرمایہ کاری کر سکتی ہے اس طرح حکومت کی ضروریات بھی پوری ہو سکتی ہیں اور عوام کی آمدنیوں میں اضافہ کا ذریعہ بھی فراہم ہو سکتا ہے دوسری طرف بے روزگاری کے خاتمہ سے ناداروں کے لئے کام کے مواقع فراہم کئے جاسکتے ہیں یہ تمام پہلو مجموعی طور پر ملکی معیشت کے استحکام میں بنیادی کردار ادا کر کے اس کے فروغ کی راہیں ہموار کر دیتے ہیں۔

۶۔ سودی بینکاری کا متبادل ذریعہ (Alternative to Interest-Based Banking)

عصر حاضر میں بینکاری اپنی افادیت کا لوہا منوا چکی ہے لیکن بد قسمتی سے مروجہ نظام بینکاری سود کی اساس پر قائم ہے۔ مضاربت کو بینکاری کی متبادل اساس کے طور پر اختیار کر کے سود کی لعنت سے چھٹکارا پایا جاسکتا ہے۔

۷۔ منفی معاشرتی سرگرمیوں کا انسداد (Curbing Anti Social Activities):

وہ لوگ جن کے پاس اپنی صلاحیتوں کے اظہار اور اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے سرمایہ نہیں ہوتا وہ اکثر منفی معاشی و معاشرتی سرگرمیوں میں ملوث ہو جاتے ہیں گداگری، سمگلنگ، جوا، چوری، دھوکہ، فریب، لوٹ مار جیسی برائیاں اکثر محرومیوں کی ہی پیداوار ہوتی ہیں اور اکثر محروم افراد ہی ان کا شکار ہوتے ہیں۔ مضاربت کے ذریعے ان افراد کو خود دار اور باوقار ذرائع سے اپنی ضروریات کی تکمیل کے مواقع فراہم کئے جاسکتے ہیں۔ اس طرح ملک کو سماجی اور معاشی برائیوں کے انسداد میں بہت مدد مل سکتی ہے۔[۱]

مضاربت کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لوگ اپنے طور پر مال اسلامی بینکوں میں تو انویسٹ کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود کیا وجوہات ہیں کہ غربت کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی ہے اگر تھوڑا سا غور کیا جائے تو اس کی کچھ وجوہات نظر آتی ہیں انکا ضمنن ذکر کیا جائے گا۔

---

(۱)۔القادری، طاہر، اقتصادیات اسلام (تشکیل جدید)، منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور، مارچ ۲۰۰۷

- اسلامی بینکوں میں مضاربت پر رقم رکھنے کی صورت میں منافع کا ایک کثیر حصہ بینک لے لیتا ہے مثلا ایک لاکھ روپے ڈیپازٹ کروانے کی صوت میں ماہانہ ڈھائی سے تین ہزار کا منافع مضاربہ اکاونٹ پر ملے گا اور جوں جوں رقم بڑھتی جائے گی منافع کی شرح بھی بڑھتی جائے گی لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ ایک شخص جس کی آمدنی محدود ہے وہ اپنی رقم کو اکھٹا کر کے بینک میں ڈیپازٹ کرواتا ہے اور بینک زیادہ منافع خود رکھ کر اس کو ڈھائی سے تین ہزار ماہانہ ہر لاکھ پر دیتا ہے تو یہ اتنی معقول رقم نہیں ہے جو غربت و افلاس میں خاطر خواہ کمی لاسکے۔
- اس صورت میں پھر وہی طبقاتی تقسیم در آتی ہے کہ غریب شخص تھوڑی آمدن کے ساتھ تھوڑا منافع اور امیر شخص زیادہ انوسٹمنٹ کے ساتھ زیادہ منافع کمائے گا۔
- اب دیکھا جائے تو بینک اس منافع سے اپنے اخراجات کو بھی منہا کرتا ہے اسی وجہ سے وہ زائد منافع کا حقدار ٹھہرتا ہے۔
- غور طلب چیز یہ ہے کہ اس صورت میں دولت کی گردش تو ہوتی ہے لیکن غربت کو ختم کرنے کے سلسلے میں وہ خاطر خواہ نتائج بر آمد نہیں ہو سکتے جو مضاربہ سے ہونے چاہیں اس کے لیے ایسے اداروں کا قیام ضروری ہے جو نان پرافٹ آرگنائزیشن کے طور پر کام کریں یا زیادہ منافع رب المال کی طرف منتقل ہو اس صورت سے غربت و افلاس میں واضح کمی کی جاسکتی ہے ذیل میں اس سے متعلق ایک فرضی کیس سٹڈی ملاحظہ ہو۔

ذیل میں مضاربت کی صورت میں کاروبار کیلئے ایک فرضی کیس سٹڈی ملاحظہ ہو۔

فرضی کیس سٹڈی:

- ڈائیو کمپنی اپنے ٹرمینل پر مزید ۲۰ بسوں کا اضافہ کرنا چاہتی ہے اور اس مد میں کمپنی یہ اعلان کرتی ہے کہ مضاربہ کی بنیاد پر لوگ اس میں انوسٹمنٹ کر سکتے ہیں۔
- اس مقصد کے لیے کمپنی نے اپنی ان ۲۰ بسوں کو مخصوص کر دیا اور لوگوں سے مضاربہ کی بنیاد پر رقم اکھٹی کی اور ان کو مضاربہ سرٹیفکیٹ جاری کر دیے۔

- اب کمپنی کا مقصد ان ۲۰ بسوں کے ذریعہ غرباء اور کم آمدنی والے لوگوں کے ذرائع آمدن میں اضافہ کرنا ہے۔
- کیونکہ کمپنی اپنی باقی بسیں کمرشل چلارہی ہے اس صورت میں کمپنی ان بسوں کی کمائی سے صرف اتنا حصہ رکھتی ہے جو خرچ کی مد میں ہو اور باقی سب شیئر ہولڈرز میں تقسیم کر دیتی ہے۔
- تو اس طریقہ سے کمپنی کی بسوں میں بھی اضافہ ہو گیا اور کم آمدنی اور متوسط طبقہ کے لیے ایک روزگار اور منافع کا ذریعہ بھی جاری ہو گیا۔

خلاصہ:

دنیا کی اس وقت کل آبادی ۷ بلین کے قریب ہے اور اگر حقائق کو دیکھا جائے تو ان ۷ بلین لوگوں میں سے تقریباً ۳ بلین لوگ ایسے ہیں جن کی یومیہ آمدن ۲.۵۰ ڈالر (تقریباً ۲۷۰) روپے سے بھی کم ہے۔ ۱.۳ بلین لوگ ایسے ہیں جو انتہائی غربت کی زندگی گزار رہے ہیں یعنی ان کی یومیہ آمدن ۱.۲۵ ڈالر (تقریباً ۱۵۰) روپے سے بھی کم ہے۔ (UNICEF) یونیسیف کی ایک رپورٹ کے مطابق دنیا میں ۱ بلین بچے غربت کی زندگی گزار رہے ہیں اور ان میں سے ۲۲۰۰۰ بچے ہر روز بھوک اور غربت کی وجہ سے مر جاتے ہیں۔ ۸۰۵ ملین لوگ دنیا میں ایسے ہیں کہ جن کے پاس پیٹ بھر کر کھانے کے لیے خوراک نہیں ہے۔ ۷۵۰ ملین لوگوں کو پینے کا صاف پانی میسر نہیں ہے۔ گندے پانی، برے سیورج سسٹم اور گندگی کی وجہ سے دنیا میں تقریباً ۸۴۲،۰۰۰ لوگ ہر سال مرتے ہیں یعنی ۲۳۰۰ لوگ ہر روز صرف صاف پانی نہ ہونے کی وجہ سے مر جاتے ہیں۔ ۲۰۱۱ میں ۱۶۵ ملین ایسے بچے رپورٹ کیے گئے کہ جن کی عمر ۵ سال سے کم تھی اور خوراک کی کمی کی وجہ سے انکی مناسب نشو نما نہ ہو سکی۔

اگر تھوڑا سا غور و فکر کیا جائے اور سوچا جائے کہ آج ۲۰۱۸ ہے دنیا مارس سے آگے چلی گئی ہے اس قدر جدید ٹیکنا لوجی آگئی اتنے بڑے بڑے ادارے قائم ہو گئے کوئی غربت کو ختم کرنے پر کام کر رہا ہے تو کوئی بچوں کی مناسب نشو و نما کے لیے اقدامات اٹھا رہا ہے۔ کوئی ادارہ پانی اور صحت کے میدان میں سہولیات بہم پہنچانے کی کوشش کر رہا ہے تو کوئی روزگار کو بڑھانے کے لیے کوشش کر رہا ہے لیکن اگر نتائج پر غور کریں تو نتائج اتنے بھیانک ہیں کہ العیاذ باللہ گویا یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہم دن بدن آگے جانے کی بجائے پیچھے کی طرف جا رہے ہیں یہ تو تھی غربت کی عالمی صورت حال اگر آپ اپنے ملک پاکستان میں نظر دوڑائیں تو یہاں ۶۰ فی صد سے زائد غربت اور تقریباً ۴۰ فیصد انتہائی غربت ملے گی۔ لیکن اگر اس کے برعکس اگر ہم اپنے حکمرانوں کی طرف نظر دوڑائیں تو لگتا ہے ہی نہیں کہ ہم ایسے ملک کے باشندے ہیں کہ جس پر تقریباً ۹۰ ارب ڈالر کا قرضہ ہے یہاں پی این سے لیکر سیکریٹری تک کونسلر سے لیکر پرائم منسٹر تک سب ایسے اس ملک کو لوٹ رہے ہیں کہ جیسے اکثر میرج پارٹیوں میں کھانا شروع ہونے کے وقت ہوتا ہے کہ ہر بندے کی کوشش ہوتی ہے کہ میں پہلے اور جتنا زیادہ لے سکوں لے لوں پتہ نہیں پھر ملے یا نہ ملے ایسا ہی حال کچھ ہم لوگوں نے اپنے اس پیارے ملک پاکستان کا کر رکھا ہے۔

بات تھی غربت و افلاس کے خاتمے کی ہم نے یورپ کو دیکھا ان کے نظام کو دیکھا ان کے اقدامات کو دیکھا کہ کیسے وہ غربت و افلاس کے خاتمے کے لیے کوشش کر رہے ہیں اور یہ ہے کہ کینسر کی طرح پھیلے ہی جا رہی ہے تو کیوں نہ پھر ہم ایک مسلمان ہونے کے ناطے اس نبی معصوم ﷺ کی ان تعلیمات کو دیکھیں جو انھوں نے غربت و افلاس کے خاتمے

کے لیے دی ہیں اور جن کا عملی مظاہرہ ہم خلفائے راشدین اور عمر بن عبد العزیزؒ کے ادوار میں دیکھ چکے ہیں کہ جب زکوۃ اور صدقات دینے والے زیادہ اور لینے والے کم ہوا کرتے تھے۔

مقالہ ہذا میں باحث نے پہلے دنیا میں غربت وافلاس کی کیفیت کو بیان کیا اور ساتھ ہی ساتھ ملک پاکستان میں بھی غربت کی کیفیت کو ذکر کرتے ہوئے اسکے معاشی، معاشرتی اور اخلاقی اثرات کو بیان کیا۔ یورپین نظام کو ہم نے دیکھا کہ وہ غربت کے خاتمے میں پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکا تو ساتھ میں اسلامی حل پیش کر دیا جو غربت وافلاس کے مکمل خاتمے کی ضامن ہے کہ کیسے اسلام نے اپنے ماننے والوں کو زکوۃ کا حکم دیا پھر اگر زکوۃ سے کام نہ بنے تو صدقات وخیرات اور پھر ان سے آگے مختلف کفارات جو انسان کے گناہوں کی تلافی کرتے ہیں یہ تو وہ اسباب تھے جن میں صرف انسان نے اپنا مال صرف کرنا ہے اور اس کا اجر وثواب اللہ کے پاس ہے اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کہ اللہ تعالیٰ انسان کو اس کا انعام کس صورت میں دیتا ہے یہ اسی پر منحصر ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ اسلام نے ایک اور چیز بھی کہی کہ انسان کہہ سکتا ہے کہ مال پر زکوۃ فرض ہے ٹھیک ہے لیکن میں صدقہ وخیرات وغیرہ نہیں کروں گا تو اسلام نے ایسے میں یہ رعایت دی کہ انسان اگر زائد مال ہے تو قرض حسنہ کے طور پر دے دے یا کسی غریب کو مشارکت یا مضاربت پر کاروبار شروع کروادے تو ان دونوں صورتوں میں ثواب بھی مل جائے گا اور مال بھی واپس آجائے گا یعنی اسلام نے ارتکاز دولت کی مذمت بھی کر دی اور فارغ البالی کی نفی بھی کہ ایک انسان کے پاس کرنے کو کچھ نہیں اور ایک کے پاس ہزاروں ایکڑ اراضی ویسے ہی پڑی ہے تو اسلام نے دونوں کے لیے ایک درمیانی راستہ نکال دیا کہ جس سے بے روزگار کو روزگار مل گیا اور صاحب مال کا روزگار مزید وسیع ہو گیا۔

اگر غور کیا جائے تو اسلام کی ان تمام باتوں اور احکامات کا ایک ہی مقصد نظر آتا ہے کہ معاشرے میں غربت و افلاس کا خاتمہ ہو جائے اور اس کے عملی مظاہر ہم قرون اولی میں دیکھ چکے ہیں۔ تو آج بھی اگر ہم صدق دل سے غربت و افلاس کا خاتمہ چاہتے ہیں تو اس کا ایک ہی مکمل اور جامع حل ہے جو دین اسلام نے ہمیں دیا اسی ذریعے سے ہم اس غربت سے نجات حاصل کر سکتے ہیں اور اپنی دنیا و آخرت سنوار سکتے ہیں۔

نتائج

۱۔ دنیا میں سالانہ تقریباً ۸ لاکھ لوگ خودکشی کرتے ہیں ان میں ۷۸ فیصد خودکشیاں کم آمدنی اور متوسط آمدنیوں والے ممالک میں ہوتی ہیں۔

۲۔ دنیا میں ضائع کی جانے والی خوراک کا صرف ایک چوتھائی حصہ ہی محفوظ کر لیا جائے تو یہ دنیا بھر کے تقریباً ۸۷۰ ملین بھوکے لوگوں کی خوراک مہیا کرنے کے لیے کافی ہو گا۔

۳۔ پاکستان میں تقریباً ۵ کروڑ ۹۰ لاکھ افراد غربت کی سطح سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔

۴۔ FAO کے مطابق دنیا بھر میں ۸۷ کروڑ افراد قلت خوراک کا شکار ہیں اور ان میں سے ۲۴ ہزار افراد بھوک و افلاس کی وجہ سے روزانہ ہلاک ہوتے ہیں۔

۵۔ پاکستان میں غربت و افلاس کی ایک بڑی اور اہم وجہ وسائل کی منصفانہ تقسیم کا نہ ہونا ہے۔

۶۔ خوراک کی کمی انسان کی صلاحیتوں کو کمزور کر رہی ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ مختلف بیماریوں کا موجب بھی بنتی ہے۔

۷۔ زکوۃ کی وصولی اور تقسیم کا منصفانہ طریقہ جو اسلام نے پیش کیا یہی غربت کو کم کرنے کا ایک بہتر اور مؤثر طریقہ ہے۔

۸۔ اسلامی نظام کی صورت میں مختلف کفارات (مثلاً ظہار، قسم وغیرہ) یہ بھی غربت کم کرنے کا مؤثر ذریعہ ہیں۔

۹۔ مال ہونے کی صورت میں قرض حسنہ یا کاروبار میں میں شراکت داری یہ چیز بھی گردش دولت کو فروغ دیتی ہے اور غربت کو کم کرتی ہے۔

۱۰۔ اسلام ہاتھ پھیلانے کی شدید مذمت کرتا ہے اور محنت کرنے والے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

سفارشات

۱۔ وسائل کے ضیاع کی روک تھام کے لیے لوگوں میں شعور اجاگر کرنا۔ اس کام کے لیے پرنٹ میڈیا اور سوشل میڈیا وغیرہ کا استعمال۔

۲۔ خاص کر ملکی وسائل کے استعمال میں احساس ذمہ داری کو اجاگر کرنا اور لوگوں میں اس شعور کو بیدار کرنا کہ ملکی املاک کا نقصان گویا ملک کا نقصان ہے اس مقصد کے لیے آگاہی مہم کا انعقاد صوبائی اور ملکی سطح پر کرنا۔

۳۔ سکول، کالج اور یونیورسٹیوں کے طلباء کی ذہن سازی کرنا اور ان کے ذہنوں میں اس شعور کو بیدار کرنا کہ وہ اس اہلیت کے حامل ہیں کہ ملک و قوم کی ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔ اور ملک کو غربت و افلاس کے اس شکنجے سے نجات دلا سکیں۔

۴۔ ضلعی اور تحصیل کی سطح پر ایسے پروگرامز کا انعقاد کیا جائے جہاں نہ صرف غرباء کی مالی مدد کی جائے بلکہ ساتھ ہی ساتھ ان کو اپنے پاؤں پر کھڑا بھی کر دیا جائے تاکہ وہ خود کفیل ہو سکیں۔

۵۔ ملکی سطح پر علماء کی وساطت سے خطبات جمعہ وغیرہ میں لوگوں کو انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دلانا اور اس کے اجر و ثواب سے آگاہ کرنا۔

۶۔ غربت و افلاس کے حوالے سے حکومتی سطح پر مذمتی ریفرنس پاس کیے جائیں اور پارلیمنٹ میں اسکے خاتمے کیلئے عملی کوششوں پر زور دیا جائے۔

۷۔ غربت و افلاس کے مختلف اسباب بارے آگاہی حاصل کرتے ہوئے اجتماعی و انفرادی دونوں سطح پر اسکے خاتمے کیلئے اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔

۸۔ اسلام کے اولین دور کو بطور مثال لیکر ایک جامع اور موئثر نظام کا قیام عمل میں لایا جائے۔

۹۔ زکوۃ وغیرہ کی رقم سے مختلف اداروں اور فیکٹریوں کا قیام جہاں سے غرباء و مساکین کو باعزت روزگار فراہم کیا جاسکے۔

۱۰۔ غرباء و مساکین بارے اعداد و شمار اکٹھے کرنا اور پھر ایک سسٹم کے زریعے ان کو خود کفیل کرنا۔

فہرست آیات

۱	﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ﴾	البقرہ:۱۰۴/۲	۱۲۲
۲	﴿ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَن اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَومِ الاٰخِرِ ----------﴾	البقرۃ:۱۷۷/۲	۱۰۸
۳	﴿أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ-﴾	البقرۃ:۱۸۴/۲	۱۲۲
۴	﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ---- ﴾	البقرہ:۱۸۸/۲	۷۹
۵	﴿وَانفِقُوافِى سَبِيلاللّٰهِ وَلَاتُلقُوابِاَيدِيكُم اِلَى التَّهلُكَةِ-----﴾	البقرۃ:۱۹۵/۲	۱۱۱
۶	﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ--------﴾	البقرۃ:۱۹۶/۲	۱۲۳
۷	﴿وَ يَسئَلُونَکَ مَاذَايُنفِقُونَ قُلِ العَفوَ كَذٰلِکَ يُبَيِّنُ----﴾	البقرۃ:۲۱۹/۲	۱۰۷
۸	﴿وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ-------﴾	البقرۃ:۲۲۰/۲	۱۷۹
۹	﴿مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ ---------﴾	البقرۃ:۲۴۵/۲	۸۸
۱۰	﴿مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ---------﴾	البقرۃ:۲۶۱/۲	۸۷
۱۱	﴿ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ---------﴾	البقرۃ:۲۷۲/۲	۹۲
۱۲	﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً--------﴾	البقرۃ:۲۷۴/۲	۱۰۲
۱۳	﴿وَ اِن كَانَ ذُو عُسرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيسَرَةٍوَ اَن تَصَدَّقُوا------ ﴾	البقرۃ: ۲۸۰/۲	۱۶۴
۱۴	﴿لَن تَنَا لُواالبِرَّ حَتّٰى تُنفِقُوامِمَّاتُحِبُّونَ-------------------------﴾	آل عمران:۹۲/۳	۱۱۲
۱۵	﴿وَ اٰتُوا النِّسَاءَصَدُقٰتِهِنَّ نِحلَةً---------------------------------﴾	النساء:۴/۴	۱۰۴
۱۶	﴿إِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ﴾	النساء:۱۲/۴	۱۷۹
۱۷	﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا-------﴾	النساء:۳۶/۴	۱۱۸
۱۸	﴿اَلَّذِيْنَ يَبخَلُونَ وَيَامُرُونَ النَّاسَ بِالبُخلِ وَيَكتُمُونَ-----------﴾	النساء:۳۷/۴	۱۰۶
۱۹	﴿وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيرًا-----﴾	النساء:۱۰۰/۴	۱۴۷
۲۰	﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ﴾	النساء:۱۰۱/۴	۱۹۰
۲۱	﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا﴾	النساء :۱۴۵/۴	۶۸
۲۲	﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ-﴾	المائدۃ:۲/۵	۱۵۹

۲۳	﴿سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَّالُونَ لِلسُّحْتِ﴾	المائدہ:۵/۴۲	۶۹
۲۴	﴿وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ---﴾	المائدۃ:۵/۸۹	۱۲۱
۲۵	﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهُ--﴾	المائدۃ:۵/۹۵	۱۲۳
۲۶	﴿وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ جَنَّاتٍ مَعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ------﴾	الانعام:۶/۱۴۱	۱۲۴
۲۷	﴿وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ﴾	الاعراف:۷/۱۰	۱۴۴
۲۸	﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ---------﴾	الاعراف:۷/۱۵۶	۸۹
۲۹	﴿كَلَّا بَلْ لَا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَى طَعَامِ---﴾	الفجر:۸۹/۱۸-۱۷	۱۲۹
۳۰	﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا----------﴾	التوبۃ:۹/۶۰	۵۱
۳۱	﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ--﴾	التوبۃ:۹/۱۰۳	۹۴
۳۲	﴿قُلْ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ﴾	یونس:۱۰/۶۹	۶۷
۳۳	﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا-﴾	هود:۱۱/۶	۱۴۴
۳۴	﴿يَاقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ هُوَ أَنْشَأَكُمْ --------﴾	هود:۱۱/۶۱	۱۳۹
۳۵	﴿إِنَّ اللَّهَ يَجزِى الْمُتَصَدِّقِينَ---------------------------------------﴾	یوسف:۱۲/۸۸	۱۰۴
۳۶	﴿وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ-------------- ﴾	الاسراء:۱۷/۲۶	۱۳۱
۳۷	﴿رَبُّكُمُ الَّذِي يُزْجِي لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ-﴾	الاسراء:۱۷/۶۶	۱۴۷
۳۸	﴿ الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ ---------﴾	قریش:۱۰۶/۴	۳۲
۳۹	﴿فَذَلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ وَلَا يَحُضُّ عَلَى طَعَامِ الْمِسْكِينِ﴾	الماعون:۱۰۷/۳-۲	۱۲۸
۴۰	﴿لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ----﴾	الحج:۲۲/۲۸	۱۲۳
۴۱	﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ---------﴾	الحج:۲۲/۳۶	۱۲۳
۴۲	﴿ وَ كَم اَهلَكنَا مِن قَريَةٍ بَطِرَت مَعِيشَتَهَا فَتِلکَ -----------﴾	القصص:۲۸/۵۸	۱۱۲
۴۳	﴿وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ------﴾	القصص:۲۸/۷۷	۱۲
۴۴	﴿قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ لَه- ﴾	سبا:۳۴/۳۹	۱۰۳
۴۵	﴿وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ ----﴾	ص:۳۸/۲۴	۱۸۰
۴۶	﴿فَلَا اقتَحَمَ العَقَبَةَوَ مَآ اَدرٰىکَ مَاالعَقَبَةُفَکُّ رَقَبَةٍ﴾	البلد:۹۰/۱۱-۱۶	۱۰۸
۴۷	﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾	الذاریات:۵۱/۵۶	۱۴۶
۴۸	﴿مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ------ ﴾	الحدید: ۵۷/۱۱	۸۸

۴۹	﴿إِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَ الْمُصَّدِّقٰتِ وَ اَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾	الحدید:۱۸/۵۷	۱۰۴
۵۰	﴿الَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْكُمْ مِنْ نِسَائِهِمْ مَا هُنَّ أُمَّهَاتِهِمْ ---------﴾	المجادلہ:۲-۴/۵۸	۱۲۱
۵۱	﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا------------﴾	الجمعۃ:۱۰/۶۲	۱۴۴
۵۲	﴿ وَأَنْفِقُوا مِنْ مَا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ--﴾	المنافقون:۱۰/۶۳	۱۰۶
۵۳	﴿الَّذِی جَمَعَ مَالًاوَّعَدَّدَهٗ یَحسَبُ اَنَّ مَالَہٗ اَخلَدَہٗ--------﴾	الھمزۃ:۲-۴/۱۰۴	۱۱۲
۵۴	﴿هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا-----﴾	الملک:۱۵/۶۷	۱۳۸
۵۵	﴿خُذُوهُ فَغُلُّوهُ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا------﴾	الحاقۃ:۳۲-۳۰/۶۹	۱۲۸
۵۶	﴿إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ وَلَا يَحُضُّ عَلَى طَعَامِ الْمِسْكِينِ﴾	الحاقۃ:۳۴-۳۳/۶۹	۱۲۸
۵۷	﴿وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ﴾	المزمل:۲۰/۷۳	۱۴۲
۵۸	﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌإِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ﴾	المدثر:۳۸/۷۴	۱۲۶
۵۹	﴿مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ﴾	المدثر:۴۴/۷۴	۱۲۶

فہرست احادیث

نمبر شمار	احادیث	کتاب	صفحہ نمبر
۱	أَرْبَعُونَ دَارًا------	السنن الکبری للبیہقی	۱۲۰
۲	اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوذُبِکَ مِنَ الکُفرِوَالفَقرِ	سنن ابوداود	۷۴
۳	أُمِرَ بِتَغرِیبِ الزَّانِی سَنَةً اِذَا لَم یُحصِن	صحیح البخاری	۴
۴	إِنَّ أَعْظَمَ الذُّنُوبِ عِنْدَ اللَّهِ أَنْ يَلْقَاهُ بِهَا عَبْدٌ بَعْدَ الْكَبَائِرِ-------	سنن ابوداود	۱۷۶
۵	اِنَّ الِاسلَامَ بَدَأَ غَرِیبًاوَّسَیَعُودُ کَمَا بَدَأَ فَطُوبٰی لِلغُرَبَاءِ	صحیح المسلم	۴
۶	إن الصدقة لا تحل لقوي ولا لذي مرة سوي	سنن ابوداود	۱۵۲
۷	إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيتَةَ السُّوءِ	مسند احمد	۱۱۱
۸	إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ: أَنَا ثَالِثُ الشَّرِيكَيْنِ مَا لَمْ يَخُنْ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ	سنن ابوداود	۱۸۰
۹	أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى الْيَمَنِ----------	صحیح البخاری	۹۵
۱۰	إن خليلي ﷺ اوصاني إذا طبخت مرقا فاكثر ماءه،--------	صحیح المسلم	۱۱۹
۱۱	إياكم والكذب، فإن الكذب يهدي إلى الفجور---------	صحیح المسلم	۶۷
۱۲	ایاک والتنعم فان عباد الله ليس بالمتنعمين	مشکوۃ المصابیح	۸۳
۱۳	أَيُّمَا أَهْلُ عَرْصَةٍ أَصْبَحَ فِيهِمُ امْرُؤٌ جَائِعٌ، فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُمْ------	مسند احمد	۱۲۶
۱۴	التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ، وَالصِّدِّيقِينَ، وَالشُّهَدَاءِ	سنن الترمذی	۱۴۸
۱۵	جُعِلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِي	مسند احمد	۱۴۳
۱۶	سَافِرُوا تَسْتَغْنُوا	معجم الاوسط للطبرانی	۱۵۱
۱۷	سَافِرُوا تَصِحُّوا وَتَغْنَمُوا	السنن الکبری للبیہقی	۱۴۷
۱۸	سَيَأْتِيكُمْ رُكَيْبٌ مُبْغَضُونَ، فَإِنْ جَاءُوكُمْ، فَرَحِّبُوا بِهِمْ،--------	سنن ابوداود	۹۶
۱۹	الصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ، كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ	صحیح البخاری	۱۱۰
۲۰	الصَّلَاةُ نُورٌ، وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ	صحیح المسلم	۱۰۵
۲۱	كَثْرَةِ الصَّدَقَةِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ، تُرْزَقُوا وَتُنْصَرُوا وَتُجْبَرُوا	سنن ابن ماجہ	۱۰۵
۲۲	كُلُّ امْرِئٍ فِي ظِلِّ صَدَقَتِهِ حَتَّى يُفْصَلَ بَيْنَ النَّاسِ	سنن ابن ماجہ	۱۱۰
۲۳	كُلُّ مَعْرُوفٍ إِلَى غَنِيٍّ أَوْ فَقِيرٍ صَدَقَةٌ	البحر الزخار	۱۰۴

۲۴	كَادالفَقرُ اَن يَّكُونَ كُفرًا	سنن الکبری للبیہقی	۷۳
۲۵	لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ، فَيَأْتِيَ بِحُزْمَةِ الحَطَبِ عَلَى ظَهْرِهِ------	صحیح البخاری	۷۹
۲۶	لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ، فَيَأْتِيَ بِحُزْمَةِ الحَطَبِ عَلَى ظَهْرِهِ------	صحیح البخاری	۷۹
۲۷	لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الراشي والمرتشى	سنن ابوداود	۶۹
۲۸	مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ، خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ،------	صحیح البخاری	۷۹
۲۹	اللَّهُمَّ إِنِّى أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْقِلَّةِ وَالذِّلَّةِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ---------	سنن ابوداود	۷۴
۳۰	لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَوَكَّلُونَ عَلَى اللَّهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرُزِقْتُمْ -------	سنن الترمذی	۱۴۳
۳۱	لو كان لابن آدم واديا من ذهب لاحب ان يكون له ثانيا-----	سنن ترمذی	۷۷
۳۲	لَيْسَ الْمُؤْمِنُ الَّذِي يَشْبَعُ وَجَارُهُ جَائِعٌ	الادب المفرد	۵۸
۳۳	مَطْلُ الغَنِيِّ ظُلْمٌ	صحیح البخاری	۱۶۴
۳۴	مَطْلُ الغَنِيِّ ظُلْمٌ، فَإِذَا أُتْبِعَ أَحَدُكُمْ عَلَى مَلِيٍّ فَلْيَتْبَعْ	صحیح البخاری	۱۷۰
۳۵	مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ أَدَاءَهَا أَدَّى اللَّهُ عَنْهُ، ----------	صحیح البخاری	۱۶۸
۳۶	المسلم اخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه	صحیح البخاری	۱۲۶
۳۷	ما زال يوصيني جبريل بالجار حتى ظننت انه سيورثه	صحیح البخاری	۱۱۸
۳۸	مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا، أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا،--------	صحیح البخاری	۱۴۸
۳۹	مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ العِبَادُ فِيهِ، إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلاَنِ،--------	صحیح البخاری	۱۰۷
۴۰	مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ	صحیح المسلم	۱۰۹
۴۱	ما يزال الرجل يسال الناس حتى ياتي يوم القيامة ليس في وجهه--	صحیح البخاری	۱۵۳
۴۲	الْمَسَائِلُ كُدُوحٌ يَكْدَحُ بِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهُ،---------	سنن ابوداود	۱۵۴
۴۳	اليد العليا خير من اليد السفلى	صحیح المسلم	۱۵۴
۴۴	يَدُ اللَّهِ عَلَى الشَّرِيكَيْنِ مَا لَمْ يَخُنْ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ ,--------	سنن دارقطنی	۱۸۰
۴۵	يُغْفَرُ لِلشَّهِيدِ كُلُّ ذَنْبٍ إِلَّا الدَّيْنَ	صحیح المسلم	۱۶۴
۴۶	يَقُولُ ابْنُ آدَمَ: مَالِي، مَالِي، قَالَ: وَهَلْ لَكَ، يَا ابْنَ آدَمَ------	صحیح البخاری	۱۰۸
۴۷	يُوْثِرُوْنَ ذَالحَاجَهِ وَيَحْفَظُوْنَ الْغَرِيْبَ	شمائل ترمذی	۸۲

۴۸	مَنْ أَعْطَاهَا مُؤْتَجِرًا فَلَهُ أَجْرُهَا، وَمَنْ مَنَعَهَا فَإِنَّا آخِذُوهَا وَشَطْرَ-----	سنن ابو داود	۹۰
۴۹	مَنْ أَمْسَى كالًّا مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ أَمْسَى مَغْفُورًا لَهُ	صحیح البخاری	۱۴۸
۵۰	مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا أَوْ وَضَعَ عَنْهُ، أَظَلَّهُ اللهُ فِي ظِلِّهِ	صحیح المسلم	۱۷۳
۵۱	من بات كالّا من طلب الحلال بات مغفورا له	معجم الاوسط للطبرانی	۱۴۹
۵۲	مَنْ سَأَلَ النَّاسَ أَمْوَالَهُمْ تَكَثُّرًا، فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرًا فَلْيَسْتَقِلَّ---	صحیح المسلم	۱۵۳
۵۳	مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُنْجِيَهُ اللهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ،--------	صحیح المسلم	۱۷۳
۵۴	مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ، وَلَمْ يُضَحِّ، فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا	سنن ابن ماجہ	۱۲۱
۵۵	مَنْ كَانَ لَهُ شَرِيكٌ فِي رَبْعَةٍ، أَوْ نَخْلٍ، فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَبِيعَ --------	صحیح المسلم	۱۸۰
۵۶	مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى رَجُلٍ حَقٌّ، فَمَنْ أَخَّرَهُ كَانَ لَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ صَدَقَةٌ	مسند احمد	۱۷۳
۵۷	من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم جاره	صحیح البخاری	۱۱۸
۵۸	من لا يرحم الناس، لا يرحمه الله عز وجل	صحیح البخاری	۱۳۱
۵۹	مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ دِينَارٌ أَوْ دِرْهَمٌ قُضِيَ مِنْ حَسَنَاتِهِ	سنن ابن ماجہ	۱۶۴
۶۰	الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ، يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا	صحیح البخاری	۱۲۵
۶۱	نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهِ حَتَّى يُقْضَى عَنْهُ	سنن الترمذی	۱۶۴
۶۲	هَلْ تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ	صحیح البخاری	۱۰۵
۶۳	وَاللهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ	صحیح المسلم	۱۶۴
۶۴	وَلَا حَظَّ فِيهَا لِغَنِيٍّ، وَلَا لِقَوِيٍّ مُكْتَسِبٍ	سنن ابو داود	۱۵۳
۶۵	ولا فتح عبد باب مسالة إلا فتح الله عليه باب فقرا	سنن الترمذی	۱۵۴
۶۶	وَلَا مَنَعُوا الزَّكَاةَ إِلَّا حُبِسَ عَنْهُمُ الْقَطْرُ	معجم الکبیر للطبرانی	۸۹

فہرست اعلام

۱	ابن اثیر	۴
۲	ابن کثیر	۱۲۴
۳	ابن منظور	۴
۴	جارج بورگن	۱۴
۵	عبداللہ عنان	۱۴
٦	قارون	۱۲

فہرستِ اماکن

نمبر شمار	اماکن	صفحہ نمبر
۱	اٹلی	۶۶
۲	افریقہ	۱۸
۳	افغانستان	۲۱
۴	امریکہ	۲۰
۵	انڈونیشیا	۲۱-۳۵
۶	ایتھوپیا	۳۵
۷	ایران	۱۰
۸	ایشیاء	۱۷
۹	بحر اوقیانوس	۲۳
۱۰	بحر ہند	۲۱
۱۱	بحیرہ اسود	۲۳
۱۲	بحیرہ روم	۲۳
۱۳	بحیرہ قزوین	۲۳
۱۴	بلغاریہ	۲۳
۱۵	بلوچستان	۱۹
۱۶	بنگلہ دیش	۲۱
۱۷	بھارت	۱۷
۱۸	بھوٹان	۲۱
۱۹	پاکستان	۲۳-۳۰
۲۰	پنجاب	۱۹
۲۱	تائیوان	۲۱
۲۲	ہنگری	۲۴

۲۳	جاپان	۱۷-۲۲
۲۴	جرمنی	۴۳
۲۵	جنوبی ایشیا	۱۸-۲۲
۲۶	جنوبی کوریا	۱۷
۲۷	چین	۱۷-۲۵
۲۸	خیبر پختونخواہ	۱۹
۲۹	روس	۱۷
۳۰	سری لنکا	۱۷
۳۱	سندھ	۱۹
۳۲	سنگاپور	۲۱
۳۳	سویڈن	۳۵
۳۴	فاٹا	۳۸
۳۵	قاہرہ	۳۵
۳۶	کانگو	۳۵
۳۷	کوہ قفقاز	۲۳
۳۸	کوہِ یورال	۲۳
۳۹	مالدیپ	۱۹-۲۱
۴۰	ملائیشیا	۲۱
۴۱	ناروے	۲۳
۴۲	یورپ	۱۳-۲۰
۴۳	یوریشیا	۲۰

فہرستِ مصادر و مراجع

عربی کتب:

القرآن الکریم

ابن اثیر، عزالدین، اسد الغابہ، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۹ھ

ابن العجمی، ابوذر سبط، کنوز الذھب فی تاریخ حلب، دار القلم، حلب، ۱۴۱۷ھ

ابن زنجویہ، الاموال، مرکز الملک فیصل للبحوث والدراسات الاسلامیہ، السعودیہ، ۱۹۸۶ء

ابن کثیر، ابو الفداء تفسیر القرآن العظیم، دار طیبہ للنشر والتوزیع، ۱۹۹۹ء

ابو عبید، القاسم بن سلام، الاموال، دار الفکر، بیروت، ۱۹۷۵ء

الاصفھانی، ابو القاسم الحسین بن محمد الراغب، المفردات فی غریب القرآن، المکتبہ المرتضویہ، سن ندارد

الافریقی، ابن منظور الانصاری، لسان العرب، دار صادر، بیروت، ۱۴۱۴ھ

الاندلسی، ابو محمد علی بن احمد بن حزم، المحلی بالآثار، دار الفکر، بیروت، سن ندارد

البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، دار السلام، الریاض، ۱۴۱۹ھ

البستی، ابن حبان، المجروحین من المحدثین والضعفاء والمتروکین، دار الوعی، حلب، ۱۳۹۶ھ

البعلی، محمد بن ابی الفتح بن ابی الفضل، المطلع علی الفاظ المقنع، مکتبہ السوادی للتوزیع، ۲۰۰۳ء

البغدادی، ابو بکر عبد اللہ بن محمد ابن ابی الدنیا، اصلاح المال، مؤسسہ الکتب الثقافیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ

البیضاوی، ناصر الدین ابی سعید، انوار التنزیل واسرار التاویل، دار الفراس للنشر والتوزیع، ۱۳۲۹ھ

البیھقی، احمد بن الحسین، ابو بکر، السنن الکبری، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ

البیھقی، احمد بن الحسین، ابو بکر، شعب الایمان، مکتبہ الرشد للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۴۲۳ھ

التبریزی، الخطیب، مشکوۃ المصابیح، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۸۵ء

الترمذی، ابو عیسی، محمد بن عیسی، السنن الترمذی، شرکہ مکتبہ ومطبعہ مصطفی البابی الحلبی، مصر، ۱۳۹۵ھ

التنوخی، سحنون بن سعید، المدونہ الکبری، دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۱ء

الجرجانی، علی بن محمد الشریف، کتاب التعریفات، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۸۳ء

الجزری، مجد الدین ابن الاثیر، النھایہ فی غریب الحدیث والاثر، المکتبہ العلمیہ، بیروت، ۱۳۹۹ھ

الجزری، عبد الرحمن بن محمد عوض، الفقہ علی المذاھب الاربعہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۳ء
الجوزی، علی بن محمد، العلل المتناھیہ فی الاحادیث الواھیہ، ادارۃ العلوم الاثریہ، فیصل آباد، پاکستان، ۱۴۰۱ھ
الجوزیہ، ابو بکر ابن القیم، مدارج السالکین، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۹۹۶ء
الجوزیہ، محمد بن ابی بکر شمس الدین ابن القیم، زاد المعاد، مؤسسہ الرسالہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ
الحاکم، ابو عبد اللہ، المستدرک علی الصحیحین، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۰ء
الحموی، لاحمد بن محمد، المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر، المکتبہ العلمیہ، بیروت، سن ندارد
الخرائطی، ابو بکر، مکارم الاخلاق، دار الآفاق العربیہ، القاھرہ، ۱۹۹۹ء
الدار قطنی، السنن الدار قطنی، مؤسسہ الرسالہ، بیروت، ۲۰۰۴ء
الدردیر، احمد بن محمد بن احمد، اقرب المسالک لمذھب الامام مالک، مکتبہ ایوب، نیجیریا، ۱۴۲۰ھ
الدمشقی، ابن عابدین، رد المختار علی الدر المختار، دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۲ء
الدمشقی، ابو القاسم ابن عساکر، تاریخ دمشق، دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۵ء
الدینوری، ابو بکر احمد بن مروان، المجالسہ وجواھر العلم، دار ابن حزم، بیروت، ۱۴۱۹ھ
الرازی، ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسن، فخر الدین، تفسیر کبیر، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۰ھ
الرویفعی الافریقی، جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور، لسان العرب، دار صادر، بیروت، ۱۴۱۴ء
الزبیدی، مرتضی، تاج العروس من جواھر القاموس، دار الفکر، بیروت۔ ۱۹۹۴ء
الزحیلی، وھبہ بن مصطفی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دار الفکر، دمشق، سوریہ، سن ندارد
الزمخشری، ابو القاسم، اساس البلاغہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۸ء
السرخسی، لشمس الائمہ، المبسوط، دار المعرفہ، بیروت، ۱۹۹۳ء
السعدی، الدکتور ابو حبیب، القاموس الفقھی، دار الفکر، دمشق، سوریہ، ۱۹۹۳ء
السعدی، عبد الرحمن بن ناصر بن عبد اللہ، تیسیر الکریم الرحمن، مؤسسہ الرسالہ، بیروت، ۱۴۲۰ھ
السیوطی، جلال الدین، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، دار الفکر، بیروت، سن ندارد
الشیبانی، احمد بن محمد بن حنبل ابو عبد اللہ، المسند الاحمد، مؤسسہ قرطبہ، القاھرہ، سن ندارد
الصفدی، صلاح الدین، الوافی بالوفیات، دار إحیاء التراث، بیروت، ۲۰۰۰ء
الصنعانی، عبد الرزاق، المصنف، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۳ھ
الطبرانی، سلیمان بن احمد، ابو القاسم، المعجم الاوسط، دار الحرمین، القاھرہ، سن ندارد

الطبرانی، سلیمان بن احمد، ابو القاسم، المعجم الکبیر، مکتبہ ابن تیمیہ ، القاہرہ، ۱۴۱۵ھ
العبسی، ابو بکر بن ابی شیبہ، المصنف ابن ابی شیبہ، مکتبہ الرشد، الریاض، ۱۴۰۹ھ
العتکی، ابو بکر احمد بن عمرو البزار، البحر الزخار، مکتبہ العلوم والحکم، المدینہ المنورہ، ۲۰۰۹ء
العسقلانی، احمد بن علی بن حجر ابو الفضل، فتح الباری، دار المعرفہ ، بیروت، سن ندارد
الغزالی، ابو حامد، احیاء علوم الدین، کتاب آداب الکسب والمعاش، دار المعرفہ ، بیروت، سن ندارد
القنتی، محمد طاہر، مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل ولطائف الاخبار، مجلس دائرہ المعارف العثمانیہ، ۱۳۸۷ھ
القرطبی، الجامع لاحکام القران، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۶۵ء
القزوینی، ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، السنن ابن ماجہ، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت، سن ندارد
القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، دار السلام الریاض، ۱۴۱۹ھ
الکاسانی، علاء الدین، ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۸۶ء
الماوردی، ابو الحسن علی بن محمد، الاحکام السلطانیہ، دار الحدیث، القاہرہ، سن ندارد
المجلہ البیان، المنتدی الاسلامی، بیروت، مایو ۱۴۲۱ھ
المرغینانی، ابو الحسن، الھدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی، دار احیاء التراث العربی ، بیروت، سن ندارد
المصری، محمد عبدہ، تفسیر القرآن الکریم، جزء عم، شرکہ مساھمہ، مصر، ۱۳۴۱ھ
المنذری، عبد العظیم، الترغیب والترھیب، دار احیاء التراث العربی ، بیروت، ۱۹۶۸ء
النسائی، ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب، السنن النسائی، دار السلام للنشر والتوضیع، الریاض، ۱۴۳۰ھ
النووی، ابو زکریا محیی الدین یحیی بن شرف، المجموع شرح المھذب، دار الفکر، بیروت، سن ندارد
الھروی البغدادی، ابو عبید القاسم بن سلام، کتاب الاموال، دار الفکر، بیروت، سن ندارد
یاسر، عبد الرحمن، موسوعہ الاخلاق والزھد والرقائق، مؤسسہ اقرا للنشر والتوزیع والترجمہ، القاہرہ، ۲۰۰۷ء

اردو کتب:

اسلام کا نظریہ کسب وانفاق، حکیم محمد اسحاق، منظور حسن اکیڈمی کراچی، دسمبر ۱۹۸۱ء
اسلم، محمد حنیف، نظریہ معاشیات، جلد دوم، الائیڈ بک سنٹر، لاہور، ۲۰۰۹ء
چودھری، ڈاکٹر محمد حسین، نظریاتی معاشیات، جلد دوم، مکتبہ کارواں کچہری روڈ لاہور، ستمبر ۲۰۱۰ء

القادری، طاہر، اقتصادیات اسلام (تشکیل جدید)، منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور، مارچ ۲۰۰۷ء

قاسمی، وحید الزمان، القاموس الوحید، ادارہ اسلامیات لاہور، ۲۰۰۱ء

القرضاوی، پروفیسر ڈاکٹر یوسف، اسلام میں غربت کا علاج، مترجم علامہ نصیر احمد، مکتبہ اسلامیہ، لاہور ۲۰۰۴ء

کیلانی، عبد الرحمن، احکام تجارت اور لین دین کے مسائل، مکتبہ السلام، لاہور، ۲۰۰۶ء

محمد شفیع، معارف القرآن، ادارۃ المعارف کراچی، ۱۹۹۳ء

مہر، امیر الدین، اسلام میں رفاہِ عامہ کا تصور اور خدمت خلق کا نظام، میٹرو پرنٹرز، لاہور، ۲۰۰۹ء

المودودی، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور۔ ۱۹۸۰ء

مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات، فیروز سنز، لاہور، سن ندارد

English Books

- Ijaz, Agha Tahir, Economics of Pakistan, Azeem Academy, Lahore
- Shahid, A.Hameed, Major Issues in Pakistan Economy, Ilmi Kitab khana, Lahore, 2008-09
- The Bible (RSV),Luke 6:20-22,American Bible Society,New York, 1973

Reports

- Asia-Pacific Wealth Report 2017, Cap Gemini
- Compendium on Environment Statistics of Pakistan 2015,Pakistan Bureau of Statistics Government of Pakistan,Islamabad
- Domestic Markets & Monetary Management Department report, State Bank of Pakistan
- EAPN, National Poverty Watch Report, Germany
- Food and Agriculture Organization of the United Nations,save food: Global Initiative on Food Loss and Waste Reduction
- Income and Poverty in the United States 2016, Current Population Reports,United States Census Bureau

- Monthly Review on Price Indices,Pakistan Bureau of Statistics, Islamabad, August 2017
- Pakistan Economic Survey2015-16,Ministry of Finance,Pakistan
- Pakistan Economic Survey2016-17,Ministry of Finance,Pakistan
- SDPI Report:58.7M Pakistanis living below poverty line,Sustainable Development Policy Institute,Islamabad
- Social Justice in the EU-Index Report 2017, Social Inclusion Monitor Europe, Bertelsmann Stiftung, Germany
- The World Bank Annual Report 2016
- Unicef for every Child,December 2017,Child Poverty in Europe and Central Asia regions
- World Bank Group Report, April 2016
- World Health Organization, Fact Sheets, 31-01-2018

Newpapers

- Dawn news,Food waste and its consequences,12 March2018
- Forbes, CPEC Lifts Pakistan Up In World Competitiveness Rankings, Panos Mourdoukoutas,28 September2017
- The Guardian, A journey through a land of extreme poverty:welcome to America,Ed Pilkington,15 Dec2017
- The Guardian, Number of Billionaires worldwide surged to 2754 in 2017, Rupert Neate,15 May2018

Websites

- www.census.gov
- www.children.org
- www.data.oecd.org
- www.en.oxforddictionaries.com

- www.ers.usda.gov
- www.fao.org
- www.fortune.com
- www.merriam-webster.com
- www.nti.org
- www.olx.com.pk
- www.un.org
- www.who.int
- www.worldbank.org